

11-29

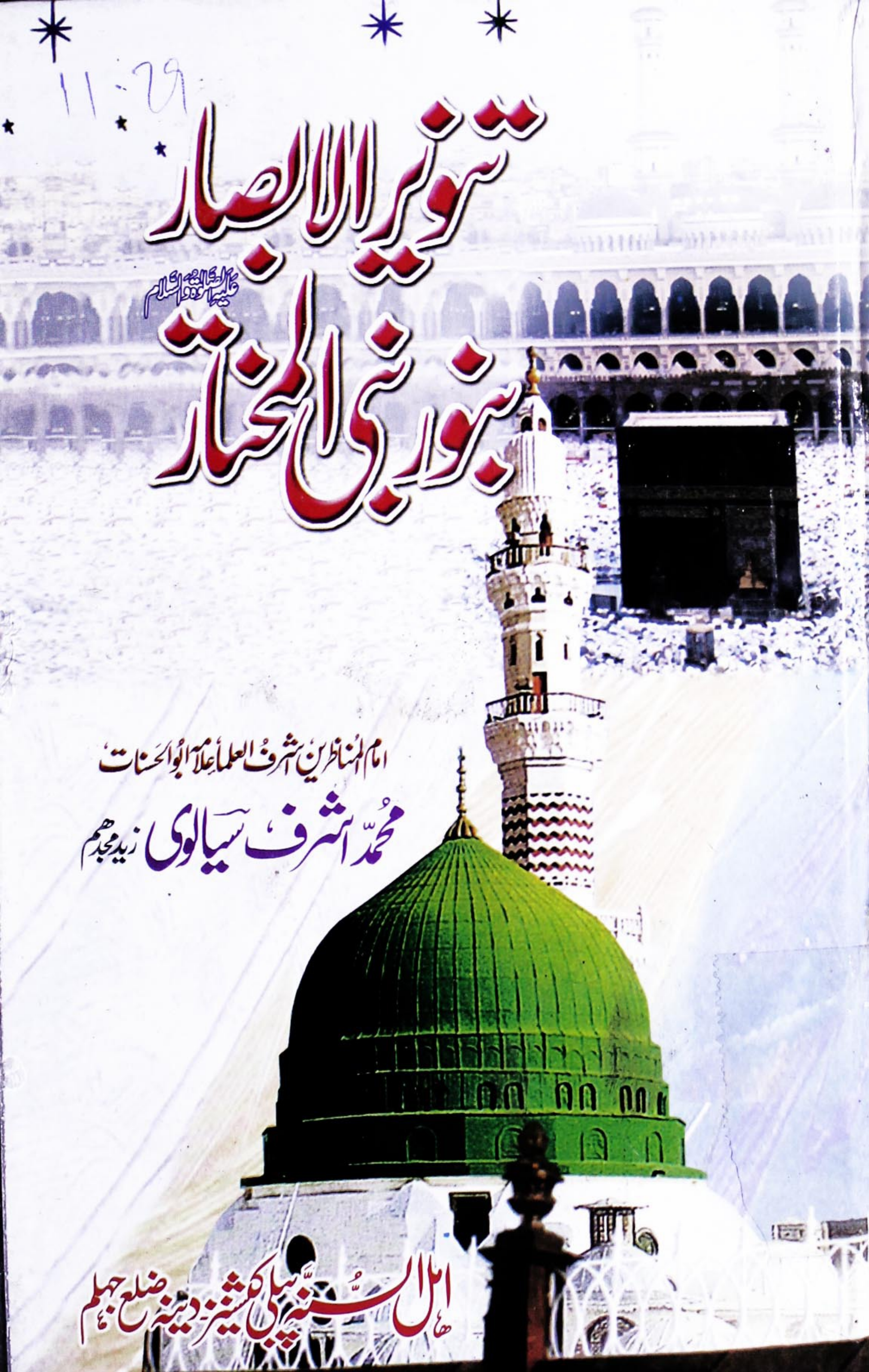
# تذکرہ الاموال مؤید بن محمد

بیتنا علیہ السلام

امام المناظرین شرف العلماء علامہ ابو الحسنات

محمد اشرف سیالوی زید مجہم

اموال  
مؤید بن محمد  
ضلع جہلم



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِیْنٌ﴾ (المائدہ: ۱۵)

## تنویر الابصار بنور انبی المختار

علیہ صلوات اللہ علیہ

### مصنف

اشرف العلماء شیخ الحدیث علامہ اشرف سیالوی

اس کتاب میں فاضل مصنف نے مسئلہ نورانیتِ مصطفیٰ علیہ السلام کو دلائل قاہرہ سے ثابت فرمایا ہے۔ قرآن و سنت اور اقوالِ ائمہ کی روشنی میں اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں کو واضح کیا گیا ہے۔ منکرینِ نورانیتِ مصطفیٰ علیہ السلام کے ایک نمائندہ عالم سے مباحثہ کی روئداد بھی شامل کتاب ہے

### ناشر

مکتبہ اہل السنۃ پبلی کیشنز دینہ (جہلم)

0321-7641096, 0544-630177

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

98197

تنویر الابصار بنور النبی المختار

نام کتاب

اشرف العلماء علامہ محمد اشرف سیالوی

مصنف

محمد ناصر الہاشمی

ترتیب و اہتمام

جنوری 2003ء

اشاعت بار اول

ستمبر 2005ء

اشاعت بار دوم

مارچ 2008ء

اشاعت بار سوم

مارچ 2011ء

اشاعت بار چہارم

1100

تعداد

قیمت

ملنے کے پتے

- مکتبہ اہل السنہ پبلی کیشنز گلی شاندار بیکرز منگلا روڈ دینہ (جہلم)۔

E.mail: ahlusunnapublication@gmail.com

0321-7641096, 0544-630177

- جامعہ غوثیہ مہریہ منیر الاسلام کالج روڈ سرگودھا 048-37246095

- بزم شیخ الاسلام جامعہ رضویہ احسن القرآن دینہ (جہلم)۔

0322-5850951, 0544-633881

## تعارف مصنف زید مجدہ العالی

پیدائش:

۱۳۵۹ھ/۱۹۴۰ء کو ضلع جھنگ کے ایک دیہات غوثیوالہ میں، والد گرامی جناب فتح

محمد صاحب مرید حضور شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ محمد قمر الدین علیہ الرحمہ

تعلیم و بیعت:

جامعہ محمدی شریف، پپلاں، چھ ماہ مردلہ شریف، ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۷ء میں استاذ

العلماء ملک المدرسین حضرت علامہ الحاج عطا محمد بندیا لوی نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں

حاضر ہوئے اور ساڑھے تین سال تک گولڑہ شریف، سیال شریف اور بندیاں شریف میں

کسب فیض کیا۔ ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۱ء میں حضرت شیخ القرآن مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی قدس

سرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر دورہ قرآن پاک میں شریک ہوئے۔ اسی سال ماہ شوال میں

حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد قدس سرہ کی خدمت میں جامعہ رضویہ حاضر

ہو کر درس حدیث لیا اور سند فراغت حاصل کی۔ سیال شریف قیام کے دوران شیخ الاسلام

والمسلمین خواجہ محمد قمر الدین سیالوی قدس سرہ سے ہدایۃ النحو اور دیگر کتب کا درس لیا اور آپ

کی روحانی توجہات سے مستفیض ہوئے۔ اور آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔

تدریس اور تلامذہ:

شوال ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۲ء میں تدریس کا آغاز۔ دو سال دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال

شریف میں، دو سال جامعہ نعیمیہ لاہور، پانچ سال سلا نوالی، ایک سال رکن الاسلام حیدرآباد میں

پڑھاتے رہے۔ ۱۹۷۱ء سے ۲۰۰۰ء تک مسلسل دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف میں درس

دیا۔ ۲۰۰۰ء سے تاحال جامعہ غوثیہ مہریہ منیر الاسلام سرگودھا میں محو تدریس ہیں۔

شرف ملت شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری رحمہ اللہ تعالیٰ، شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد عبد الرزاق بھتر الوی زید مجده، حضرت علامہ ابو الفضل مولانا اللہ دتہ سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ (بھا بھڑہ سرگودھا)، استاذ العلماء حضرت علامہ محمد بشیر احمد سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ (دینہ)، امام القراء حضرت علامہ قاری محمد یوسف سیالوی حفظہ اللہ تعالیٰ (دینہ)، حضرت علامہ مولانا گل محمد سیالوی (تلہ گنگ) حضرت علامہ صاحبزادہ ڈاکٹر ابو الخیر محمد زبیر، حضرت علامہ مفتی محمد رفیق حسنی، حضرت علامہ صاحبزادہ مولانا غلام نصیر الدین سیالوی، حضرت علامہ محمد نصر اللہ سیالوی، مولانا محمد نذیر سیالوی، حضرت مولانا محمد اعظم صاحب، پروفیسر ڈاکٹر خالق داد ملک، پروفیسر دوست محمد شا کر، پروفیسر ڈاکٹر محمد شریف سیالوی، مولانا محمد طفیل مرحوم تصانیف و تراجم:

- (1) - کوثر الخیرات لسید السادات، (2) - جلاء الصدور فی سماع اہل القبور، (3) - تنویر الابصار بنور النبی المختار، (4) - انبیاء سابقین اور بشارات سید المرسلین (5) - دی ہولی بائبل اور شان انبیاء میں گستاخیاں (6) - تحفہ حسینہ (7) - متعہ اور اسلام (8) - تنبیہ الغفول فی نداء الرسول (10) - گلشن توحید و رسالت (11) - ازالۃ الریب عن مقالۃ فتوح الغیب (12) - ہدایۃ المتمدن بذب الخیر ان فی الاستعانۃ باولیاء الرحمان (13) - الوفا باحوال المصطفی (اردو ترجمہ) (14) - شواہد الحق فی الاستعانۃ بسید الخلق (امام نبہانی) (15) - سیرت حلبیہ (ترجمہ) (16) - ترجمہ مجموعہ صلوات الرسول علیہ (17) - مناظرہ جھنگ (افادات) (18) - سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ (19) - فکر آخرت (20) - سید الانبیاء علیہ کی شان احمدیت و محمودیت (21) - جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ (22) - تحقیقات العلماء الکرام والائمة الاعلام فی نبوة سید الانام فی عالمی الارواح والاجسام

## حرفِ آغاز

لالیاں کے قریب چک نمبر ۵۴ میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جلسہ تھا جس کی دعوت مہر غلام عباس خان لالی کے مشورہ پر مولانا محمد غضنفر حسین صاحب کی طرف سے بندہ کو موصول ہوئی اور مولانا قاضی منظور احمد صاحب اور مولانا اللہ بخش صاحب بھی مدعو تھے جلسہ کے باقاعدہ اشتہار بھی چھپے ہوئے تھے۔ سرگودھا بذریعہ ٹیکسی جب ہم اس چک کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہاں پر مولوی محمد یوسف رحمانی صاحب اور مولوی محمد حسین نیلوی شیخ الحدیث مدرسہ ضیاء العلوم سرگودھا جامع کتب برآجمن ہیں اور آج مناظرہ ہونا ہے۔ مولانا غضنفر صاحب نے یہ صورت حال دیکھی تو کہا: ان کو مناظرہ کے لیے کس نے بلایا ہے، اور مناظرہ کس کے مشورہ سے طے ہوا ہے یہ کونسا طریقہ ہے مناظرہ کرنے کا۔ مگر اصل بات یہ تھی کہ جس مسجد میں جلسہ کا اعلان کیا گیا تھا اس کا خطیب اور بعض ذمہ دار اہل محلہ دیوبندی مسلک سے تعلق رکھتے تھے اور عزت مآب مہر غلام عباس نے ان کو اعتماد میں لیے بغیر جلسہ رکھ دیا تھا لہذا انھوں نے جو ابی کارروائی کے طور پر مناظرہ کے لیے اپنے علماء بلا لئے تاکہ جلسہ نہ ہونے پائے یا پھر علماء اہل سنت چونکہ بغیر تیاری کے یہاں آئیں گے لہذا ان پر اپنی فتح یقینی ہو جائے گی اور اس طرح مسلک دیوبند کا پھر یہاں لہرانے لگے گا۔

بندہ نے اپنے احباب کو بھیجا کہ شرائطِ مناظرہ طے کریں کتابیں نہیں نہ سہی بہر حال ہمیں مناظرہ سے کوئی انکار نہیں۔ مگر چونکہ علماء دیوبند کے ساتھ اصل اختلاف گستاخانہ عبارات کی وجہ سے شروع ہوا، لہذا انھیں پر بحث ہونی چاہیے۔ علاوہ ازیں یہ دونوں علماء جھنگ میں بینگلہ نول والا کے مناظرہ میں معاون تھے اور اپنے مناظر کی ناکامی پر دانت پیستے رہ گئے تھے تو آج ان کو موقعہ دیتے ہیں تاکہ اپنی حسرت نکال لیں اور ارمان پورے کر لیں لیکن ہر ممکن کوشش کے باوجود یہ مولوی صاحبان اس موضوع پر گفتگو کے لیے آمادہ نہ ہو سکے بلکہ یوسف رحمانی صاحب نے اپنی طرف سے تحریر کردہ موضوع اور فریقین کے نظریات کی بھی اپنی طرف سے تشریح کر کے اور اہل سنت کے ذمے اپنا مفروضہ عقیدہ لگا کر اس کے اثبات کا مطالبہ کیا۔ مجھے اطلاع دی گئی کہ وہ موضوع متعین نہیں ہو سکتا اور مولوی یوسف رحمانی صاحب اپنے طے کردہ موضوعات پر مناظرہ کرنے پر ہی مصر ہیں۔ بندہ خود مسجد میں گیا تو میرے سامنے ملک محمد نواز نسوان نے ایک پرچہ رکھا جس میں موضوع اور فریقین کے نظریات خود یوسف رحمانی صاحب نے لکھے ہوتے تھے جو آپ کی دلچسپی اور تفریح خاطر کے لیے پیش خدمت ہیں۔

(۱) بریلوی مناظرہ ثابِت کرے گا کہ جتنے انبیاء علیہم السلام دنیا پر تشریف لائے وہ اولادِ آدم، انسان، بشر اور مرد نہیں تھے جب کہ دیوبندی مناظر قرآن سے دکھلا دے گا:

قل انما انا بشر مثلكم۔

(۲) بریلوی مناظر قرآن سے دکھلائے گا محمد یعلم الغیب،  
یا رسول اللہ یعلم الغیب جب کہ دیوبندی مناظر قرآن سے  
دکھلائے گا: قل لا یعلم من فی السموات والارض  
الغیب الا اللہ۔

(۳) بریلوی مناظر قرآن سے دکھلائے گا: ان محمد ا علی کل

شیء قدیر یا ان رسول اللہ علی کل شیء قدیر جب کہ دیوبندی

مناظر قرآن سے دکھلاوے گا: ان اللہ علی کل شیء قدیر۔

میں نے کہا: اپنے اپنے عقیدہ کی تشریح کا حق متعلقہ فریق کو ہوتا ہے۔ دوسرا فریق

ان کے متعلق قطعاً یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ تمہارا عقیدہ ہے اور یہ امر تم نے ثابت کرنا ہے لہذا تینوں

موضوعات میں اپنا نظریہ و عقیدہ اور اس کی تشریح کرنے کا حق صرف ہمیں کو ہے۔

موضوع اول میں ہمارا نظریہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت میں نور

تھے اور بظاہر بشر، جب کہ دیوبندی مناظر یہ ثابت کرے کہ آپ قطعاً نور نہیں تھے۔

یہ عبارت لکھ کر میں نے رحمانی صاحب کی طرف بھجوائی اور اسی ملک صاحب کو

کاغذ دیا کہ جاؤ اس پر دستخط کروا کر لاؤ۔ مگر رحمانی صاحب نے دستخط کرنے سے انکار کر دیا

جلسہ کے منتظین اور مسجد انتظامیہ کے ذمہ دار افراد نے مجھے کہا: آپ اپنے موضوع پر تقریر

کریں اور اس کے دلائل بیان کریں یہ مولوی صاحبان خواہ مخواہ الجھاؤ پیدا کرتے رہیں گے

چنانچہ بندہ نے اپنے دعوے کے اثبات میں تقریر کی، جس کا مفصل ذکر روئیداد میں موجود

ہے۔ اور یوسف رحمانی صاحب نے جوابی تقریر کی مگر اس موضوع کے متعلق اپنا دعویٰ اور

اپنے اکابر کا مسلک متعین ہی نہ کیا اور بالآخر بدحواسی میں ایک ایسا کلمہ زبان سے نکلا

جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت توہین و تحقیر تھی اور غایت درجہ بدزبانی۔

جس سے مجمع مشتعل ہو گیا اور کسی طرح اس پر قابو نہ پایا جاسکا۔ مناظرہ کے منتظین نے

مناظرہ کو جاری رکھنے سے معذرت کی اور بندہ کے سامنے ہاتھ جوڑے کہ آپ مناظرہ

کو یہیں پر ختم کر دیں۔ میں نے کہا: جو سوال یوسف صاحب نے اٹھائے تھے ان کا جواب

از حد ضروری ہے لہذا میں بہر حال جواب دوں گا۔ انھوں نے کہا: مناظرہ سے مقصود یہ

مسئلہ سمجھنا تھا وہ ہمیں سمجھ آ گیا ہے۔ اور اگر مناظرہ جاری رہے، آپ تقریر کرو گے تو



یوسف رحمانی صاحب بھی وقت مانگیں گے اور جواب میں بولنے کی کوشش کریں گے لیکن یہ لوگ اس کا ایک لفظ بھی اب سنا گوارا نہیں کر سکتے اور قتل و غارت کا سنگین خطرہ ہے، اور آپ تیس گھنٹے مناظرہ کرو یا ہمیں پر بند کر دو ہمارا مقصد پورا ہو چکا ہے۔ چنانچہ ان کی اس معذرت اور مجبوری کو دیکھ کر بندہ نے کہا تم مسجد میں بیٹھے ہو۔ خدا و مصطفیٰ کو حاضر و ناظر سمجھ کر پوری ایمان داری اور دیانت داری سے فیصلہ کر دو اور جو کچھ تم نے سمجھا ہے وہ بیان کر دو۔ اہالیان چک نمبر ۵۴ نے اسی ملک محمد نواز نسوانہ کو کہا: تم ہی اپنے ایمان و اخلاص سے فیصلہ کر دو تم ہمارے بڑے بھائی ہو اور محترم و معظم ہو جو فیصلہ کرو ہم اس سے متفق ہیں، اس نے کہا: بھائی مہر خان اور تم جو فیصلہ کرو میں اس سے متفق ہوں چنانچہ مسجد میں یہ فیصلہ طے ہوا اور باقاعدہ تحریر ہوا اور معززین کے دستخط اور انگوٹھے اس پر لگے اور ہمارے حوالے کیا گیا جو آخر میں مذکور ہے۔

مولوی صاحب موصوف اور اس کے معاون علامہ نیلوی صاحب مسجد کے اندر گزشتہ نشین ہو کر بیٹھے تھے اور باہر صحن میں نعرہ ہائے تکبیر و رسالت سے فضا گونج رہی تھی اور لوگ مسرت سے پھولے جاموں میں نہیں سمارے تھے اور ہفتہ کے بعد پھر اسی مسجد میں جشن فتح منایا گیا جس میں علاقہ بھر کے عوام اہل سنت اور روسا نے شرکت کی اور مسک اہل سنت و الجماعت کی کامیاب ترجمانی پر بندہ کو مبارکباد دی گئی اور اللہ تعالیٰ کے اس فضل و کرم پر اس کا شکریہ ادا کیا گیا اور مخالفین کی اس غیر معقول حرکت اور بغیر اطلاع اچانک مناظرہ کے لیے آدھکنے کے باوجود ان کی ذلت آمیز شکست اور بے بسی و بدحواسی کو دیکھ کر لوگوں کو وہ خوشی اور مسرت حاصل ہوئی جو بیان سے باہر ہے اور اس چک میں جا کر اصل صورت حال کا آج بھی پتہ کیا جاسکتا ہے اور دستخط کرنے والوں سے بھی پوچھا جاسکتا ہے کہ واقعی تمہارے دستخط ہیں یا فرضی؟

## موضوعات کی تحریر میں یوسف رحمانی صاحب کی چالاکی اور فریب کاری

(۱) نور و بشریت کے مسئلہ میں کسی سنی عالم کی کتاب میں یہ مذکور نہیں کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم یا دیگر انبیاء علیہم السلام اولاد آدم نہیں تھے یا بشر و انسان نہیں تھے یا مرد نہیں تھے بلکہ رحمانی صاحب نے خود اپنی جوابی تقریر میں صدر الافاضل حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی کے حوالہ سے یہی عقیدہ اہل سنت کا بیان کیا عبارت ملاحظہ ہو :

مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی کتاب العقائد ص ۴ پر فرماتے ہیں :

”نبی صرف انسانوں میں سے ہیں اور وہ بھی صرف مرد ہوتے ہیں کوئی

فرشتہ یا جن یا عورت نبی بن کر نہیں آئے“

یہ تسلیم کرنے کے بعد بھی کہ اکابر اہل سنت نے اپنی کتابوں میں یہ عقیدہ بیان کیا ہے پھر بھی یہ مطالبہ کرنا کہ تم ثابت کرو وہ اولاد آدم نہیں بشر و انسان نہیں اور مرد نہیں کتنی بڑی ویدہ دلیری ہے اور بددیانتی۔ بہر حال مسلک اہل سنت کی مکمل توضیح و تشریح روئیداد میں موجود ہے وہ آپ ملاحظہ کر لیں گے۔

(۲ و ۳) علم غیب اور اختیارات کے متعلق جو کچھ رحمانی صاحب نے لکھا اس کے متعلق سر دست اتنی ہی گزارش کافی ہے کہ ان مولوی صاحبان نے اس انتہائی اور علمی مسئلہ کو صرف لفظی نزاع بنا کر رکھ دیا اگر یہ لفظ میں تو پھر علم غیب کا عقیدہ اور مختار ہونے کا عقیدہ رکھا جاسکتا ہے۔ اطلاع، انباء، اطہار کے الفاظ موجود ہوں وحی و تسلیم کے الفاظ موجود ہوں تو یہ عقیدہ ثابت نہیں ہو سکے گا۔ توتی الملک من تشاء کے کلمات مل جائیں تو بھی اختیار اور تصرف آپ کے حق میں ثابت نہیں ہو سکے گا کیا

اس کو علمی تحقیق کہا جائے گا یا مکرو فریب کاری اور الجھاؤ پیدا کرنے کی مذموم  
کوشش۔

یاد رہے کہ اطلاع و اظہار ذریعہ علم ہیں اور جب ان کا ثبوت قرآن سے پایا جائے  
تو لامحالہ ان کا سبب یعنی علم بھی ثابت ہو جائے گا۔  
فرمان باری تعالیٰ ہے :

ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب و لکن اللہ یجتبیٰ من  
رسلہ من یشاء۔

وقال تعالیٰ :

عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدًا الا من  
ارتضیٰ من رسول۔

نیز تعلیم کا مطاوع اور لازم علم ہے جب تعلیم احکام شرع اور علم غیب کی ثابت ہو جائے تو  
خود علم الاحکام اور علم الغیب بھی ثابت ہو جائے گا۔  
ارشاد خداوند تبارک و تعالیٰ ہے :

وعلمک ما لم تکن تعلم و کان فضل اللہ علیک  
عظیمًا۔

اور عالم تکم تعلم میں عموم کے اعتبار سے بھی اور تصریح مفسرین کے مطابق بھی احکام شرع  
اور غیب داخل ہیں لہذا انھیں کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے دی ہے اور تعلیم خداوندی پر علم کا  
مترتب نہ ہونا محال، لہذا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم الاحکام اور علم الغیب  
کا حصول واجب و لازم ٹھہرا۔ پھر الفاظ دکھانے کا مطالبہ کرنے کا کیا معنی؟

ایں چہ بوالعجبی است

مولانا انور علی تھانوی صاحب نے حفظ الایمان میں بعض علم غیب زید عمر و بکر

صبی مجنون اور چار پالیوں کے لیے بھی تسلیم کیا ہے انحران کے غیب کے متعلق کوئی آیت عملی دیوبند کو نظر آگئی ہے اور صرف نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب والی کوئی آیت نہیں مل سکی۔

**الغرض** ہم نے پوری دیانت داری سے ٹیپ ریکارڈ پر جو کچھ تھا وہ نقل کر لیا اور جو سوالات دیوبندی مناظر نے اٹھاتے تھے اور حالات کی سنگینی کی وجہ سے مناظرہ ملتوی کرنا پڑا تھا اور ان کا جواب دینے کے لیے جوابی تقریر کا وقت نہیں مل سکا تھا وہ جوابات بھی درج کر دیئے ہیں اور بجدہ تعالیٰ یہ رسالہ محض ایک مناظرہ کی کارروائی اور روئیداد تک محدود نہیں بلکہ اس موضوع پر ایک اہم دستاویز ہے اور مسلک اہل السنۃ والجماعت کی حقانیت اور صداقت کو روز روشن کی طرح واضح کرنے والا آفتاب ہے۔ اور سن کرین کے شکوک و شبہات کی تاریکیوں کو دور کرنے والا سراجِ مبین ہے۔

اللہ تعالیٰ قبولِ حق کی توفیق عطا فرمائے اور اس پر قائم و دائم رہنے کی بجز مرتبہ  
النبی الامین الکریم و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ خیر خلقہ  
محمد و آلہ و صحبہ و علماء ملتہ اجمین۔

## اظہارِ شکر

ٹیپ ریکارڈ پر سے مناظرہ کی کارروائی کو نقل کرنے کے لیے میں اپنے عزیزوں مولانا اللہ بخش صاحب سیالوی، مولانا محمد عبدالعزیز صاحب سیالوی اور جناب محمد خالقداد صاحب متعلم دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام کاشکریہ گزراہوں جنہوں نے اگرچہ تاخیر سے سہی مگر مکمل طور پر یہ تقاریر نقل کیں اور کسی طرح کی کمی بیشی کو روا نہیں رکھا اور دیر آید درست آید دلی مثال کو بھی ثابت کر دکھایا۔

اس رسالہ کا نام نورانیتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائل باہرہ اور براہین قاطعہ پر مشتمل ہونے اور شکوک و شبہات کی تاریکی کے بالکل کافور ہو جانے کی وجہ سے ”تنویر الابصار بنور النبی المختار“ علیہ صلوات الابرار رکھا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کو اسمِ بسمتی بناتے اور ابصارِ رؤس اور ابصارِ قلوب کی نورانیت کا موجب بنائے آمین! ثم آمین!



محل اشرف سیالوی  
 شیخ الحدیث دارالعلوم  
 ضیاء شمس الاسلام  
 آستانہ عالیہ سیال شریف

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على افضل  
الانبياء وسيد المرسلين وعلى اله وصحبه اجمعين  
اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله  
الرحمن الرحيم قد جاءكم من الله نور وكتاب  
مبين صدق الله مولانا العظيم وصدق رسوله النبي  
الكريم ان الله وملائكته يصلون على النبي يا ايها  
الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليما، الصلوة والسلام  
عليك يا رسول الله وعلى آلك واصحابك يا  
حبيب الله.

حضرت سامعین!

دیوبندی عالم جناب یوسف رحمانی صاحب نے ہمارے متعلق اپنی طرف سے  
یہ عقیدہ لکھ دیا ہے کہ بریلوی مناظر یہ ثابت کرے گا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے  
کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے انبیاء و رسل دنیا پر تشریف لائے وہ  
انسان بشر اور مرد نہیں تھے، جب کہ دیوبندی مناظر قرآن سے دکھلا دے گا، قل

انسانا بشر مثلکم، حالانکہ ہم اہل سنت والجماعت (بریلوی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ فرشتہ مانتے ہیں نہ جن اور نہ ہی عورت تسلیم کرتے ہیں بلکہ ظاہری لحاظ سے بشر مانتے ہیں اور مرد ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں، آپ کی شادیاں تسلیم کرتے ہیں اور اولاد بھی اور خود آپ کی ولادت بھی، اس لیے میلاد مناتے ہیں۔ الغرض جو کسی کا عقیدہ ہو لکھنے کا حق بھی اسی کو ہوتا ہے۔ دوسرے عقیدہ والے کو ان کے ذمہ فرضی عقیدہ لگا کر ثابت کرنے کا مطالبہ کرنے کا قطعاً کوئی حق نہیں پہنچتا۔

نورانیت مصطفیٰ کے متعلق ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ آپ از روئے حقیقت نور ہیں اور ظاہری طور پر لباس بشری میں آپ دنیا پر مبعوث ہوئے۔ نہ ہم یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ بالکل بشر ہی نہیں اور نہ یہ مانتے ہیں کہ آپ قطعاً نور نہیں نہ یہ دعویٰ ہے کہ آپ محض نور ہیں اور سرے سے بشر نہیں اور نہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ سرے سے نور ہی نہیں اور یہ صرف ہمارا عقیدہ نہیں بلکہ آج سے صدیوں پہلے علماء کرام کا یہی عقیدہ چلا آ رہا ہے چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی (جن کو علماء دیوبند بھی تسلیم کرتے ہیں اور ہم بھی ان کو اپنا مقتدا اور پیشوا تسلیم کرتے ہیں) مدارج النبوة میں فرماتے ہیں :

”وے صلی اللہ علیہ وسلم از فرق تا قدم ہمہ نور بود اگر نہ نقاب بشریت پوشیدہ بودے پیچ کس را مجال نظر و ادراک حسن وے ممکن نبودے“

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چوٹی سے ایڑی تک نور ہی نور تھے اگر لباس بشری آپ نے نہ پہنا ہوتا تو کوئی شخص آپ کو دیکھ بھی نہ سکتا اور کسی کے لیے آپ کے حسن و کمال کا معلوم کر لینا ممکن بھی نہ ہوتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ اس نے آپ کے نور حقیقت کو بشری لباس میں پوشیدہ کر کے ہماری ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا۔

جو عقیدہ و نظریہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا ہے وہی عقیدہ و نظریہ مدرسہ دیوبند کے بانی جناب محمد قاسم نانوتوی صاحب کا ہے جس طرح کہ انھوں نے قصائد قاسمیہ میں اس کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے

رہا جمال یہ تیرے حجاب بشریت  
 نہ جانا کسی نے تمہیں بجز ستار  
 سوا خدا کے بھلا کوئی تجھ کو کیا جانے  
 تو شمس نور ہے اور شپرنمط اولوالابصار

یا رسول اللہ! آپ کی حقیقت اور حسن باطن پر بشریت کا پردہ چڑھا دیا گیا ہے اس واسطے آپ کی حقیقت کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی نے نہیں جانا پہچانا۔

یا رسول اللہ! سوائے اللہ تعالیٰ کے آپ کی حقیقت کوئی سمجھ ہی نہیں سکتا کیونکہ آپ نور کے آفتاب ہیں اور ہم چمکا ڈور کی طرح۔ جس طرح یہ چمکا ڈور اس آفتاب کو نہیں دیکھ سکتی اسی طرح ہماری آنکھیں کبھی آپ کے آفتاب حقیقت کو نہیں دیکھ سکتیں۔

اور یہی ہے ہمارا عقیدہ اب میں آپ سے یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ پہلے دیوبندیوں کے ہاں نبی پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کو نور تسلیم کیا گیا یا نہیں؟ دیوبندی عالم مولوی اشرف علی تھانوی جن کو حکیم الامت کہا جاتا ہے اور چودھویں صدی کا مجدد تسلیم کیا جاتا ہے، اس نے اردو زبان میں ایک کتاب لکھی جس کا نام ہے ”نشر الطیب فی ذکر النبی الجبیب“ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی ابتداء ہی مولوی صاحب نے اس طرح کی ہے: ”پہلی فصل نور محمدی کے بیان میں“ کتاب اردو زبان میں ہے جسے آپ باسانی پڑھ سکتے ہیں دیکھتے یہ لکھا ہے ”پہلی فصل نور محمدی کے بیان میں“ اس میں انھوں نے جو پہلی حدیث



نقل کی ہے وہ یہ ہے:

پہلی حدیث

وروی عبد الرزاق بسندہ عن جابر بن عبد الله قال: قلت  
يا رسول الله! يا جابر! ان الله تعالى قد خلق قبل الاشياء نور  
نبيك من نوره فجعل ذلك النور يدور بالقدرة حيث شاء الله  
ولم يكن في ذلك الوقت لوح ولا قلم ولا جنته ولا نار ولا  
ملك ولا سماء ولا ارض ولا شمس ولا قمر ولا جنى ولا انسى  
فلما اراد الله ان يخلق الخلق قسم ذلك النور اربعة اجزا فخلق  
من الجزء الاول القلم ومن الثاني اللوح ومن الثالث العرش  
ثم قسم الجزء الرابع اربعة اجزاء وخلق من الاول حملة  
العرش ومن الثاني الكرسي ومن الثالث باقى الملائكة ثم قسم  
الرابع اربعة اجزاء فخلق من الاول السموات ومن الثاني الارضين  
ومن الثالث الجنة والنار ثم قسم الرابع اربعة اجزاء  
فخلق من الاول نور ابصار الهومنين ومن الثاني نور قلوبهم و  
هى المعرفة بالله ومن الثالث نور انفسهم وهو التوحيد لا اله  
الا الله محمد رسول الله (الحديث) (زرقاتى جلد اول ص ۲۹)

عبد الرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے  
روایت کیا ہے کہ میں نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھ کو خبر دیجئے کہ  
سب اشیا سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کونسی چیز پیدا کی۔ آپ نے فرمایا: ”اے جابر! اللہ

تعالے نے تمام اشیا سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا پھر وہ نور قدرت الہیہ سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا اور اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم، اور نہ بہشت تھی اور نہ دوزخ، اور نہ فرشتہ تھا اور نہ آسمان، اور نہ زمین تھی نہ سورج اور نہ چاند نہ جن تھے اور نہ انسان تھے پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کیے اور ایک حصے سے قلم پیدا کیا دوسرے حصے سے لوح اور تیسرے حصے سے عرش، آگے حدیث طویل ہے۔

غور کیجئے! بشریت پیدا ہوئی آگ پانی مٹی اور ہوا سے لیکن آگ بھی بعد میں بنی مٹی بھی بعد میں پیدا ہوئی اور پانی ہوا کو بھی بعد میں پیدا کیا گیا اور زمین و آسمان کو بھی بعد میں پیدا کیا گیا لیکن خود مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سب سے پہلے پیدا کیا گیا۔ یہ ہے پہلی حدیث جو اشرف علی تھانوی صاحب نے نقل کی۔ پوچھنے والا صحابی جابر بن عبد اللہؓ اور بیان فرمانے والے نبی پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کو نقل کرنے والے یوسف حمانی صاحب کے اکابرین میں سے حکیم الامت اشرف علی تھانوی دیوبندی اور اس مضمون کی سات حدیثیں اس نے درج کی ہیں لیکن دوسری روایات کے بیان کرنے سے پہلے اس حدیث کے متعلق جو نکتہ اس نے بیان کیا ہے وہ عرض کرتا چلوں۔

ہا: اس حدیث سے نور محمدی کا اول الخلق ہونا یا ولایت حقیقیہ ثابت ہوا کیونکہ جن جن اشیا کی نسبت روایات میں اولیت کا حکم آتا ہے ان اشیا کا نور محمدی سے متاخر ہونا اس حدیث میں منصوص ہے۔

پتہ چلا کہ واقعی اور حقیقی تحقیقی طور پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ساری مخلوق سے پہلے پیدا فرمائے گئے مخلوق میں سے کوئی چیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے پیدا نہیں کی گئی۔ قلم کے متعلق بعض روایات میں اول الخلق ہونے کا ذکر ہے مگر اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ آپ قلم سے بھی پہلے پیدا کیے گئے اگر لوح کے متعلق پہلے پیدا کیے جانے

کی روایت ہے تو اس حدیث میں یہ تصریح موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوح سے بھی پہلے پیدا کیے گئے۔ الغرض دوسری ہر شے بعد میں پیدا کی گئی اور نور محمدی سب سے پہلے پیدا کیا گیا (اور اسی کو تاج نبوت اور خلعت رسالت سے نوازا گیا جب کہ ہنوز ابو البشر حضرت آدمؑ اب و گل کی صورت میں تھے) لہذا ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت نور ہے اور یہ حقیقت سب سے پہلے موجود تھی البتہ لباس بشری کے لحاظ سے۔ نبی پاک علیہ السلام اولاد آدم علیہ السلام سے بھی ہیں اور انسان بھی مرد بھی اور متاخر بھی۔

**سوال :** رہا یہ سوال کہ نور ہیں تو بشر کس طرح ہو سکتے ہیں اور بشر ہیں تو نور کس طرح ہو سکتے ہیں؟

**جواب :** میں آپ کے سامنے ایک چھوٹی سی مثال عرض کر کے یہ حقیقت واضح کرتا ہوں کہ نور اور بشریت کا اکٹھا پایا جانا محال اور ناممکن نہیں ہے آپ راتوں کو گھروں سے باہر نکلیں تو کھیتوں میں چمکتا ہوا ایک کیرا نظر آتا ہے جس کو جگنو کہتے ہیں۔ یہ حیوان کی جنس سے ہے حشرات الارض کی قسم ہے خاکی پتلا اور کیرا ہے مگر اس میں نور بھی ہے اگر جگنو میں حیوانیت اور خاکی پتلا ہونا اس کے نورانی ہونے کے منافی نہیں دونوں چیزیں اس میں یکجا ہیں اور یہاں کسی دیوبندی وہابی کو استحالہ نظر نہیں آتا اور یہ اجتماع ناممکن دکھائی نہیں دیتا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس نور بھی ہو اور بشری لباس اور انسانی لباس میں بھی ہوں تو اس میں کون سی ناممکن اور محال چیز وقوع پذیر ہو جائے گی۔

الغرض میں اپنے گھر کا حوالہ پیش نہیں کر رہا ہوں بلکہ علماء دیوبند میں سے حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب کا حوالہ پیش کر رہا ہوں۔ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نور ماننے والا گمراہ اور بد عقیدہ ہے تو سب سے پہلے اشرف علی تھانوی گمراہ ہے جس

نے اردو میں کتاب لکھ کر ہر اردو خواں کو اپنا عقیدہ بتلا دیا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم  
 نور ہیں کتاب لکھنا جائز، چھاپنا بھی جائز اور اس کا فروخت کر کے پیسہ کمانا بھی جائز مگر  
 اس میں درج عقیدہ بیان کرنا جائز اور وہ عقیدہ اپنا مگر اسی اور بے دینی سے  
 ناطقہ سرگیریاں ہے اسے کیا کہتے

اگر اس کتاب میں مذکور عقیدہ درست نہیں تو یہ کاروبار تجارت بھی حرام اور ناجائز ہے  
 اور یہ جائز ہے تو پھر عقیدہ بھی درست اور صحیح ہے۔

### دوسری حدیث

عن العرباض بن ساریة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه  
 قال انى عند الله مكتوب خاتم النبیین وان آدم لم نجدل فى طينته۔  
 (مشکوٰۃ شریف ص ۳۹ مع زرقانی ص ۳۹)

اب دوسری حدیث عرض کرتا ہوں۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے  
 روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”بے شک میں حق تعالیٰ کے  
 نزدیک خاتم النبیین ہو چکا تھا اور آدم علیہ السلام ہنوز اپنے خمیر میں ہی پڑے تھے (یعنی  
 ان کا پتلا بھی تیار نہیں ہوا تھا)۔“

روایت کیا اس کو احمد اور بیہقی نے اور حاکم نے اس کو صحیح الاسناد بھی کہا ہے،  
 اور مشکوٰۃ میں شرح السنہ سے بھی یہ حدیث مذکور ہے۔

اس حدیث پاک سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تحقیقاً آدم علیہ السلام سے قبل

۱۰ اشرف الطیب ص ۷

نبی ہونا بھی ثابت اور خاتم النبیین کے منصب پر فائز ہونا بھی ثابت، موجود ہونا بھی ثابت اور آپ کی حقیقت کا نور ہونا بھی ثابت، کیونکہ بشروں کا باپ بعد میں پیدا کیا جا رہا ہے اور آپ کی حقیقت پہلے ہی موجود و متحقق تھی اور ان صفات کمال کے ساتھ موصوف و متصف۔ اس مقام پر مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کا بیان کردہ نکتہ اور ایک توہم کا ازالہ بھی ملاحظہ فرماتے جائیں۔

اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ شاید مراد یہ ہے کہ میرا خاتم النبیین ہونا مقدر ہو چکا تھا سو اس لیے آپ کے وجود کا تقدم آدم علیہ السلام پر ثابت نہ ہوا۔ جواب یہ ہے، اگر یہ مراد ہوتی تو آپ کی کیا تخصیص تقدیر تمام اشیا مخلوقہ کی ان کے وجود سے مقدم ہے پس یہ تخصیص خود دلیل ہے اس کی کہ مقدر ہونا مراد نہیں بلکہ اس صفت کا ثبوت مراد ہے اور ظاہر ہے کہ کسی صفت کا ثبوت فرع ہے مثبت لہٰذا کے ثبوت کی پس اس سے آپ کے وجود کا تقدم ثابت ہو گیا اور چونکہ مرتبہ بدن متحقق نہیں تھا اس لیے نور اور روح کا مرتبہ متعین ہو گیا۔

اس سوال و جواب نے واضح کر دیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت محض علم الہی کے لحاظ سے نہیں تھی بلکہ خارج اور واقع میں آپ کا نور اور روح اقدس اور حقیقت محمدیہ اس صفت کمال کے ساتھ موصوف و متصف تھی اور یہی ہمارا نظریہ و عقیدہ ہے کہ بشریت کے لحاظ سے اولاد آدم بھی ہیں مگر حقیقت کے لحاظ سے اصل موجودات ہیں اور بنیاد آدم صلی اللہ علیہ و علی سائر الانبیاء وسلم یہی تھانوی صاحب ایک اور سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں سوال یہ ہے کہ جب انبیاء علیہم السلام موجود ہوتے تو ان کے خاتم کا موجود ہونا بھی متصور ہو سکتا تھا جب ان کا بلکہ ان کے والد اور معدن و اصل کا ہی وجود نہیں تھا تو آپ خاتم النبیین کس طرح ہو گئے تھانوی صاحب کی زبانی سوال و جواب ملاحظہ کریں۔

اگر کسی کو شبہ ہو کہ اس وقت ختم نبوت کے ثبوت کے بلکہ خود نبوت ہی کے ثبوت کے کیا معنی کیونکہ نبوت آپ کو چالیس برس کی عمر میں عطا ہوئی اور چونکہ آپ سب نبیوں کے بعد مبعوث ہوتے اس لیے ختم نبوت کا حکم کیا گیا۔ یہ وصف تو خود تاخیر کو مقتضی ہے جو اب یہ ہے کہ یہ تاخیر مرتبہ ظہور میں ہے مرتبہ نبوت میں نہیں جیسے کسی کو تحصیلداری کا عہدہ آج مل جائے اور تنخواہ بھی آج ہی سے پڑھنے لگے مگر ظہور ہو گا کسی تحصیل میں بھیجنے کے بعد۔

یعنی جس طرح اس تحصیلدار کے منصب کا لوگوں کو علم اس وقت ہو گا جب وہ تحصیل میں جا کر چارج سنبھالے گا وہ اس وقت معلوم کریں گے کہ یہ ہمارے تحصیلدار صاحب ہیں، حالانکہ سرکار کے نزدیک وہ اس وقت سے تحصیلدار ہے جب سے اسے نامزد کیا گیا ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین کے مرتبہ پر اس وقت فائز ہو چکے تھے جب آدم علیہ السلام ہنوز عالم آب و گل میں تھے، اگرچہ لوگوں کو اس وقت پتہ چلا جب آپ کا ظہور ہوا۔ الغرض ظہور اگرچہ بعد میں ہوا لیکن وجود پہلے تھا اور یہی ہمارا عقیدہ ہے کہ حقیقت توریہ کے لحاظ سے آپ اصل موجودات اور بنیاد آدم علیہ السلام اگرچہ ظہور اور نشاۃ دنیویہ کے لحاظ سے اولاد آدم ہیں۔ اب تک دو حدیثیں آپ سن چکے اب تیسری حدیث سنتے دو صحابیوں یعنی حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری اور حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہما کی گواہی اور شہادت پہلے آپ کی۔ اب تیسری شخصیت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی شہادت اور گواہی سماعت فرمائیے۔

## تیسری حدیث

عن ابی ہریرۃ قال قالوا یا رسول اللہ متی وجبت لک  
النبوة قال وادم بین الروح والجسد۔

رواہ الترمذی، مشکوٰۃ شریف ص ۵۱۳۔ زرقانی جلد اول ص ۳۴

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم  
نے پوچھا، یا رسول اللہ! آپ کے لیے نبوت کس وقت ثابت ہو چکی تھی۔ آپ نے  
فرمایا: ”جس وقت میں کہ آدم علیہ السلام ہنوز روح اور جسد کے درمیان تھے یعنی ان  
کے تن میں جان نہیں آئی تھی“۔

روایت کیا اس کو ترمذی نے اور اس حدیث کو حسن کہا اور ایسے ہی الفاظ میں صہبی  
کی روایت میں بھی آتے ہیں امام احمد نے اپنی مسند میں اور امام بخاری نے اپنی تاریخ  
میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں اس کو روایت کیا ہے اور حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے۔  
صحابہ کرام علیہم اجمعین کے پوچھنے اور سوال کرنے سے کہ آپ کب سے نبی بنے ہو  
پتہ چل گیا کہ جن کے گھر آپ پیدا ہوئے اور عمر شریف کے چالیس سال گزارے تھے اور  
اس قدر طویل عرصہ گزارنے کے بعد نبوت کا اعلان فرمایا جب وہ اس طرح کا سوال  
کرتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ آپ کب سے نبی ہیں تو معلوم ہوا کہ ان کے ایمان نے  
گواہی دی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اگرچہ نبوت کا اعلان اور اظہار چالیس سال  
کے بعد کیا لیکن آپ نبی بنے ہونے پہلے کے تھے۔ اسی لیے یہ نہیں پوچھا کہ تم نے اعلان  
نبوت و رسالت کب فرمایا، بلکہ پوچھا ہے:

متی وجبت لک النبوة یا رسول اللہ! (آپ کے لیے اے رسول اللہ!

نبوت ثابت کس وقت سے ہے۔)

۹۸۱۹۷

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جواب کہ میں اس وقت سے نبی ہوں جب تمہارے باپ آدم علیہ السلام کا روح ابھی ان کے جسم میں پھونکا نہیں گیا تھا صحابہ کرام کے اس نظریہ و عقیدہ پر مہر تصدیق ہے کہ تم نے درست سمجھا واقعی میں عمر شریف کے چالیس سال گزار کر نبی نہیں بنا بلکہ اس وقت سے یہ منصب اور اعزاز مجھے حاصل ہے جب کہ ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کے تن بدن میں جان نہیں آئی تھی۔

اس روایت کو ترمذی شریف میں نقل کیا گیا ہے۔ اور ترمذی شریف حدیث کی وہ کتاب ہے جس کے متعلق محدثین نے فرمایا، جس کے گھر میں یہ کتاب موجود ہو وہ یوں سمجھے کہ رب تعالیٰ کا رسول میرے گھر میں موجود اور تشریف فرما ہے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو نہ موضوع و من گھڑت کہا ہے اور نہ ہی ضعیف بلکہ انھوں نے اس کو حسن کہا ہے اور حدیث حسن حجت و دلیل اور سند ہو سکتی ہے۔ اور پھر اشرف علی تھانوی نے تصریح کر دی کہ میرہ جنبی کی روایت میں بھی اسی طرح کے الفاظ آتے ہیں گویا یہ روایت دو صحابیوں سے مروی ہوئی اور اس طرح کل چار صحابیوں کی شہادت اور گواہی اب تک اچکی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق و ایجاد سے پہلے نبوت و رسالت اور خاتم النبیین کے منصب پر فائز ہو چکے تھے۔

علاوہ ازیں اس کو امام احمد نے اپنی سند میں ذکر کیا ہے جو اہل سنت کے چوتھے امام ہیں اور ابو حنیفہ مالک اور شافعی کے بعد ان کا درجہ ہے۔ پھر امام بخاری نے اس کو اپنی تاریخ میں اور امام بخاری کے استاد ابو نعیم نے اس کو حلیہ میں نقل کیا ہے، اور حاکم جیسے محدث نے اس کی تصحیح کی، حاکم وہ محدث ہے جس نے بخاری و مسلم سے رہ جانے والی صحیح احادیث کو جمع کیا ہے اور اس کتاب کا نام مستدرک رکھا ہے۔

الغرض دو صحابیوں سے یہ روایت مروی و منقول ہے اور بھی صحیح و حسن اور



دو صحابیوں کی مروی و منقول حدیثیں پہلے درج ہو چکی ہیں تو اب تک چار صحابہ کی گواہی اور شہادت پیش کر چکا ہوں۔ دیکھئے زنا جیسا سنگین جرم چار آدمیوں کی گواہی سے ثابت ہو جاتا ہے اور اس شخص پر حد زنا لگ جاتی ہے، تو میں عامی قسم کے چار آدمیوں کی نہیں بلکہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے چار حضرات کی شہادت اس عقیدہ نورانیت پر پیش کر چکا ہوں اور وہ بھی مخالفین کے امام و پیشوا اور ان کے حکیم الامت کا لقب پانے والے کی کتاب نشر الطیب کے حوالے سے کیا اب بھی اس مسئلہ میں شک و تردید کی کوئی گنجائش ہے اور انکار و انحراف کی۔

اب چوتھی روایت اس نشر الطیب مؤلفہ اشرف علی تھانوی صاحب کے حوالہ سے پیش خدمت ہے۔

### چوتھی روایت

وعن الشعبي قال قال يا رسول الله! متى استنبتت قال و  
 ادم بين الروح والجسد حين اخذ مني الميثاق - (رواه بن سعد  
 من رواية جابر الجعفي فيما ذكره ابن رجب - زرقاني جلد اول ص ۳۹)  
 (شعبي سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کب  
 نبی بنائے گئے۔ آپ نے فرمایا: اس وقت آدم علیہ السلام روح اور جسد  
 کے درمیان میں تھے جب کہ مجھ سے ميثاق نبوت کا لیا گیا۔ (کما قال اللہ  
 تعالى: واذ اخذنا من النبيين ميثاقهم ومنك و  
 من نوح)

(روایت کیا اس کو ابن سعد نے جابر جعفی کی روایت سے ابن رجب کے ذکر

کے موافق)

یہ پانچویں صحابی کی گواہی اور شہادت ہے اس عقیدہ نورانیت پر۔ اس روایت میں صحابی کا نام نہیں بتلایا گیا لیکن صحابہ کرام روایت کے معاملہ میں سبھی عدول ہیں اور جرح سے بالاتر لہذا خواہ ان کا نام مذکور نہیں تو بھی روایت درست اور حجت ہے اور اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ ابھی حضرت آدم علیہ السلام کے روح اور جسم کا باہمی ربط و تعلق نہیں ہوا بلکہ نہ جسم مکمل ہوا تھا اور نہ ہی اس میں حیات پیدا ہوئی تھی کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرما دیا تھا اور مجھ سے نبوت کا عہد اور میثاق ہوا تھا اشرف علی صاحب اس حدیث کے تحت ایک نکتہ بیان کرتے ہیں اور پہلی روایت میں علم الہی کے لحاظ سے نبی ہونے اور خاتم النبیین ہونے کے توہم کا ازالہ کرتے ہیں۔

حدیث بالا میں جو مقدر ہونے کے احتمال کا جواب دیا گیا ہے یہ حدیث اس جواب میں نص ہے، کیونکہ اخذ میثاق تو یقیناً موقوف ہے وجود اور ثبوت پر، مرتبہ تقدیر (اور علم الہی) میں میثاق ہونا نہ نقل اس کی مساعد ہے نہ عقل۔ لہذا اس روایت سے اور تھانوی صاحب کے اقرار و اعتراف سے واضح ہو گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فی الواقع موجود تھے اور نبوت کے ساتھ موصوف تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان سے اس وقت میثاق نبوت کا لیا جس وقت کہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے اور پھر آیت کریمہ سے بھی ثابت کر دیا کہ آپ وجود میں مقدم تھے اور نبوت کے ساتھ موصوف ہونے میں بھی اور عہد و میثاق میں بھی اس لیے حضرت نوح علیہ السلام سے میثاق اور عہد لینے کا ذکر بعد میں کیا۔

## پانچویں روایت

عن علی بن الحسین عن ابيه عن جده ان النبي  
صلى الله عليه وسلم قال كنت نورا بين يدي  
ربي قبل خلق آدم باربعه عشر الف عام۔

( زرقانی جلد اول )

احکام ابن القطان میں منجملہ ان روایات کے جو ابن مرزوق نے ذکر کی  
ہیں حضرت علی بن الحسین یعنی امام زین العابدینؑ سے روایت ہے  
وہ اپنے باپ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے اور وہ ان کے جد امجد  
یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا: میں آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار  
برس پہلے اپنے پروردگار کے حضور ایک نور تھا۔

اس روایت میں تین ائمہ معصومین محفوظین کی شہادت و گواہی سے سرور عالم صلی اللہ  
علیہ وسلم کا یہ ارشاد واضح ہو گیا کہ میں آدمؑ کی تخلیق سے چودہ ہزار برس پہلے نورانی حالت  
میں موجود تھا۔ تھانوی صاحب اس روایت کے تحت بیان فوائد کے ضمن میں یوں  
رقم طراز ہیں :

ف : اس عدد میں کم کی نفی ہے زیادتی کی نفی نہیں پس اگر زیادتی کی روایت نظر  
نظر پڑے تو شبہ نہ کیا جاوے۔ رہ گئی تخصیص اس کے ذکر میں سو ممکن ہے  
کہ کوئی خصوصیت مقامیہ اس کو مقتضی ہو ص ۹۔“

گویا یہ مطلب نہیں کہ چودہ ہزار برس سے پہلے نہیں تھا بلکہ لاکھ سال پہلے ہونے  
کی روایت بھی نظر پڑے تو نہ شک و تردد کا اظہار کیا جائے اور نہ ہی اعتراض و انکار

کیونکہ نبی پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف یہ فرمایا ہے کہ تخلیق آدم علیہ السلام سے چودہ ہزار برس پہلے تھا اور یہ نہیں فرمایا کہ اس سے پہلے نہیں تھا لہذا اگر ایک لاکھ سال پہلے نورانی وجود کے ساتھ موجود ہونے کی روایت نظر پڑے تو اس میں بھی شک نہ کیا جاوے۔ غور کیجئے، بشریت کی بنیاد بعد میں رکھی جا رہی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کا گزرا مٹی بعد میں تیار کیا جا رہا ہے لیکن نبی الانبیاء علیہ التعمہ والثناء چودہ ہزار سال پہلے نورانی وجود کے ساتھ موجود ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں تشریف فرما ہیں۔ لہذا ہمارا عقیدہ ثابت ہو گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت کے لحاظ سے نور ہیں جسے سب اشیا سے پہلے پیدا کیا گیا اور ظاہری لباس کے لحاظ سے بشر ہیں۔

قل انما انا بشر مثلکم کے اندر ظاہری بشریت بیان کی گئی ہے اور یوحی الی انما الہکم الہ واحد کے اندر اشارۃ اور قد جاءکم من اللہ خوراً کے اندر صراحت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کا نور ہونا بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ارشاد گرامی یا ایہا النبی انا ارسدک شاہداً و مبشراً و نذیراً و داعیاً الی اللہ بادنہ و سراجاً منیراً کے اندر واضح کر دیا ہے کہ میرا نبی صرف نور ہی نہیں بلکہ منیر ہے اور لوگوں کو روشنی مہیا کرنے والا ہے اور یہ وضاحت کر چکا ہوں کہ قول باری تعالیٰ هل کنت الا بشراً رسولاً ہو یا انما انا بشر مثلکم وغیرہ ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہری لحاظ سے بشر کہا گیا ہے نہ کہ حقیقت کے لحاظ سے (جو ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق و ایجاد سے بھی ہزاروں سال پہلے موجود و متحقق تھی) اور یہی عقیدہ علماء دیوبند کی زبانی عرض کر چکا ہوں جس طرح بانی دیوبند قاسم نانوتوی صاحب کا قول گزر چکا ہے

رہا جمال پر تیرے حجاب بشریت  
 نہ جانا کسی نے تمہیں بجز ستار  
 سوا خدا کے بھلا کوئی تجھ کو کیا جانے  
 تو شمس نور ہے اور شپرنمط اولوالابصار

جس سے معلوم ہوا کہ جمال حقیقت اور ہے لباس اور ہے جمال حقیقت الگ ہے  
 اور بشریت صرف لباس و حجاب ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے تمہاری حقیقت کو کوئی سمجھ  
 سکتا ہی نہیں کیونکہ تو شمس نور ہے اور اس آفتاب حقیقت کا مشاہدہ کرنا ہمارے لیے  
 اسی طرح ناممکن ہے جس طرح چمکاؤڑ کے لیے اس سورج کو دیکھنا اور اس کی حقیقت  
 کا مشاہدہ کرنا۔

الغرض اب تک پانچ روایات و احادیث اور دو آیات اپنے دعوے کے  
 ثبوت میں پیش کر چکا ہوں پہلی آیت : قد جاءكم من الله نور و کتاب  
 منین اور دوسری : داعیا الی اللہ باذنتہ و سر اجا منیراً اور بشریت  
 مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر دلالت کرنے والی دونوں آیتوں کا جواب بھی عرض کر چکا ہوں  
 کہ ان دونوں میں ظاہری بشریت کا بیان ہے جس کے ہم خود قائل ہیں اس لیے آپ  
 کا میلاد مناتے ہیں اور آپ کی اولاد تسلیم کرتے ہیں۔

مولوی یوسف صاحب کی مضحکہ خیز الزام تراشی

مولوی یوسف رحمانی صاحب نے تحریر دعویٰ میں لکھا ہے کہ بریلوی مناظرہ ثابت  
 کرے گا کہ نبی مرد نہیں کوئی اس صاحب سے پوچھے کہ آپ کو کس نے بتلایا ہے کہ ہم  
 انبیاء علیہم السلام کو عورت یا نادر تسلیم کرتے ہیں۔ نعوذ باللہ!

حضرات سامعین! کبھی آپ لوگوں نے ہماری زبانی سنا کہ انبیاء عورتیں ہو کر تیں  
 ہیں یا نامرد ہوتے ہیں۔ رحمانی صاحب بتائیں یہ عقیدہ ہماری کس کتاب میں لکھا ہوا  
 ہے ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ نبی نشاۃ دنیوی اور جسم عنصری کے لحاظ سے مرد ہوتے ہیں  
 اور مرد بھی ایسے کہ ان کی قوت مردی عام انسانوں سے بالکل مختلف ہوتی ہے اور کوئی ان  
 کی برابری کر ہی نہیں سکتا۔ الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مرد بھی ہیں لباس ظاہری کے  
 لحاظ سے اور بشر و انسان بھی ہیں اور اولادِ آدم سے بھی ظاہر کے اعتبار سے۔ اگرچہ  
 حقیقتِ نوریہ کے لحاظ سے اصل کائنات و موجودات ہیں اور بنیادِ آدم علیہ السلام۔  
 دیکھئے! دانہ زمین میں بویا جاتا ہے اور کاشت کیا جاتا ہے پھر اس سے پودا اگتا ہے  
 پھر اس پر خوشہ لگتا ہے اور اس میں وہی دانہ موجود ہوتا ہے جو زمین میں یونے اور کاشت  
 کرنے سے پودا معرضِ وجود میں آیا یہی دانہ پہلے بھی ہے اور اصل و بنیاد بھی اور  
 یہی دانہ اس پودے کی فرع بھی ہے۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حقیقتِ  
 نوریہ کے لحاظ سے پہلے بھی ہیں اور ظاہر کے لحاظ سے بعد میں بھی تو یہ ہے۔ ہمارا عقیدہ  
 اور ہمارا ایمان چونکہ میں اس جگہ تقریر کرنے کے لیے آیا تھا نہ کہ مناظرہ کرنے کے لیے  
 آیا تھا اس لیے چند مختصر سی کتابیں ساتھ لایا تھا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ جب کتاب  
 دیوبندیوں کی ہو اور لکھنے والے چھاپنے والے بھی دیوبندی ہوں اور اس میں سے  
 عقیدہ ہمارا نکل آئے اور ثابت ہو جائے تو زیادہ لمبے چوڑے دلائل پیش کرنے کی  
 ہمیں ضرورت ہی کیا ہے۔

کیا نور بشری حالت میں آسکتا ہے؟

اب اس حقیقت پر سے پردہ اٹھانے کی ضرورت ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم کو از روئے حقیقت نور کہا اور ظاہر کے لحاظ سے بشر تو کیا اس طرح نور کا حالت بشری میں تشریف لانا ممکن ہے تو قرآن مجید اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس عقیدہ کو حل کرتے ہیں۔

حضرت مریم علیہا السلام کے پاس اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا بشری حالت میں اور آپ اس کو دیکھ کر گھبرا گئیں اور واسطہ دے کر الگ ہو جانے کی درخواست کرنے لگیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

اذ ارسلنا الیہا روحنا فتمثل لہا بشرا سویا۔ ہم نے حضرت مریم کے پاس روح الامین کو بھیجا تو وہ مکمل بشر اور انسان بن کر ان کے سامنے نمودار ہوئے۔ انہوں نے ان کو اس حالت میں اپنے سامنے دیکھ کر کہا: انی اعوذ بالرحمن منك ان كنت تقیاً۔ میں تجھے حزن کا واسطہ دے کر اپیل کرتی ہوں کہ مجھ سے دور ہو جا اگر کچھ بھی خوفِ خدا تیرے دل میں ہے تو انہوں نے کہا: انما انا رسول ربک لا ھب لك غلاماً ذکياً۔ میں حقیقی بشر اور انسان نہیں ہوں بلکہ میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا نورانی فرشتہ ہوں تاکہ میں تجھے پاکیزہ بیٹا عطا کروں۔

معلوم ہوا کہ حقیقت جبرائیل نور ہے مگر ظاہری طور پر بشر بن کر نمودار ہوئے اور حضرت مریم عقیقہ ولیہ کاملہ کو بھی یہی مغالطہ ہوا کہ یہ جس طرح ظاہر میں بشر ہیں اسی طرح حقیقت میں بھی بشر ہوں گے اور کہیں میری عصمت پر حملہ آور نہ ہو جائیں مگر انہوں نے اس حقیقت کا انکشاف کرتے ہوئے فرمایا: میں ظاہر میں بشر ہوں اور مرد ہوں مگر حقیقت میں نورانی معصوم فرشتہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا۔ الغرض ثابت ہو گیا کہ یہ ممکن ہے کہ حقیقت نور ہو مگر وہ نورانی شخصیت بشری حالت میں ظہور فرما ہو۔

مشکوٰۃ شریف کی ابتدائی حدیث جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

اس میں موجود، اذ طلع علينا رجل شديد بياض الثياب شديد سواد  
الشعر لا يرى عليه اثر السفر ولا يعرفه منا احد - (الحديث)  
ایک ایسا آدمی اور مرد ہم پر اچانک طلعت فرما ہوا جس کے کپڑے بہت سفید تھے اور  
بال بہت سیاہ، گرد و غبار اور سفر کی آلودگی سے پاک تھا اور اسے ہم میں سے کوئی شخص  
جانتا بھی نہیں تھا بعد میں معلوم ہوا کہ یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے۔

اذ طلع علينا الخ سے واضح ہوا کہ وہ مرد تھے داڑھی شریف بھی تھی اور  
اور سر کے بال بھی لمبے لمبے تھے سخت سیاہ بھی تھے اور لباس بھی مردانہ زیب تن تھا  
ہر کسی نے یہی سمجھا انسان ہے بشر ہے مرد ہے لیکن ترجمان حقیقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ  
وسلم نے بتلایا کہ یہ جبرائیل امین تھے جو تجھے دین سکھانے کے لیے آئے تھے۔ ثابت ہوا کہ جبریل  
نور بھی ہے حقیقت کے لحاظ سے اور بشر و انسان بھی ہے ظاہر کے لحاظ سے اور اس طرح  
نورانیت اور بشریت کا اجتماع بالفعل ثابت ہو گیا۔ اگر نبی کریم علیہ السلام یہ راز فاش نہ کرتے  
اور اس حقیقت سے پردہ نہ اٹھاتے تو سبھی صحابہ کرام یہی سمجھے رہتے کہ ایک مرد اور  
بشر آیا تھا اور اس نے ایسے ایسے سوالات کئے تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
نے یہ جوابات دینے تھے مگر یہ تو سرکار نے مہربانی فرمائی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ  
سے دریافت فرمایا جانتے ہو یہ آنے والا شخص کون تھا؟ عرض کیا: نہیں۔ تو فرمایا:

هذا جبرئیل اتاكم يعلمكم دينكم (یہ جبرائیل علیہ السلام ہیں جو تمہارے

پاس اس لیے آئے تاکہ تمہیں تمہارا دین سکھلائیں)

قرآن و حدیث کی ان دلیلوں سے یہ ثابت کرنے کے بعد کہ نورانیت اور بشریت

اکٹھے ہو سکتے ہیں۔ اب اور مثال عرض کرتا ہوں۔



## جگنو اور آنکھ کی تمثیل

دیکھیے! انسانی آنکھ چربی کے پردوں سے بنی ہے اور اس میں نور بھی موجود ہے۔  
 آنکھ جسم انسانی کا اہم جزو ہے اور انتہائی عظیم و شریف عضو، مگر اس میں بشریت بھی ہے  
 اور نورانیت بھی اگر عام انسانوں کے ایک جزو و عضو میں نورانیت اور بشریت کا اجتماع  
 پایا جاتا ہے اور اس میں کوئی بحث اور مناظرہ کی ضرورت نہیں ہے اور نہ تردد و انکار  
 کی۔ اور پہلے جگنو کی مثال پیش کر چکا ہوں کہ وہ جنس حیوان سے ہے حشرات الارض  
 کے قسم سے ہے خاکی پیلا ہے مگر اس میں نورانیت بھی موجود ہے اور حسب استطاعت  
 رات کی تاریکی کو اپنے نور سے اجالا بھی بخشتا ہے مگر یہاں بھی کسی دیوبندی وہابی کو  
 نورانیت اور حیوانیت کے اجتماع میں استحالة نظر نہیں آتا اور شک و تردد کی گنجائش  
 نہیں ہے تو آخر سرور عالم و عالمیان سید انس و جان صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس  
 میں نورانیت اور بشریت کے اجتماع پر اعتراض کیوں ہے جن کی بشریت بھی ارواح  
 انبیاء و اولیاء سے لطیف تر ہے اور ان کا وجود اقدس سارے عالم کے لیے اس طرح  
 ہے جس طرح ہمارے جسم کے لیے آنکھ۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں نورانیت  
 اور بشریت کا جمع ہونا ممکن اور دلائل کتاب و سنت سے ثابت

وہ جگنو جس کے نور کو رب تعالیٰ نے اب پیدا کیا وہ خاکی پیلا اگر نور ہو سکتا ہے تو  
 جس نور کو رب تعالیٰ نے بشریت کے آغاز اور تخلیق و ایجاد سے چودہ ہزار سال پہلے پیدا  
 کیا وہ کیونکر نور تسلیم نہیں کیا جاسکتا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: قد  
 جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین (تحقیق تمہارے پاس آیا نور کہاں سے  
 آیا۔ من اللہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے۔ و کتاب مبین اور روشن کتاب آئی۔ نور اور  
 کتاب کے درمیان عطف ذکر فرمایا گیا ہے اور عطف مغایرت کو چاہتا ہے لہذا ثابت

ہوا کہ نور علیہ حقیقت ہے اور کتاب مبین علیہ۔ اس آیت کریمہ سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا پر ظہور فرما ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں موجود تھا کیونکہ اس کے سفر کا منہا بیان کیا گیا ہے: "قد جازکم" میں کہ وہ تمہارے پاس پہنچے اور آغاز بیان کیا گیا ہے: "من اللہ" کے ساتھ یعنی اللہ تعالیٰ کے پاس سے آئے اور وہاں سے آنا تبھی متصور ہو سکتا ہے کہ پہلے وہاں پر وہ نور موجود ہو مثلاً کوئی میرے متعلق کہے کہ محمد اشرف سیالوی سیال شریف سے آیا ہے تو یہ اسی صورت میں کہا جاسکتا ہے کہ میرے یہاں آنے سے پہلے میں سیال شریف میں موجود ہوں اگر وہاں موجود ہی نہ ہوں اور سیال شریف دیکھا بھی نہ ہو تو وہاں سے آنا کیسے ممکن ہو گا۔ الغرض جو سیال شریف میں ہو گا سیال شریف سے آئے گا اور جو سیال شریف میں نہیں ہو گا۔ وہ سیال شریف سے نہیں آسکتا۔

اللہ رب العزت نے جب فرما دیا: قد جاءك من الله نور۔ تمہارے پاس آئے نور۔ اور کہاں سے آئے، من اللہ۔ اللہ تعالیٰ کے پاس سے اور ہماری پیش کردہ احادیث سے یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ آپ تخلیق آدم سے قبل نور تھے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں موجود تھے اور کم از کم چودہ ہزار برس پہلے اور وصف نبوت سے بھی موصوف تھے اور خاتم النبیین کے منصب پر فائز ہو چکے تھے لہذا اس آیت کریمہ سے بھی عند اللہ موجود ہونا نورانی حیثیت کے ساتھ واضح ہو گیا اور احادیث رسول سے بھی اس کی ہی تفسیر واضح ہو گئی لہذا ہمارا عقیدہ واضح ہو گیا کہ آپ حقیقت کے اعتبار سے نور ہیں اور ظاہری لحاظ سے بشر بھی۔ والحمد للہ علی ذلک۔

سوا خدا کے بھلا کوئی تجھ کو کیا جانے

تو شمس نور ہے اور شپرنمط اولوالابصا

نختم شد تقریر علامہ سیالوی غفرلہ،

# تَتِمُّهُ

چونکہ ایک ایک تقریر کے بعد مناظرہ کا اختتام ہو گیا اور مزید تفصیلات بیان کرنے کا موقعہ ہی نہ ملا اس لیے نورانیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اثبات میں پیش کردہ آیات کی مفسرین کرام اور علماء دیوبند کی زبانی تشریح و توضیح پیش کرتا ہوں تاکہ قوت استدلال ظاہر ہو جائے۔

قولہ تعالیٰ:

## قد جاءكم من الله نور وكتاب مبين

تفسیر جلالین میں فرمایا: قد جاءكم من الله نور۔ هو نور النبي صلی اللہ

علیہ وسلم۔

اور تفسیر صامی حاشیہ جلالین میں فرمایا: ای وسی نوراً لانہ ینور البصائر و

یہدیہا للرشاد و لانہ اصل کل نور حسی ومعنوی۔

(جلد اول صفحہ ۲۳۹)

قول باری تعالیٰ میں نور سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے

اور آپ کو نور اس لیے کہا گیا ہے کہ آپ بصائر کو اور قلوب کی آنکھوں کو منور فرماتے ہیں،

اور ان کو رشد و ہدایت عطا فرماتے ہیں اور آپ کو نور اس لیے کہا گیا ہے کہ آپ ہر نور حسی

اور معنوی کے اصل ہیں یعنی نور شمس و قمر اور نور کوکب و ابصار کے بھی اصل ہیں۔ اور

نور نبوت و رسالت اور نور ولایت و ایمان کے بھی اصل آپ ہیں۔  
تفسیر روح المعانی میں علامہ سید محمود آلوسی حنفی بغدادی اس آیت کریمہ کے  
تحت فرماتے ہیں؛

قد جاءكم من الله نور عظيم وهو نور الانوار و  
النبي المختار صلى الله عليه وسلم (الطیبي) وقال الطیبي  
انه اوفق لتكرير قوله سبحانه وتعالى قد جاءكم  
بغير عطف فعلق به اولا وصف الرسالة والثاني  
وصف الكتاب ولا يبعد عندي ان يراد بالنور و  
الكتاب المبين هو النبي صلى الله عليه وسلم و  
العطف عليه كالعطف على مال الجبائي ولا شك في  
صحة اطلاق كل عليه عليه الصلوة والسلام ولعلك  
تتوقف في قبوله من باب العبارة فليكن ذلك من  
باب الاشارة الى روح المعانی جلد ۶ ص ۷۸

نور سے مراد نور عظیم، نور الانوار اور نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور علامہ طیبی نے  
فرمایا کہ نور سے مراد ذات رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونا ہی زیادہ انسب ہے۔ قد  
جاءكم کے تکرار بلا عطف کے ساتھ یعنی جب یا اهل الكتاب قد جاءكم  
رسولنا ذکر کیا تو اس کے بعد واو عطف ذکر کئے بغیر قد جاءكم من الله نور  
ذکر فرمایا گیا اور حرف عطف جو مغفرت کے لیے ہوا کرتا ہے اس کا درمیان میں لانا روا  
نہیں رکھا گیا تو معلوم ہوا رسولنا اور نور کا مصداق ایک ہے اور دونوں جگہ اہل کتاب  
عہ: یاد رہے جیاتی اور زعفری دونوں معتدلی علمائے نور سے مراد بھی قرآن لیا ہے لیکن عطف کو مغفرت اعتباری  
پر محمول کیا ہے جس کے برعکس علامہ آلوسی نے کتاب مبین سے بھی ذات رسول مراد لی ہے اور عطف کو مغفرت اعتباریہ  
پر محمول کیا ہے۔

کو رسول منتظر اور نور مجسم کے تشریف لانے کی بشارت دی گئی ہے۔ پہلے قد جبار کم کے ساتھ وصف رسول کا تعلق کیا گیا یعنی نور کا اور دوبارہ وصف کتاب کا۔ اور علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

میرے نزدیک اس میں کوئی استبعاد نہیں ہے کہ نور سے جس طرح ذات رسول صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہے کتاب مبین سے بھی آپ ہی کی ذات اقدس مراد ہو۔ رہا یہ سوال کہ عطف مفارقت کو چاہتا ہے تو پھر نور اور کتاب میں تغائر ہوگا اتحاد کس طرح ہو سکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی تغائر صفاتی عطف کے لیے کافی ہوتا ہے۔ جس طرح کہ جبائی نے نور سے کتاب مراد لے کر یہی توجیہ کی ہے تو ہم کتاب مبین سے مراد ذات رسول صلی اللہ علیہ وسلم لیں تو عطف اس میں مانع نہیں ہو سکتا اور ہر دو اسماء کا اطلاق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بلا شک و شبہ جائز اور صحیح ہے اور اگر تجھے عبارت النص کے لحاظ سے اس میں توقف ہو تو اشارۃ النص کے لحاظ سے تو اس اطلاق میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

جس طرح علامہ اقبالؒ نے فرمایا ہے

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب

گنبد آگینہ رنگ تیرے محیط میں حجاب

علامہ آلوسی نے ہی ”من باب الاشارة فی الآيات“ میں فرمایا:

قد جاءكم من الله نور۔ ابرزته العناية الالهية

من معان العماء (و کتاب) خطه قلم الباری فی صحائف

الامکان جامعاً لکل کمال وهما اشارة الی النبی صلی اللہ

علیہ وسلم ولذا لک وحد الضمیر فی قوله تعالیٰ۔

(یہدی بہ اللہ) جلد ۶ ص ۱۰۹

تحقیق آیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور جس کو عنایت الہیہ نے عمار کے مخفی مکان سے ظاہر فرمایا۔ اور کتاب جس کو قلم باری تعالیٰ نے صحائف امکان میں نقش فرمایا در آنجا لیکہ وہ ہر کمال کی جامع ہے اور نور و کتاب دونوں کے ساتھ اشارہ ہے طرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور اس لیے یہدی بہ میں واحد کی ضمیر ذکر کی ہے ورنہ یہدی بہما ذکر کیا جاتا۔

علامہ علی قاریؒ شرح شفاء میں فرماتے ہیں :

وای مانع من ان يجعل النعتان للرسول صلى الله عليه وسلم فاتة نور عظيم لكمال ظهوره بين الانوار وكتاب مبين حيث انه جامع لجميع الاسرار ومظهر للحكام والاحوال والابخار<sup>۱</sup>

اس سے کونسا امر مانع ہے کہ نور اور کتاب میں دونوں رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کی نعمتیں ہوں کیونکہ آپ نور عظیم میں واسطے کمال ظہور کے درمیان انوار کے اور کتاب میں اس لحاظ سے کہ جامع ہیں جمیع اسرار کے اور ظاہر کرنے والے ہیں احکام و احوال اور اخبار کے۔ لہذا دونوں صفات کا مصداق ذات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

④ تفسیر خازن میں فرمایا :

قد جاءكم من الله نور. یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم انما سماه الله نورًا لانه يهدي به كما يهدي بالنور في الظلام<sup>۲</sup>

۱: شرح شفاء ص ۱۱۲ ج ۱

۲: تفسیر خازن ص ۲۲۱

نور سے مراد ذاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے نور اس لیے فرمایا ہے کہ آپ کے ساتھ اسی طرح رہنمائی حاصل کی جاتی ہے جس طرح تاریکی میں نور کے ساتھ۔

⑤ تفسیر مدارک میں فرمایا:

او النور محمد علیہ السلام لانہ یہتدی بہ کما  
سعی سراجا لہ ص ۲۲۱ برعاشیہ خازن

یا نور سے مراد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے اور چونکہ آپ سے رہنمائی حاصل کی جاتی ہے لہذا آپ کو نور کہا گیا ہے جیسے کہ سراج اور روشن چراغ فرمایا گیا۔

آئیے اب علماء دیوبند کی زبانی نور کا مصداق معلوم کریں۔

مولوی رشید احمد گنگوہی جو علماء دیوبند کے گویا استاد اور شیخ ہیں اور ان کے نزدیک صدیق و فاروق ہیں بلکہ بانی اسلام کے ثانی (نعموذا باللہ جیسے کہ مرثیہ گنگوہی میں مولانا محمود الحسن صاحب نے کہا ہے۔ وہ امداد السلوک میں لکھتے ہیں:

”قول باری تعالیٰ قد جاءکم من اللہ نور، میں نور سے مراد

حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے نیز حق تعالیٰ نے فرمایا: یا

ایہا النبی انا ارسلناک شہداً و مبشراً و نذیراً و

داعیاً الی اللہ باذنہ و سراجاً منیراً۔ اے نبی! ہم نے آپ کو

نور اور مشرودہ سناتے والا اور ڈرانے والا، اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والا اور

چراغ منیر بنا کر بھیجا ہے اور منیر روشن کرنے والے اور دوسرے کو نور دینے

والے کو کہتے ہیں پس اگر کسی دوسرے کو روشن کرنا انسان کے لیے محال ہوتا تو ذات پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ کمال حاصل نہ ہوتا، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی تو اولاد آدم علیہ السلام ہی میں ہیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا اور ظاہر ہے کہ نور کے علاوہ ہر جسم کا سایہ ضرور ہوتا ہے۔ اسی طرح آپ نے اپنے تبعین کو اس قدر تزکیہ اور تصفیہ بخشا کہ نور بن گئے۔ نیز حق تعالیٰ نے فرمایا:

والذین امنوا معہ نور ہم یسعیٰ بین ایدیہم و بایہا نہم  
اور وہ لوگ جو ہمارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ان کا نور ان کے  
آگے اور داہنی جانب دوڑتا ہوگا۔

اور دوسری جگہ فرمایا:

یوم تری المؤمنین والمومنات یسعیٰ نور ہم بین  
ایدیہم و بایہا نہم یوم یقول المنافقون والمنافقات  
انظرونا نقتبس من نورکم۔ یاد کر اس دن کو جب کہ مومنین کا  
نور ان کے آگے اور داہنی جانب دوڑتا ہوگا اور منافقتین کہیں گے ذرا ٹھہر  
جاؤ تا کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ اخذ کریں۔

ان دونوں آیتوں سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی  
اطاعت و متابعت سے ایمان اور نور دونوں حاصل ہوتے ہیں۔ حضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حق تعالیٰ نے مجھے اپنے نور سے پیدا فرمایا اور  
مومنین کو میرے نور سے پیدا فرمایا۔ نیز آپ نے اس طرح دعا کی ہے: اے  
اللہ! میرے سمع اور بصر کو نور بنا دے۔ بلکہ آپ نے یوں عرض کیا: خود  
مجھ کو نور بنا دے۔



(۱) پس اگر انسان کے نفس کا روشن ہونا محال ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا بھی نہ کرتے، کیونکہ محال بات کی دعا کرنا بالاتفاق ممنوع ہے حضرت ابوالحسن نورمی علیہ الرحمہ کو نورمی اس لیے کہتے ہیں کہ بارہا ان سے نور دیکھا گیا تھا۔ اور بہتیرے خواص و عوام، صلحاء و شہدار کے قبرستانوں سے نور اٹھتا ہوا دیکھتے ہیں اور یہ نور ان کے نفس زکیہ کا ہی نور ہے جب نفس کا کام عالی ہو جاتا ہے، تو اس کا نور بدن میں سرایت کر جاتا ہے اور بدن کا مزاج اور طبیعت بن جاتا ہے۔ اس کی بعد اگر نفس بدن سے جدا بھی ہو جاتا ہے تب بھی وہ بدن نور کی آمد و رفت کا ایسا ہی منبع و منفذ بنا رہتا ہے جس طرح زندگی اور نفس کے باقی رہنے کے وقت بنا ہوا تھا، لے

اب طویل اقتباس سے حاصل ہونے والے فوائد پر ذرا نظر فرمائیں :

- ① نور سے مراد ذات رسول اللہ علیہ وسلم ہے۔
- ② آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سراج منیر فرمایا گیا اور منیر روشن کرنے والے اور دوسروں کو نور دینے والے کو کہتے ہیں (جو خود ہی روشن نہ ہو وہ دوسروں کو روشن کیسے کر سکتا ہے۔)
- ③ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نور خالص بن گئے تھے کہ آپ کے بدن کا سایہ بھی نہ رہا حالانکہ بجز نور ہر جسم کا سایہ ہوتا ہے گویا یہ صرف حقیقت ہی آپ کی نور نہیں تھی بلکہ جسدِ اطہر بھی نور ہو گیا تھا۔
- ④ آپ کی تنویر اور تزکیہ سے امتی بھی نورانی بن گئے مثلاً جس طرح ابوالحسن نورمی؟

- ⑤ قیامت میں ہر امتی کے اندر سے نور ظاہر ہوگا جو داییں اور سامنے روال ہواں ہوگا اور ہر شخص اس کو محسوس کرے گا حتیٰ کہ منافق بھی (تو کیا عجب کہ دنیا میں ایسے امتی ہوں جن کا نور دوسرے نہیں تو اہل ایمان تو محسوس کریں۔
- ⑥ صلیبیٰ شہدا کے قبرستانوں سے نور اٹھتا دکھائی دیتا ہے جس کو بہترے عوام اور خواص دیکھتے ہیں گویا سراج منیر کی تنویر سے زندگی اور موت دونوں حالتوں میں نور برقرار رہتا ہے۔
- ⑦ آپ کی متابعت سے ایمان اور نور دونوں حاصل ہوتے ہیں۔ جب آپ کی غلامی کے اثرات میں سے نور انیت نفس اور نور انیت بدن ایک اثر ہے تو خود مخدوم و آقا کی نور انیت میں شک و تردید کی کیا گنجائش اور جب آپ کی متابعت سے ایمان اور نور دونوں چیزیں حاصل ہوتی ہیں تو معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مثل آفتاب نور تقسیم کرنے والے ہیں جس طرح ایمان نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ آپ کے نور یا منیر ہونے کا صرف یہ مطلب نہیں کہ آپ کی بدولت ایمان حاصل ہوتا ہے بلکہ بقول گنگوہی صاحب ایمان کے ساتھ ساتھ نور بھی حاصل ہوتا ہے۔ لہذا یہاں اصلی معنی سے عدول کی ضرورت نہیں۔
- ⑧ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ محض نور صفاتی کے مالک نہیں جو اتباع شرع سے حاصل ہوتا ہے بلکہ آپ میں نور ذاتی ہے جس طرح گنگوہی صاحب نے حدیث شریف نقل کیے واضح کر دیا یعنی میں اللہ کے نور سے ہوں اور مومنین میرے نور سے ہیں۔ الغرض اس کلام سے دونوں آیات میں نور منیر کا حقیقی معنی میں ہونا واضح ہو گیا اور تاویلات و توجیہات کا بے وقعت ہونا اس سے ظاہر ہو گیا۔

مولانا گنگوہی صاحب کے بعد علماء دیوبند کی دوسری بڑی شخصیت جس کو حکیم الامت اور مجدد کہا جاتا ہے۔ آیت کریمہ کے متعلق ان کی تفسیر و تشریح بھی ملاحظہ کرتے چلیں اور صحت قد جاءکم بوہان من دیکم وانزلنا الیکم نورا صبیحا کی تفسیر و تشریح بھی۔ اور اس آیت کریمہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کا برہان رب تعالیٰ ہونا اور نور مبین ہونا بھی واضح ہو جائے گا اور داعیا الی اللہ باذنہ و سراجا صیبرا کی تفسیر بھی معلوم ہو جائے گی۔ رسالہ کا نام النور ہے اور اس کے آغاز میں یہ شعر درج ہے۔

نبی خود نور اور فتہ ان ملا نور  
نہ ہو کیوں مل کے پھر نور علی نور

اما بعد فقد قال اللہ تعالیٰ : قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین۔ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک روشن چیز آئی اور ایک کتاب واضح۔

یہ ایک مختصر سی آیت ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی دو نعمتوں کا عطا فرمانا بیان فرمایا ہے ان دونوں نعمتوں میں ایک تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود یا جو ہے اور دوسری نعمت قرآن مجید کا نزول ہے۔ ایک کو لفظ نور سے تعبیر کیا گیا ہے اور دوسرے کو کتاب کے عنوان سے ارشاد فرمایا ہے۔ یہ تو جہیہ اس آیت کی ایک تفسیر کی بنا پر ہے یعنی جب کہ نور سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود یا جو مراد لیا جاوے۔ صفحہ ۲، ۳۔ اس کی ایک تفسیر یہ ہے جو میں نے ذکر کی کہ نور سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور اس تفسیر کی ترجیح کی وجہ یہ ہے کہ اس سے مراد اوپر بھی قد جاءکم رسولنا تمہارے پاس ہمارے یہ رسول تشریف لاتے ہیں فرمایا ہے تو یہ قرینہ ہے اس پر کہ دونوں جگہ جبارکم کا فاعل ایک ہو دوسرے اوپر قد جبارکم رسولنا کے ساتھ جو آپ کی شان بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے : یبین لکم کثیرا مما کتم تخفون من الکتاب یعنی کتاب میں سے جن باتوں کو تم چھپاتے ہو ان میں سے بہت سی باتوں کو صاف صاف

کھول دیتے ہیں یعنی آپ کو مبین اور منظر فرمایا۔ اب سمجھئے نور کی حقیقت ہے ظاہر بنفسہ منظر لغیرہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان منظر کے بہت مناسب ہے کہ مراد نور سے آپ ہوں اور اس کے آگے قرآن کی شان میں فرماتے ہیں، کتاب مبین یہدی بہ اللہ، تو کتاب کو تو آلہ اظہار فرمایا اور آپ کو مبین میں خود منظر فرمایا پس یہ قرینہ ہے تفسیر بالا کا (تا) تو نور کی شان میں تو اظہار غالب ہے اور کتاب میں ظہور غالب ہے تو یہدی بہ اللہ کتاب کے زیادہ مناسب ہے اور نور حضور کے زیادہ مناسب ہے یہ ہے وجہ ترجیح ص ۳۱۔

مگر اس میں ایک اشکال ہو سکتا ہے کہ دوسری جگہ ارشاد ہے :  
 قد جاءکم برہان من ربکم وانزلنا الیکم نوراً  
 مبیناً۔ تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک دلیل آ  
 چکی ہے اور ہم نے تمہارے پاس ایک نور بھیجا ہے۔

تو یہاں برہان سے تو مراد غالباً بقرینہ انزلنا قرآن ہے اور یہی نور وہاں بھی آیا ہے اور القرآن یفسر بعضہ بعضاً قرآن کا ایک حصہ دوسرے حصہ کی تفسیر کرتا ہے، تو جواب اس کا یہ ہے کہ ہم کب دعویٰ کرتے ہیں کہ جہاں بھی لفظ جاء ہے وہاں اس کے فاعل حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوں گے ممکن ہے کہ یہاں 'جاءکم' کی اسناد کتاب کی طرف مجازاً ہو مگر جہاں اسناد حقیقی بن سکے وہاں اس کو کیوں نہ اختیار کیا جاوے اور یہاں قد جاءکم نور میں ہو سکتا ہے پس یہاں یہ ہی مناسب ہوگا دوسرے ہم 'انزلنا' سے بھی رسول ہی مراد لے سکتے ہیں چنانچہ ایک اور مقام پر ہے :

قد انزل اللہ الیکم ذکراً رسولاً اے شک اللہ نے نازل کی ہے تمہاری طرف ایک نصیحت یعنی ایک رسول، رسولاً بدل ہے بطور تفسیر کے 'ذکراً' سے یہاں بھی انزلنا کا مفعول لفظ رسولاً واقع ہوا ہے۔ پس اس سے بھی تفسیر مختارہ،

ایک اور جگہ فرماتے ہیں :

یا ایہا النبی انا اذسلنک شاہداً و مبشراً و نذیراً  
 و داعیاً الی اللہ بآدنیہ و سراجاً منیراً (اے نبی صلی اللہ علیہ  
 وسلم! ہم نے آپ کو اس نشان کا رسول بنا کر بھیجا ہے کہ آپ گواہ ہوں گے  
 اور آپ بشارت دینے والے ہیں اور ڈرانے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی  
 طرف اس کے حکم سے بلانے والے ہیں اور آپ ایک روشن چراغ ہیں۔) خدا  
 تمہاں وہی صاحب کی اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ راجح اور مختار تفسیر یہی ہے کہ نور سے  
 مراد رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے اور آپ کو سراج منیر اور روشن چراغ بنا کر بھیجا گیا  
 اور آپ برہان ربی بھی ہیں اور آثار سے ہوتے نور مبین بھی۔

بانی دیوبند جناب قاسم نانوتوی صاحب کا عقیدہ و نظریہ پہلے بیان ہو چکا ہے :

رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت  
 نہ جانا کسی نے تمہیں بجز ستار  
 سوا خدا کے بھلا کوئی تجھ کو کیا جانے  
 تو شمس نور ہے اور شپیر نمط اولوالابصا

الغرض کل تک علماء دیوبند کا یہی نظریہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نور بھی ہیں  
 اور منیر بھی اور آپ کی بارگاہ سے صرف نور ایمان ہی حاصل نہیں ہوتا بلکہ حسی نور بھی حاصل  
 ہوتا ہے جو آخرت میں ہر مومن کے اندر محسوس ہوگا اور دنیا میں بھی خواص کے اندر ظاہری  
 حیات میں بھی اور وفات و وصال کے بعد ان کی قبروں سے بھی نور محسوس ہوتا ہے۔ اور یہ  
 بھی واضح ہوا کہ آپ از روئے پیدائش بھی نور ہیں یعنی ذاتی نور بھی آپ میں موجود ہے اور  
 صفاتی بھی جتنے کہ آپ کا بدن بھی بے سایہ ہو گیا تھا اور آپ جسمانی طور پر بھی نور خالص

## احادیث نورانیت اور تنویر کا بیان

اب آپ کو چند احادیث کے مطالعہ کی دعوت دیتا ہوں تاکہ واضح ہو جائے کہ آپ نور بھی ہیں اور منیر بھی اور ان آیات کی تشریح خود احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو جائے۔

① عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقلج الثیقین اذا تکلم رأی کالنور ینخرج من بین ثناياه اخرجہ - الترمذی فی الشمائل والبیہقی والطبرانی وابن العساکر - حجة اللہ علی العلمین ص ۶۸۔

(حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے والے دونوں دانتوں مبارک میں کشادگی اور تھوڑا سا خلا تھا جب آپ کلام فرماتے تو آپ کے مبارک دانتوں سے نور نکلتا ہو محسوس ہوتا تھا۔) خصائص کبریٰ جلد اول ص ۶۲

② ابو قریصافہ سے مروی ہے کہ میں نے، میری والدہ اور خالہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیعت کی جب ہم واپس لوٹے تو میری والدہ اور خالہ نے کہا: اے بیٹے! ما رأینا مثل هذا الرجل احسن وجها ولا انقى ثوبا ولا الین کلاماً ورینا کان النور ینخرج من فیہ۔ ہم نے اس ہستی کی مانند کوئی شخص خوب صورت چہرے والا اور پاکیزہ لباس

والا، نرم گفتگو والا نہیں دیکھا اور ہم نے دیکھا گویا نور آپ کے منہ مبارک سے نکل رہا تھا۔ (اخرجہ الطبرانی خصائص کبریٰ ص ۶۲)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ میں کپڑا سی رہی تھی کہ سوئی میرے ہاتھ سے گر پڑی تلاش کی مگر نہ مل سکی۔ فدخول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتبینت الابرة بشعاع نور وجهہ اسی دوران رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے تو میں نے آپ کے پہرہ اقدس کے نور کی شعاع میں سوئی کو دیکھ لیا، میں نے اس صورت حال کی آپ کو اطلاع دی تو آپ نے فرمایا: یا حمیرا! الویل ثمال الویل ثلاثا لمن حرم النظر الی وجہی۔ اے حمیرا! ہلاکت ہے پھر ہلاکت ہے پھر ہلاکت ہے اس شخص کے لیے جو میرے پہرہ کی زیارت اور دیدار سے محروم رہا۔ (یعنی باوجود زیارت کر سکنے کے نہ کی، خصائص کبریٰ ص ۶۳)

④ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: اذا ضحك يتلانا في الجدر كما رمله قبله ولا بعده اخرجہ البزار والبیہقی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے اور ہنستے تو آپ کے دندان مبارک کا نور دیواروں پر چمکتا دکھائی دیتا میں نے آپ جیسا نہ پہلے دیکھا اور نہ آپ کے بعد حجۃ اللہ ص ۶۹ خصائص ص ۷۲۔

⑤ حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علیہ مبارک کے متعلق دریافت کیا اور وہ بیان علیہ میں سب صحابہ کرام سے امتیازی حیثیت رکھتے تھے تو انہوں نے فرمایا: کان فخما فمخماً يتلانا وجهه تلاماً القمر ليلة البدر (الی)، اقنی العرنین لہ نور یعلوہ

يحبسه من لم يتامله اشتم الحديث خاصائص ص ۶۶ فجه  
حجة الله ص ۶۹۳ -

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی عظمت و اہبت کے مالک تھے آپ  
کا چہرہ انور رات کو یوں چمکتا تھا جیسے چودھویں کا چاند آپ کے ناک مبارک کی  
نوک بلند تھی اور اس پر نور جھلکتا تھا جو اچھی طرح نور سے نہ دیکھتا وہ سمجھتا کہ آپ  
کا ناک مبارک بلند ہے۔

⑥ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: ما دعیت اشجع  
ولا اجود ولا اضواء من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخرجہ  
الدارمی حجة اللہ ص ۶۸۹۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
سے زیادہ شجاع و بہادر اور جو اد و سخی اور نہ کوئی روشن اور چمکیلا شخص دیکھا۔

⑤ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے ایک چاندنی رات  
میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور آپ سرخ و صاری دار جبہ زیب تن کیے  
ہوئے تھے۔ فجعلت انظر الیہ والی القمر فلہو کان احسن  
فی عینی من القمر۔ اخرجہ الدارمی والبیہقی۔ خصائص  
کبریٰ جلد اول ص ۷۰۔ میں بار بار آپ کی طرف اور چاند کی طرف دیکھنے  
لگا اور حسن و نورانیت میں آسمان کے چاند اور اس بدر منیر کا موازنہ کرنے لگا  
تو آپ میری نگاہ میں چاند سے زیادہ نورانی تھے اور حسن میں فاتق۔

⑧ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:  
کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سراس تناد  
وجہہ کانه قطعۃ قمر و کنا نعرف ذالک منہ۔ اخرجہ  
البنخاری خصائص ص ۷۲۔



رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب مسرور ہوتے تو آپ کا چہرہ اقدس اس طرح چمکتا گویا کہ وہ چاند کا حصہ ہے اور ہم ہمیشہ یہ کیفیت سرور چہرہ اقدس کو دیکھ کر پہچان لیا کرتے تھے۔

⑨ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم احسن الناس وجهاً  
انورهم لوناً لم يصفه واصف قط الا شبهه وجهه بالقمر  
ليلة البدر. الحديث اخرجہ ابو نعیم خصائص کبریٰ  
جلد اول ص ۶۷

رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ خوبصورت چہرے والے تھے اور سب سے زیادہ نورانی اور چمکیلی رنگت والے آپ کی تعریف میں جس واصف و مادح نے بھی لب کشائی کی اس نے آپ کے چہرہ انور کو چودھویں کے چاند کے ساتھ تشبیہ دی۔

⑩ حضرت قتادہ بن نعمان سے مروی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشا کی نماز ادا کی ایسی رات میں جو سخت تاریک تھی اور بارش برس رہی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کھجور کی شاخ عطا فرمائی اور فرمایا: انطلق به فانه سيفي لك من بين يدك عشراً  
و من خلفك عشراً فاذا دخلت بيتك فستري سواداً  
فاضريه حتى يخرج فانه شيطان. اسے لے جئے! یہ تیرے لیے دس گز آگے اور دس گز پیچھے تک روشنی کرے گی جب تو گھر میں داخل ہوگا تو سیاہ رنگ کا سانپ دیکھے گا اس کو بھی اس کے ساتھ مارنا تاکہ وہ گھر سے نکل جائے کیونکہ وہ شيطان ہے۔ فانطلق فاضاء لـ

العرجون حتی دخل بیتہ و وجد اسود ف ضربہ حتی

اخرجہ رواہ ابو نعیم۔

چنانچہ حضرت قتادہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کردہ شاخ کے  
چلے تو اس نے راستہ کو جگمکا دیا اور گھر میں داخل ہوتے تو گھر میں سانپ کو  
موجود پایا اور اسے اس شاخ کے ساتھ مارا جتنے کہ وہ نمل گیا۔ حجۃ اللہ

ف: اس حدیث سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لوگوں کے گھروں کی کیفیات پر مطلع  
ہونا بھی واضح ہو گیا اور سانپ کی صورت میں ان کے گھر جو شے موجود ہے وہ حقیقت میں  
کیا ہے اس پر بھی آپ کا مطلع ہونا واضح ہو گیا۔

① حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عباد بن بشر اور  
حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما کسی مقصد کے لیے رات گئے تاک  
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر رہے، رات سخت  
تاریک تھی جب باہر نکلے تو ان میں سے ایک کے ماتھ میں چھڑی تھی؛  
فاضات لہما عصا احدهما فمشیا فی ضوءها حتی اذا  
فترقت بہما الطريق اضاءت للآخر عصا فمشی کل  
واحد منہما فی ضوء عصا حتی بلغ اہلہ۔ رواہ البخاری  
فی الصحیح حجۃ اللہ ص ۱

پہلے ایک چھڑی روشن ہو گئی اور وہ اس کی روشنی میں چلنے لگے جب دونوں کا  
راستہ الگ الگ ہونے لگا تو دوسرے کی چھڑی بھی روشن ہو گئی اور ہر ایک  
اپنی اپنی چھڑی کی روشنی میں چلتا ہوا اپنے گھر میں داخل ہوا۔ خصائص کبریٰ

جلد ۲ ص ۸۰

② حضرت حمزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ایک سفر میں رسول اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں تھے اور تاریک رات میں ہم ادھر ادھر کبھر گئے اور منتشر ہو گئے۔ فاضات اصابعی حتی جمعوا علیہا ظہرہم و ما سقط من متاعہم وان اصابعی لتنیر۔ خصائص کبریٰ جلد ۲ ص ۸۱۔ اخرجہ البخاری فی تاریخہ والبیہقی و ابو نعیم۔

میری انگلیاں روشن ہو گئیں تھیں کہ ان کی روشنی میں سب نے اپنی ساریوں کو یکجا کیا اور گرا ہوا سامان جمع کیا اور میری انگلیاں اسی طرح روشنی پھیلا رہی تھیں۔

(۱۳) شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی نے ذکر فرمایا ہے کہ ایک صحابی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کی طرف دعوتِ اسلام کے لیے ارسال فرمایا۔ اس نے عرض کیا: کوئی ایسا نشان عطا فرمائیے جو ان کے لیے علامتِ صدق بن جائے پس انگشت شریف میان دو چشم وے زرد از آنجا بیاض و نورے پیدا شد پس عرض کرد آن صحابی و گفت می ترسم کہ مردم برص خیال نکنند چنانچہ در قصہ موسیٰ علیہ السلام نیز آمدہ بیضا من غیر سور، پس نقل کرد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آنرا بتا زیانہ وے۔ مدارج النبوة جلد اول ص ۱۱ و کذا فی الخصائص کبریٰ صفحہ نمبر

تو آپ نے اس کی پیشانی پر انگلی مبارک رکھی تو اس میں سفیدی اور نورانیت پیدا ہو گئی اس صحابی نے عرض کیا: مجھے اندیشہ ہے لوگ اس کو کہیں بلاتامل دیکھ کر برص کا داغ نہ سمجھیں تو آپ نے اس نور کو اس کی چھڑی میں منتقل کر دیا تاکہ تو ہم برص کا شائبہ ختم ہو جائے جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں بیضا من غیر سور فرمایا گیا ہے یعنی ہاتھ سفید اور نورانی محسوس ہوتا تھا

لیکن اس میں بیماری کا کوئی گمان نہیں کر سکتا تھا۔) اور اس صحابی کا نام طفیل بن عمر دوسی ہے۔

شیخ محقق نے حضرت قتادہ حضرت اسید حضرت عباد حضرت حمزہ سلمیٰ اور حضرت طفیل رضی اللہ عنہم والی روایات نقل کرنے کے بعد فرمایا:

”ایں احادیث اول دلیل اند بر نورانیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و سرایت نورانیت وے بخادمان درگاہ و بمانند عصا و تازیانہ ایشان چہ جائے ذوات و اعضائے ایشان نور علی نور یہدی اللہ لنورہ من یشاء“

یہ احادیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت پر بہت واضح دلائل ہیں بلکہ آپ کے۔

نور اقدس کے خادمان بارگاہ میں بلکہ ان کی چھڑیوں میں بھی سرایت کرنے پر ان کی ذوات اور اعضا میں آپ کے انوار نے جو سرایت کی ہوگی اس کا اندازہ ہی کیا ہو سکتا ہے۔ آپ نور ہیں بلکہ نور علی نور ہیں سراسر اور سراپا نور ہیں مگر جس کو اللہ تعالیٰ چاہے اس کو اپنے نور کی طرف ہدایت دیتا ہے۔

(۱۴) امام سیوطی نے بارہ تیرہ روایات اس مضمون کی ذکر کی ہیں کہ جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی تو آپ کے ساتھ ایسا نور تھا جس نے مشرق و مغرب کو روشن کر دیا جتنے کہ آپ نے اس نورانیت کی بدولت حجرہ مبارکہ میں ہوتے ہوئے اور آفتاب آسمانی طلوع ہونے سے قبل شام کے مہلات کو اپنی آنکھوں سے ملاحظہ و مشاہدہ فرمایا۔ ان میں سے چند ایک کے الفاظ یہ ہیں:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما (الی) حتی وضعته فلما فصل منی خرج معہ نور اضاء له ما بین المشرق و

وان امر رسول الله صلى الله عليه وسلم رات حين  
وضعت نوراً اضاءت له قصور الشام-

اور حضرت آمنہ فرماتی ہیں:

قضاء لي ما بين المشرق والمغرب حتى نظرت الى  
بعض قصور الروم-

اور بعض روایات میں ہے:

فلما ولد النبي صلى الله عليه وسلم امتلأت الدنيا  
كلها نوراً - اور بعض میں اس طرح ہے: سطح منها نور اضاءت  
له قصور بصرى - الغرض ان روایات سے آپ کی شان نورانیت  
بھی واضح ہے اور منیر ہونا بھی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں قدم اقدس  
رکھا تو صحابہ کرام مدینہ منورہ کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

لما كان اليوم الذي دخل فيه رسول الله صلى الله  
عليه وسلم المدينة اضاء منها كل شيء - اور ایک روایت  
میں ہے: فلما ريوماً احسن ولا اضاء منه - حاکم بیہقی  
وابن سعد -

آپ کے مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے مدینہ منورہ کی ہر چیز روشن  
ہو گئی اور میں نے اس دن سے زیادہ حسین اور نورانی دن نہیں دیکھا تھا اور  
جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو اس وقت کی کیفیت بھی  
صحابہ کرام کی زبانی سماعت فرمائیے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لما كان اليوم الذي مات فيه رسول الله صلى  
الله عليه وسلم اظلم من المدينة كل شئ اخرج به  
ابن سعد والحاكم والبيهقي.

(جس دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا مدینہ کی ہر چیز

تاریک نظر آتی تھی۔) خصائص کبریٰ جلد ثانی ص ۳۷۵

(۱۶) اس طرح ابا و اجداد کے چہروں سے آپ کے انوار کا جھلکنا اور ابرہہ کا اس  
نور کو جناب عبدالمطلب کی پیشانی میں جھلکتے دیکھ کر تعظیم کرنا اور اس کے متکبر  
اور سرکش ہاتھی کا آپ کے سامنے سرنگوں ہونا کتب سیرت میں مفصل مذکور  
ہے۔

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب ابرہہ کے واقعہ کو نقل کرتے ہوئے کہتے

ہیں: ان کی صورت دیکھتے ہی اس نے بایں جہت کہ عظمت اور مہابت نور شریف  
کی ان کے چہرے سے نمایاں تھی ان کی نہایت تعظیم کی اور تخت سے اتر  
بیٹھا... (تا) ... بالجملہ ایسی عظمت نور مبارک کی تھی کہ بسبب اس کے بادشاہ  
ہیبت میں آجاتے اور تعظیم و تکریم کرتے۔ (نشر الطیب ص ۲۱)

اور اس سے پہلے ایک روایت میں نقل کیا ہے کہ عبدالمطلب کے جسم

سے مشک کی خوشبو آتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ان کی

پیشانی میں چمکتا تھا اور جب قریش میں قحط ہوتا تو عبدالمطلب کا ہاتھ پکڑ کر ثبیر  
کی طرف جاتے تھے اور ان کے ذریعے حق تعالیٰ کے ساتھ تقرب ٹھونڈتے

اور بارش کی دعا کرتے تو اللہ تعالیٰ بہ برکت نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

باران عظیم مرحمت فرماتے۔ اور ایک روایت یوں ہے کہ فاطمہ ختمیہ نے

حضرت عبداللہ کے چہرے میں نورِ نبوت دیکھا تو اپنی طرف بلایا تو انھوں نے انکار کر دیا۔ کذا فی المواہب ص ۲۱۰، ۲۰۔

فت: جب ابرہہ حملہ آور ہوا تھا تو نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ ماجدہ کے بطنِ اقدس میں پہنچ چکا تھا لیکن پھر بھی اس کے اثرات اور تجلیات جناب عبدالمطلب سے ہلالی شکل میں نمودار ہوتے اور انکے کوہِ ثبیر پر موجود ہونے کے باوجود کعبہ مبارک پر اس نور کی شعاعیں پڑیں جس طرح تھانوی صاحب نے بھی لکھا:

(۱) اس وقت نور مبارک عبدالمطلب کی پیشانی میں گول بطور ہلال کے نمودار ہو کر خوب درخشاں ہوا یہاں تک کہ شعاع اس کی خانہ کعبہ پر پڑی۔ عبدالمطلب نے یہ بات دیکھ کر قریش سے کہا: چلو! یہ نور اس طرح میری پیشانی میں جو چمکا یہ دلیل ہے اس بات کی کہ ہم غالب رہیں گے۔ ص ۲۱

مواہب لدنیہ میں اصل عبارت اس طرح ہے:

فرکب عبدالمطلب فی قریش حتی طلع جبل ثبیر  
فاستدارت دائرة غرة رسول الله على جبهته كاللؤلؤ  
اشتد شعاعها على البيت الحرام مثل السراج فلما  
نظر عبدالمطلب الى ذلك قال يا معشر قریش ارجعوا  
فقد كفيتم هذا الامر فوالله ما استدار هذا النور  
منى الا ان يكون الظفر لنا۔ ص ۲۵ جلد اول

جب عبدالمطلب ابرہہ کے پاس پہنچے اور اس کے ہاتھی محمود کی نظر آپ پر پڑی تو خرساجداً "وقال السلام على النور الذي في ظهر كعبتي يا عبدالمطلب" سجدہ میں گر گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو قوت گویائی عطا کی اور اس نے کہا: سلام ہو اس نور پر جو تیری پشت میں ہے اے عبدالمطلب!۔

تو اس سے واضح ہوتا ہے کہ جب جوہر نورانی کے تیسری جگہ پر پہنچ جانے کے باوجود جناب عبدالمطلب کی پیشانی اس نور سے منور دکھائی دیتی ہے اور ابرہہ اسے دیکھ کر مرعوب ہوا جاتا ہے۔ تو اس نور اقدس کے جوہر میں کس قدر ضیا اور انارت ہوگی اسی لیے تو فرمایا: وسراجاً منيراً۔ اور مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کی سابقہ تقریر سے واضح ہو چکا ہے کہ وفات کے بعد صاحبین کی قبور پر نور نظر آتا ہے۔ اور یہ ان کے نفس زکیہ کا نور ہوتا ہے اگر انوار نفوس قبور پر نظر آسکتے ہیں باوجود ان کے اعلیٰ علیین میں ہونے کے تو سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کا ظہور جبین عبدالمطلب سے محل تعجب و انکار نہیں ہو سکتا۔

علامہ محمد بن عبدالباقی نے اس توہم کے متعدد جوابات دیئے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ جوہر نورانی اگرچہ آگے منتقل ہو چکا تھا مگر اس کے اثرات بالکل جبین عبدالمطلب سے زائل نہیں ہوتے تھے ان النور لم ينتقل كله بل انتقل ما هو مادة المصطفیٰ وبقی اشراہ فی صلب آباءہ تشریف اللہ ص ۸ جلد اول۔ ان روایات سے واضح ہو گیا کہ آپ کا نور اقدس محسوس تھا اور کفار و مشرکین، اہل کتاب حتیٰ کہ جانور بھی اس کو اس کو محسوس کرتے تھے اور حق تعظیم بجالاتے لہذا اس کو محض نور نبوت و رسالت اور نور ایمان وغیرہ یعنی معنوی نور قرار دینا درست نہیں ہے۔

## نور اقدس کے مکمل طور پر نمودار نہ ہونے کی حکمت

قبل ازیں شیخ محقق کی زبانی اس کی مصلحت اور حکمت معلوم ہو چکی ہے کہ آپ جب سراپا نور تھے تو آپ کی نورانیت پوری طرح ظاہر کیوں نہ ہوئی تو آپ نے فرمایا: ”اگر نہ نقاب بشریت پوشیدہ ہو دے پہنچ کس را مجال نظر و ادراک حسن وے ممکن نبودے“



مصلحت یہ تھی کہ اس کو بشریت کے پردہ میں چھپا کر لوگوں کے لیے آپ کے دیدار کو اور فیوض و برکات کے حصول کو ممکن بنایا جاسکے ورنہ اگر حقیقت آشکارا ہوتی تو کسے مجال تھی کہ دیکھ بھی سکتا۔ جس طرح آپ کا ارشاد گرامی ہے: لی مع اللہ وقت لا یسعی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل یعنی جب آپ کا حسن حقیقی بے حجاب و بے نقاب جلوہ گر ہوتا ہے اور اس عالم آب و گل سے ماوراء لامکان میں اور بارگاہ قدس میں اس کا مکمل ظہور پایا جاتا ہے تو اسے دیکھنے کی تاب و توان نہ کسی مقرب فرشتہ میں ہوتی ہے اور نہ کسی نبی مرسل میں۔ کذا فی مدارج النبوة جلد ثانی ص ۶۲۳

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ در ثمین میں فرماتے ہیں:

”مجھ سے ذکر کیا جناب والد صاحب نے کہ میں نے سنا ہے کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: انا ملح و اخی یوسف اصبح یعنی مجھ میں ملاحت زیادہ ہے اور میرے بھائی یوسف علیہ السلام میں صباحت زیادہ تھی۔ تو اس کے معنی میں مجھے حیرت ہوتی اس واسطے کہ ملاحت تو اور زیادہ عاشقوں کو بیقرار کرتی تھی صباحت سے، حالانکہ حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں روایت ہے کہ جب زنانِ مصر نے ان کا جمال دیکھا تو ہاتھ کاٹ لے اور لوگ ان کو دیکھ کر مر گئے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تو اس باب میں کوئی ایسی روایت نہیں تو میں نے خواب میں آپ کو دیکھا اور سوال کیا اس امر کا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جہالی مستور عن اعین الناس غیرۃ من اللہ عزو

جل ولو ظہر لفعل الناس اکثر مما فعلوا حین راؤ

یوسف علیہ السلام۔

(میرا جمال حقیقت اللہ تعالیٰ نے غیرتِ محبت کی وجہ سے لوگوں کی

آنکھوں سے مستور کر دیا ہے اگر آشکارا جلوہ گر ہو تو اس سے زیادہ حالتِ بے خودی  
اور مدہوشی لوگوں پر طاری ہو جو یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر طاری ہوئی تھی۔“  
اشرف علی صاحب مفتی الہی بخش کاندھلوی کے رسالہ سے ناقل ہیں :  
واما عدم تعشق العوام علیہ کہا کان علی یوسف علیہ  
السلام فلفیرة اللہ تعالیٰ حتی لم یظہر جمالہ کہا ہو

علی غیرۃ - ص ۱۷۸

عوام کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس طرح عاشق نہ ہونا جس طرح کہ یوسف  
علیہ السلام پر عاشق ہو گئے تھے تو یہ اللہ تعالیٰ کی غیرتِ محبت کی وجہ سے تھا  
جتے کہ اس نے آپ کا جمال کما حقہ غیروں پر ظاہر ہی نہیں کیا تھا۔  
علامہ تہمانی حضرت عارف باللہ عیدروس سے نقل فرماتے ہیں :

اما حقيقة صلی اللہ علیہ وسلم فلا یعلمہا الا اللہ  
كما قال صلی اللہ علیہ وسلم من النبی صلی اللہ علیہ  
وسلم لسیدنا ابی بکر الصدیقؓ والذی بعثنی بالحق  
لم یعلمنی حقيقة غیر ربی ومن ثم قال سید التابعین  
اویس القرنی رضی اللہ عنہ - ما رای اصحاب النبی صلی  
اللہ علیہ وسلم من النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا ظله  
فقیل ولا ابن ابی قحافة قال ولا ابن ابی قحافة -  
(حجة اللہ ص ۵)

ترجمہ: (یہ کلام تو تھا حسن ظاہری میں کہ اس کا ادراک بھی کما حقہ کسی کو نہیں ہوا، رہی آپ کی  
حقیقت تو اس کا علم سوائے اللہ رب العزت کے کسی کو نہیں۔ اسی لیے آپ نے اپنے  
یار غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فرمایا: مجھے اس ذاتِ اقدس کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ  
مبعوث فرمایا۔ میری حقیقت کا علم سوائے میرے پروردگار کے کسی کو بھی نہیں۔ اور حضرت

سیدنا تابعین حضرت اولیٰ قرنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: صحابہ کرام علیہم  
الرضوان نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف ظل و عکس اور سراپا دیکھا حقیقت اور جمال  
معنی نہیں دیکھا ان سے پوچھا گیا حضرت ابن ابی قحافہ یعنی ابو بکر صدیق نے بھی صرف ظل و  
عکس اور جسم اقدس اور سراپا کا ظاہر دیکھا تو انھوں نے فرمایا: ہاں، ان کو بھی حقیقت محمدیہ اور  
جمال مصطفویٰ حقیقتاً معلوم نہیں تھا۔

علامہ قرطبی نے تذکرہ میں فرمایا:

لم یظہر تمام حسنه صلی اللہ علیہ وسلم والاولیٰ اطاعت  
اعین الصحابة النظر الیہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ شرح خریوتی  
للقصيدة البردة ص ۹۵

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا حسن ظاہر نہیں ہوا تھا ورنہ صحابہ کرام علیہم  
الرضوان میں آپ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے کی طاقت و قوت اور تاب و توان  
ہی نہ ہوتی اسی لیے امام بوسیری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اعی الوریٰ فہم معناه فلیس یرای  
للقرب و البعد منه غیر منفعم

آپ کے فہم حقیقت نے ساری مخلوق کو عاجز کر دیا ہے اور ہر قریب و  
بعید آپ کے کمالات حقیقت بیان کرنے سے قاصر و عاجز نظر آتا ہے۔ اور اسی  
ادراک و حقیقت سے عجز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بانئ دیوبند قاسم نانوتوی صاحب نے

کہا ہے  
رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت  
نہ جانا کسی نے تمہیں بجز ستار  
سوا خدا کے بھلا کوئی تجھ کو کیا جانے  
تو شمس نور ہے اور شہر نمط اولوالابصا

## مولوی محمد یوسف رحمانی دیوبندی کی جوابی تفسیر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى و  
الصلوة والسلام على سيد الرسل وخاتم الانبياء صلى  
الله تعالى عليه وعلى آله واصحابه وبارك وسلم تسليماً  
كثيراً كثيراً.

اما بعد

فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن  
الرحيم. قل سبحان ربي هل كنت الا بشراً رسولا  
امنت بالله صدق العظيم وبلغنا رسوله النبي الكريم  
ونحن على ذلك من الشاهدين والشكرين والحمد لله  
رب العالمين اللهم صلى على سيدنا ومولانا محمد و  
على آل سيدنا ومولانا محمد وبارك وسلم.

بزرگو! دوستو! بھائیو! عزیزو! مجھ سے پہلے مولوی اشرف صاحب نے بیان  
فرمایا، پہلی بات انھوں نے یہ ارشاد فرمائی ہے کہ آقائے نامدار تاجدار مدینہ جناب محمد رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس اولاد آدم سے ہیں یہ پہلے تسلیم فرمایا ہے کہ آپ اولاد آدم  
سے ہیں جن کا انکار نہیں کرتے کہ آپ اولاد آدم سے نہیں ہیں مرد بھی ہیں دوسری بات

تیسری بات یہ فرمائی ہے کہ آدم علیہ السلام سے بھی پہلے موجود تھے اور آپ کی بجائے جو دلیل پیش کی ہے وہ آپ کے نور کی پیش کی ہے۔ اور نبوت کے اندر جو لفظ ارشاد فرمائے ہیں وہ تباد لے کے ساتھ کہ آپ کا وجود پہلی بات فرمائی ہے کہ آپ کا نور اس سے مراد انھوں نے لیا ہے۔ آپ کا وجود پھر آدم علیہ السلام کی اولاد بھی ہیں اور ہیں آدم علیہ السلام سے پہلے ایک ہے آپ کی ذات اور دوسری ہے صفت۔ دوسری بات جس وقت انھوں نے تسلیم کر لیا کہ آدم علیہ السلام سے پہلے موجود ہیں تو اولاد آدم سے نہیں ہیں نور می مخلوق ہیں تو اس کے بارے میں جہاں حدیث موجود ہے وہاں اس سے نور سے مراد روح لیا گیا ہے۔ اور اس نشر الطیب کے اندر آگے موجود ہے۔ چونکہ یہ بات یہ کہ جہاں یہ حدیث نقل کی گئی ہے وہاں مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نے حوالہ دیا ہے کہ مصنفہ عبدالرزاق میں ہے۔ مصنفہ عبدالرزاق میں شروع سے لے کر آخر تک یہ حدیث نہیں ملتی۔ دوسری بات ہے کہ ہم اہلسنت والجماعت مسلمان حنفی حضرات۔ میں نے پہلے گزارش کی ہے کہ پہلے اللہ کا قرآن حجت اور دلیل ہے قرآن مجید اگر یہ کہے کہ میرے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اعلان فرمادیں کہ قل فرمادو انہا انا بشر مثلکم یوحی الی انہا الہکم الہ واحد میں ایک بشر ہوں تمہاری مثل، میرے اوپر وحی نازل ہوتی ہے تم پر وحی نازل نہیں ہوتی۔ میری طرف نبوت نازل ہوتی ہے تمہیں نبوت نہیں ملی۔ نبوت ایک امتیازی شان ہے۔ اس نبوت کو نور کہہ لو، روح کہہ لو، نور کہہ لو۔ اگر دوسری بات یہ ہے کہ ذات یا وجود یا حقیقت جس کے بارے میں مسئلہ اور ہے دوسری آیت کریمہ پہلی آیت کریمہ دوسری آیت کریمہ قل سبحان ربی هل کنت الہ بشراً۔ رسول اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: میرے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں کو اعلان کر دو، ارشاد فرمادو قل سبحان ربی میرا رب پاک ہے میرا رب تمام قدرتوں کا مالک ہے سبحان ربی هل کنت الہ

علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ارواح کو جمع کیا آدم علیہ السلام کی روح کو بھی جمع کر لیا آدم علیہ السلام  
 بشرًا رسولاً میں نہیں مگر صرف بشر اور رسول جس طرح لا الہ الا اللہ محمد  
 رسول اللہ۔ خدا کے علاوہ کوئی اور خدا نہیں حقیقی ہو یا مجازی خدا صرف اکیلا و وحدہ لا  
 شریک ہے۔ قل سبحان ربی ہل کنت الا بشرًا رسولاً میں نہیں مگر  
 بشری رسول بہو تھے مقام پر قرآن پاک کے الفاظ مبارک ہیں ارشاد گرامی ہے کہ اگر دنیا پر  
 لو کان فیہا الہة جس طرح اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اگر اس دنیا کی روئے زمین  
 و آسمان کے اندر ایک خدا کے علاوہ دو خدا ہوتے تو عالم کائنات کا انتظام درہم برہم ہو جاتا  
 اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ لو کان فی الارض ملئکہ یمشون  
 مطمئنین لنزلنا علیہم من السماء ملکاً رسولاً، اگر زمین پر فرشتے  
 نوری مخلوق ہوتی ہوتی ہم بھی نبی نوری مخلوق سے بھیجتے۔ اور پانچویں مقام پر اللہ تعالیٰ نے  
 ارشاد فرمایا کہ اگر ہم انسان کی بجائے نوری مخلوق فرشتوں سے ہی نبی بنا کر بھیجتے۔ وللبسنا  
 علیہم ان پر لباس بشری بنا کر بھیجتے لوجو ہے لانتفاء ثانی اور لانتفاء اول۔ مولوی  
 صاحب جانتے ہیں کہ جس طرح لو کان بعدی نبی لکان عمر جس طرح میرے  
 بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر فاروق ہوتے لیکن کیونکہ میرے بعد نبوت ختم ہے اس واسطے عمر فاروق  
 بھی نبی بن کر نہیں آئے۔ قرآن مجید کہہ رہا ہے کہ اگر دنیا پر کائنات کے اندر زمین پر  
 اگر ہم نوری مخلوق سے نبی بنا کر بھیجتے تو پھر بھی ہم فرشتہ کی بجائے انسانی لباس پہنا کر بھیجتے  
 ہوتا تو فرشتہ ہوتا نوری مخلوق سے لیکن انسانی لبادے کے اندر آنا بشری لباس کے  
 اندر آنا قرآن مجید کہہ رہا ہے۔ لو اس مقام پر بھی موجود ہے لو انزلنا اگر ہم نازل  
 کر دیتے زمین پر لو آ رہا ہے لو آ رہا ہے لانتفاء ثانی لانتفاء اول یعنی نوری  
 مخلوق سے فرشتوں سے ہم نے نبی بنا کر بھیجے ہی نہیں اگر ہوتے تو نبی کو بھی ہم نوری مخلوق  
 سے بھیجتے لیکن بشری لباس میں بھیجتے اور صرف اتنی بات نہیں مولوی نعیم الدین مراد آبادی  
 ان کے اپنے اکابر ہیں کتاب العقائد کے اندر فرماتے ہیں۔ ان کی تفسیر نعیم الدین مراد آبادی

میرے پاس موجود ہے اس کے اندر ارشاد فرماتے ہیں صفحہ ۴ نبوت کا اعلان ہے اس کے اندر فرماتے ہیں:

”کیا غیر انسان میں سے انسانوں کے علاوہ کوئی اور بھی نبی بن کے آیا۔

— وہ فرماتے ہیں: نہیں — نبی صرف انسانوں میں سے اور وہ

بھی صرف مرد ہوتے ہیں کوئی فرشتہ یا جن یا عورت نبی بن کر نہیں آتے۔

فرشتے نوری مخلوق میں سے ہیں۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب نو خلقیت بیان کرتے ہیں:

”مخلوق تین قسم کی ہے: ایک انسان ہے، دوسرا جن ہے، تیسرا فرشتے ہیں۔

انسان مٹی سے پیدا شدہ ہے اور جن نار سے آگ سے پیدا شدہ ہے اور فرشتے نوری مخلوق

نور سے پیدا شدہ ہیں۔ جس وقت تین مخلوقوں کی حدیث کے مطابق اللہ تعالیٰ نے تخلیق

پیدا فرمائی ہے اور آدم کی اولاد سے تو مان گئے ہیں پھر پہلے موجود ہے۔ اگر یہی بات ہے

تو اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق دونوں باتوں کا اختلاف ہو گیا ہے یا آدم ابا آدم نہیں

پیغمبر کی ذات پہلے موجود ہے۔ دوسری بات ہے ارواح کی بات ہے ایک ہے روح

کی بات، ایک ہے ذات نبوت کی بات، اگر یہی بات ہے تو دنیا پر آنے سے پہلے

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نبی موجود تھے۔ پروردگار عالم ارشاد فرماتے ہیں:

قرآن مجید کی آیتیں ختم ہوں گی تو آگے چلوں گا۔ کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ کتابیں میرے پاس بھی موجود ہیں

لما آیتکم واذ اخذ الله میثاق النبیین کہا اتیتکم من کتاب

وحکمة ثم جاءکم رسول مصدق لهما معکم لتؤمنن

به ولتنصرن قال اقررتن واخذتم علی ذالکم امری

قالوا اقررنا قال فاشهدوا وانا معکم من الشہدین۔

پروردگار عالم ارشاد فرماتے ہیں عالم ارواح پر پہلے ہی دنیا پر بھیجنے سے پہلے انبیاء

سے عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء کی ارواح کو جمع کرنے کے بعد خطاب فرمایا اور عہد لیا کہ اگر میں تمہیں کتاب و حکمت اور نبوت دے دوں اور پھر آئے گا تمہارے پاس ایک رسول پھر آئیگا تمہارے پاس ایک رسول پھر آئے گا تمہارے پاس ایک رسول، مصدق لہما معکم لتومنن بہ ولتنصرون، تمہاری آسمانی کتابوں کی تصدیق بھی کرے گا اس پر ایمان بھی لانا اور اس کی مدد بھی کرنا نصرت بھی اس کی کرنا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرما رہے ہیں: تمام ارواح انبیاء کو کہ تمہارے دنیا پر بھیجنے کے بعد ایک پیغمبر آئے گا پیغمبر نام ہے اگر صرف روح کا، پیغمبر نام ہے اگر صرف نور کا، پیغمبر نام ہے اگر صرف نبوت کے الہام کا، پیغمبر نام ہے اگر صرف نبوت کے الہام کا، پیغمبر نام ہے اگر صرف وحی کا، پیغمبر نام ہے اگر صرف شریعت کا، ذات نبوت نہیں ذات انسان نہیں جس طرح کہ مولوی صاحب فرما رہے ہیں میں تو یہ عرض میں نہیں کر رہا میرے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انا سید ولد آدم علیہ السلام... الخ پیارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اولاد آدم سے ہوں درجے کے اعتبار سے مقام کے اعتبار سے رتبے کے اعتبار سے شان کے اعتبار سے ساری کائنات سے اعلیٰ ہوں آدم سے بھی اعلیٰ ہوں تمام انبیاء سے بھی اعلیٰ ہوں۔ ایک ہے مقام نبوت ایک ہے ذات نبوت، ذات نبوت کا اظہار ہو رہا ہے۔

میرے پیارے نبی ارشاد فرماتے ہیں: قل سبحان ربی ہل کنت الا بشراً رسولاً۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرما رہے ہیں کہ تمام انبیاء کرام کی ارواح کو جمع کر لیا۔ قرآن مجید فرماتا ہے: ثم جاءکم رسولٌ پھر آئے گا تمہارے پاس ایک رسول۔ حدیث پیش کر رہے ہیں مصنف عبد الرزاق کی وہ مصنف عبد الرزاق میں حدیث ملتی ہی نہیں مولوی صاحب موجود ہیں مصنف عبد الرزاق نکالیں گے تو پتہ چل جائے گا حدیث جو



نبوت ہے اگر سر نہیں تو درد کہاں ہے اگر اصل ہی موجود نہیں تو نقل کہاں سے اللہ کے بندے !  
مصنف عبدالرزاق کے اندر یہ حدیث ہی موجود نہیں۔ دوسری بات آپ نے ارشاد فرمائی ہے  
مولوی صاحب پڑھے لکھے آدمی ہیں میں تو ابھی تک طالب علم بھی ہوں گا کہ نہیں اصول حدیث  
کے اعتبار سے محدثین و مفسرین کے طبقات کے لحاظ سے جس وقت ضعیف حدیث بھی ہو اس  
کے قبول کرنے کے لیے تین شرطیں ہیں؛ ضعیف کے مقابلے میں صحیح نہ ہو، ضعیف کے مقابلے  
میں صحیح نہ ہو، ضعیف کو کسی نے موضوع نہ کہا۔

آپ ارشاد فرما رہے تھے کہ مشکوٰۃ شریف میں حدیث شریف موجود ہے، ابو داؤد  
کی حدیث موجود ہے کہ اول ما خلق الله القلم اللہ کے نبی خود ارشاد فرما رہے ہیں کہ  
سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا اور جس مقام پر آپ نے یہ پڑھا ہے وہاں  
لکھا ہے کہ بدھ والے دن زمین و آسمان کی کائنات واسطے میں نے نور کو پیدا فرمایا زمین و  
آسمان بھی نہیں بنے تھے زمانہ بھی نہیں بنا تھا بدھ والا دن کہاں سے آگیا۔ اس حدیث کے  
اندر زمانے کی نبوت کی بات ہوتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے پہلے انبیاء کی ارواح کو قرآن  
بیان کر رہا ہے پہلے انبیاء کی ارواح موجود ہیں اس کے بعد پیارے نبی کی آمد کا ذکر ہو  
رہا ہے اگر پہلے موجود ہیں تو آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام تک  
سارے نبیوں نے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ اسی وقت کیوں نہ پڑھ لیا آپ نے  
خود دنیا پر آکر اعلان نبوت کا کیوں فرمایا۔ میرے پیارے نبی کا وجود بھی موجود ہو، پیارے نبی  
بھی موجود ہوں، انبیاء کو پتہ بھی ہو حضرت آدم علیہ السلام کو پتہ بھی ہو اور آدمؑ اپنی نبوت کا کلمہ  
پڑھائیں !

”ایں خیال است و محال است و جنوں“

قرآن پاک کہہ رہا ہے؛ میں نے تمام انبیاء سے وعدہ لے لیا ہے کہ واذا اخذ الله  
ميثاق النبيين لما آتيتكم من كتب وحكمة۔

مولوی صاحب فرما رہے تھے کہ مریم کے پاس جبرائیل علیہ السلام انسانی شکل میں آئے بشری لباس کے اندر آئے حقیقت میں نور تھے اور آئے بشری لباس میں تھے لیکن اگر بشری لباس کے اندر آئے ہیں تو مولوی صاحب جانتے ہیں کہ ایک فعل متعدی ہوتا ہے اور ایک فعل لازم ہوتا ہے ایک حقیقت کو بیان کرتا ہے اور ایک مجاز کو یا کسی اوصاف کو بیان کرتا ہے۔ قرآن پاک جہاں کہہ رہا ہے کہ فتمثل لہا بشراً سو یا مشکلہ نہیں کہا فتمثل لہا کہا ہے۔ اگر آدمی عالم بھی کہلاتے اور علم کے باوجود ادھر ادھر چلا جائے تو اس کی مرضی، میں تو کچھ نہیں کہہ سکتا۔ جان بوجھ کر بندہ اگر دوسری طرف چلا جائے تو نہ میرا علاج ہے اور نہ آپ کا کوئی علاج فتمثل لہا بشراً سو یا کی بجائے فرمایا، قل انما انا بشر مثلکم جتنے انبیاء و نبیاء میں تشریف لاتے وہ سب بشر تھے۔ اللہ کے بندے! حقیقت بیان ہو رہی ہے۔

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں: ما کان لبشر ان یوتیہ اللہ الکتب..... الخ ما کان لبشر ما کان لبشر ما کان لبشر ان یوتیہ اللہ الکتب والحکمة والنبوة ثم یقول للناس اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: تین چیزیں میں دیتا ہوں اور وہ بھی صرف بشر کو دیتا ہوں۔ ما کان لبشر ان یوتیہ اللہ الکتب۔ جبرائیل جو نور ہے اس پر قرآن نازل نہیں نبی جس وقت فرما رہے ہیں: قل انما انا بشر مثلکم۔ یہ قرآن کی آیتیں ہیں تھوک کا مال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میرے پیارے نبی! اعلان فرما دو، قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی ما کان لبشر ما کان لبشر ان یوتیہ اللہ الکتب والحکمة والنبوة۔ تین چیزیں صرف اور صرف بشر کو دیتا ہوں اس کے علاوہ نہ نور کو نہ نار کو نہ فرشتے کو نہ جن کو۔ جبرائیل پر کوئی وحی نازل نہیں ہوتی۔ ایک دن آہی گئے انسانی بادے کے اندر بقول مولوی صاحب کے جس وقت بشری لباس

کے اندر آئے تو اللہ کا قرآن بیان کر رہا ہے: ابراہیم علیہ السلام اندر تشریف لے گئے، جا کر پھڑے کو ذبح کیا ذبح کر کے بوٹیاں بنا کر بھون کر آگے رکھ دیا کہ کھاؤ۔ بشری لباس کے اندر آئے ہو نور بشری لباس کے اندر آئے کھاتا بھی ہے پیتا بھی ہے چلتا بھی ہے پھرتا بھی ہے شادی بیاہ بھی کرتا ہے تم بھی کھاؤ۔ اللہ کا قرآن بیان کر رہا ہے جس وقت اللہ کے پیارے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھونا ہوا بچھڑا آگے رکھ دیا۔ فلما رأى ايدىهم لا تصل اليه او جس منہم خيفة۔ اللہ تعالیٰ کا قرآن بیان فرما رہا ہے جس وقت آگے رکھ دیا تو فرشتوں نے کوئی نہ کھایا اور کہا: ہم تو اللہ کے فرشتے ہیں۔ جو نور مجلوق سے ہو چاہے بشری لباس میں بھی آئے وہ نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے نہ شادی بیاہ کرتا ہے۔ مانتے بھی ہیں کہ حضور کی شادی بھی ہوئی ہے مانتے بھی ہیں کہ حضور اولاد آدم سے ہیں، ایک پہلے ہے دوسرا بعد میں ہے ابا پہلے آتا ہے اور بیٹا بعد میں۔ ابا پہلے ہوتا ہے بیٹا بعد میں ہوتا ہے۔ اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ حضور آدم سے پہلے ہیں۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ باپ پہلے ہوتا ہے یا اولاد؟ اگر میں مولوی صاحب کے متعلق کہہ دوں کہ آپ پہلے تشریف لائے اور آپ کا باپ بعد میں تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

### رحمائی کی گستاخی اور لوگوں کا اشتعال اور مناظرہ کا اختتام

اس بات پر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کی تو لوگ بھڑک اٹھے کیونکہ یہ تشبیہ و تمثیل اس امر کی غماز تھی کہ جیسے بیٹا باپ سے پہلے ہو تو وہ اس باپ کا نہیں کہلا سکتا اسی طرح نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح اولاد آدم کہلا سکتے ہیں۔ جس سے لوگوں کے جذبات کو سخت ٹھیس پہنچی اور انھوں نے اپنے غصے کا اظہار گالی گلوچ کی صورت میں کیا۔ علماء اہل سنت نے بالعموم اور بالخصوص علامہ سیالوی صاحب نے بہتیری منت سماجت کی کہ خاموش رہیے، ہم دلائل سے اس کا جواب دیں گے وہ اس قسم کی حرکت کر کے میدان سے فرار ہونے کی ناکام کوشش کر رہا ہے لیکن مجمع کا جوش و خروش

کسی طرح ٹھنڈا نہ ہوا اور بالآخر مناظرہ کے منتظمین نے مناظرہ کو جاری رکھنے سے معذوری ظاہر کی جب علامہ سیالوی نے کہا کہ رحمانی نے جو سوالات اٹھائے میرا حق ہے کہ میں ان کا جواب دوں لہذا مناظرہ کو یہاں ختم کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی تو انھوں نے کہا، ہم نے مسئلہ سمجھنا تھا وہ سمجھ لیا ہے خواہ آپ تیس گھنٹے بحث کریں یا اسی پر اکتفا کریں ہمارا مدعا حاصل ہو گیا ہے اور لوگ کسی قیمت پر دیوبندی مولوی کو ایک لفظ بھی اب بولنے نہیں دیں گے۔ لہذا قبل اس کے کہ حالات مزید خراب ہوں ہم مناظرہ کو یہیں ختم کرتے ہیں۔ جس پر علامہ سیالوی نے ان سے کہا کہ تم مسجد میں موجود ہو اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر جو کچھ فریقین کی تقریروں سے تم نے سمجھا ہے وہ بتلا دو اور لکھ کر دے دو تو انھوں نے ملک محمد نواز نسوانہ سے کہا جو رحمانی کا خاص سرپرست بنا ہوا تھا اور اس موقع پر مسجد کی دیوار پر منہ پر چادر لپیٹے حیران و سرگرداں بیٹھا تھا اس سے کہا کہ تو ہمارا بڑا بھائی ہے اور پگ والا ہے سردار ہے لہذا خدا تعالیٰ کو حاضر ناظر سمجھتے ہوئے تو ہی فیصد دیدے، تو اس نے کہا: میں فیصد نہیں کرتا بھائی مہرخان فیصد کرے گا اور میں اس کے ساتھ پوری طرح متفق ہوں۔ ملک مہرخان نے کہا: میں نے علامہ سیالوی صاحب کی مکمل تقریر سنی انھوں نے قرآن و حدیث کے دلائل سے اپنا مذہب و عقیدہ ثابت کر دیا ہے اور یوسف رحمانی صاحب اپنا نظریہ ثابت نہیں کر سکا اور اس نے بارگاہ نبوت کی ایسی گستاخی کی ہے جو میں زبان پر نہیں لاسکتا لہذا میں محمد اشرف سیالوی کی کامیابی اور یوسف رحمانی صاحب کی شکست فاش کا اعلان کرتا ہوں اور اسی وقت یہ تحریر بھی لکھ کر اور دستخط اور انگوٹھے لگا کر ہمارے حوالے کی اور فضا نعرۃ تکبیر، نعرہ رسالت اور علامہ سیالوی زندہ باد مسک اہل سنت بریلوی زندہ باد کے نعروں سے بڑی دیر تک گونجتی رہی۔ اور اس دوران یوسف رحمانی، محمد حسین شاہ نیلوی مسجد کے اندر دبا کر بیٹھے رہے۔ ہفتہ کے بعد اسی مسجد میں دوبارہ جشن فتح کے سلسلہ میں جلسہ کا اہتمام کیا گیا اور علاقہ بھر کے علماء اہل السنۃ اور رؤساء علی الخصوص مہر

غلام عباس لالی اور مہر نور محمد صاحب لالی اور دیگر معززین نے شرکت کی اور علامہ سیالوی کو اہل السنۃ کی بے باک ترجمانی اور فتح مبین پر مبارک باد پیش کی۔ رحمانی صاحب کی تقریر کا تجزیہ۔ آئیے اب ذرا یوسف رحمانی صاحب کی جوابی تقریر کا جائزہ لیتے چلیں۔

① سب سے پہلی بات جو ارحم الراحمین اور ضروری تھی وہ یہ تھی کہ دیوبندی مناظر اس مسئلہ میں اپنا موقف بیان کرتا کہ ہمارا عقیدہ اس ضمن میں کیا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بالکل نور نہیں مانتے یا محض نور کا لفظ اطلاق کرنا جائز سمجھتے ہیں یا نور آپ کی صفت مانتے ہیں لیکن رحمانی صاحب اس کے متعلق کوئی واضح موقف اختیار نہ کر سکے۔

② ہماری پیش کردہ آیات کا قطعاً کوئی جواب ہی نہیں دیا نہ قد جاء کرم من اللہ نور و کتاب مبین کا اور نہ ہی یا ایہا النبی انا ارسلناک شاہداً و مبشراً و نذیراً و داعیاً الی اللہ باذنہ و سراجاً منیراً کا جواب دیا بلکہ ان کے جواب میں دوسری بشریت کی آیات پیش کر دیں حالانکہ قرآن مجید کی آیات میں تعارض و تناقض تو نہیں اور آیات میں سے مرضی کے مطابق جس پر چاہا ایمان لے آیا اور جن کے متعلق دل مطمئن نہ ہو ان کو نظر انداز کر دیا یہ ایمان کے منافی ہے سارے قرآن پر ایمان لانا لازم اور آیات میں باہم تطابق کے بعد اعتقاد رکھنا لازم و فرض۔

③ ہماری نشر الطیب سے پیش کردہ پانچ روایات میں حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ والی روایت کا جواب یہ دیا گیا کہ مصنف عبد الرزاق میں اس کا ذکر نہیں جب سر نہیں تو درود کہاں اور اصل نہیں تو نقل کا کیا اعتبار۔

### مصنف عبد الرزاق اور حدیث نور

مگر اس ضمن میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ جس اشرف علیٰ کونین الامم اور چودھویں صدی کا مجدد کہا جاتا ہے اس نے یہ روایت اصل کتاب میں دیکھے بغیر یا مستند ناقل کی

نقل دیکھے بغیر کس طرح نقل کر دی اس کا مطلب یہ ہوا کہ دیوبندی مجدد صاحب ایسے ہوتے ہیں کہ جو حدیث نہ ہو اس کو حدیث کہہ کر نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھتے ہیں اور افسوس سے کام لیتے ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان صداقت نشان ”من علیٰ کذب متعمدا فلیتبعہ مقعدہ من النار“ جو شخص مجھ پر دیدہ و دانستہ جھوٹ باندھے اس کا ٹھکانہ جہنم کی دکھتی آگ ہے۔ کہ مطابق اپنی جگہ جہنم کی دکھتی آگ میں بناتے ہیں پھر مجدد تو دین میں شامل ہو جانے والی غلط باتوں کو الگ کرتا ہے اور خالص دین امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کرتا ہے۔ لیکن اس کے برعکس دیوبندی مجدد غلط عقائد دین میں داخل کرتے دکھائی دیتے ہیں اور بے سرو پا روایات کو احادیث رسول کتے دکھائی دیتے ہیں کیا ایسے لوگوں کو مجدد دین کہا جائے گا یا مجدد ضلالت اور یہ حکیم الامت ہیں اور ان کے امراض قلب کی تشخیص کر کے علاج کرنے والے یا الٹا ان کے لیے وبائی مرض بن کر ان کے دلوں کو مرضی کرنے والے۔

ناطقہ سر بگمربیان ہے اسے کیا کہتے

(ب) علاوہ ازیں آج جو مصنف عبدالرزاق علماء دیوبند کے ہاتھ میں ہے کیا یہ مکمل ہے، جب مکمل نہیں اور یقیناً نہیں جیسے کہ ابتداء میں تصریح کر دی گئی ہے کہ مصنف عبدالرزاق کا مکمل نسخہ کہیں بھی نہیں مل سکا جس قدر مل سکے ہیں ان میں سے جو زیادہ کامل نظر آیا اسی کی طباعت کو غنیمت جانا اور جو زیادہ ناقص تھے ان کو نہیں چھاپا اور لطف کی بات یہ ہے کہ کتاب الطہارت کا عنوان قائم کر کے پورا ورق خالی چھوڑ دیا گیا ہے اور نیچے لکھ دیا گیا ہے ہمیں اس کی روایات نہیں مل سکیں جس کو مل جائیں یہاں درج کر لے۔ کیا اسی کتاب کے بل بوتے پر رحمانی صاحب ناچ رہے ہیں اور نماز کر رہے ہیں پھر اس مصنف عبدالرزاق کو چھاپنے والے ہی دیوبندی صاحبان ہیں تو کیا بعید کہ تعصب سے کام لے کر اس روایت کو نکال دیا ہو۔

(ج) علامہ احمد قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں مصنف عبدالرزاق کے حوالے سے اس روایت کو نقل کیا ہے اور وہ آج سے تقریباً چھ سو سال پہلے گذرے ہیں اور ان کی نقل پر کسی کو اعتراض پیدا نہیں ہوا۔ ایسی صورت میں چھ سو سال بعد اگر مصنف عبدالرزاق کے نسخے مکمل دستیاب نہیں ہو سکتے تو اتنی صدیاں قبل ان کے مکمل طور پر دستیاب ہونے کا امکان قوی موجود ہے اور ناقل کی شخصیت بھی انتہائی قابل اعتماد و وثوق ہے تو پھر اس انکار اور دیدہ دلیری کا کیا ہواز، انکار حدیث کا کیا معنی اور اکابر علماء کی ذات کو ہدف تنقید بنانے کا کیا مطلب اور اپنے حکیم الامت اور مجدد کی مٹی پلید کرنے کا کیا مطلب۔ کیا ناقل پر صحت نقل کی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی اور جن علماء اعلام نے اس حدیث کو نقل کر دیا ہے، انھوں نے کسی قابل وثوق طریقہ سے معلوم کیے بغیر اس حدیث کو درج کر دیا ہے؟

## کیا بیٹے کا بہر و جہ باپ سے پہلے ہونا محال ہے؟

(۱) دوسری روایات جن میں حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے آپ کے موجود اور خلعت نبوت اور تاج رسالت پہنے ہوئے ہونے کا ذکر ہے ان کا جواب صرف اس طرح دے دیا کہ جب آپ اولادِ آدم ہیں تو بیٹے کا باپ سے پہلے ہونا محال ہے لہذا وہ ساری حدیثیں جن میں آپ کا حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے موجود ہونا لازم آتا ہے وہ موضوع اور باطل ہیں۔ العیاذ باللہ۔

اس جواب میں چند امور توجہ طلب ہیں :

(۱) آج تک کسی محدث مفسر اور مستند عالم نے ان احادیث کے متعلق اس قسم کا قول کیا۔ اصول فقہ کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ قیاس اور خبر واحد میں تعارض

ہو تو قیاس ترک کر دیا جائے گا مگر حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ترک نہیں کیا جائے گا لیکن اس نام نہاد مولوی صاحب کو دیکھتے صدیوں پہلے کے علماء اعلام اور آئمہ کرام کی تصحیح و تحسین کے باوجود ان روایات کو غلط اور ناقابل اعتبار قرار دے رہا ہے اور محض اپنی ذاتی رائے اور قیاس سے، اسے کاش! اس کو معلوم ہوتا کہ اسلام و ایمان تو اس سے یہ مطالبہ کرتا ہے۔

عقل قربان کن بہ پیش مصطفیٰ

نہ کہ عقل پر فرمان مصطفیٰ کو فرمان کرنے کا تقاضا کرتا ہے ورنہ پھر علامی عقل ہوتی نہ کہ اطاعت و اتباع مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(ب) کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اولاد آدم سے بشریت کے لحاظ سے ہیں یا نورانیت کے لحاظ سے جس لحاظ سے اولاد ہیں متاخر بھی اسی لحاظ سے ہوں گے نہ کہ دوسری حیثیت سے بشری لباس کے لحاظ سے اولاد ہیں اور اس اعتبار سے ہم آپ کو صرف حضرت آدم علیہ السلام سے متاخر نہیں بلکہ حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہما سے بھی متاخر مانتے ہیں دیکھئے! ہمارے ماں باپ ہمارے جسم کے اعتبار سے ماں باپ ہیں نہ کہ روح کے لحاظ سے لہذا ہمارے ارواح ان کے اجسام و اجساد اور ان کے ارواح و اجساد کے باہمی ربط و تعلق سے پہلے ہیں لیکن ہم اپنے اجساد و اجسام اور ارواح و اجساد کے باہمی ربط و تعلق کے لحاظ سے متاخر ہیں اگر زید انیس سو ایک عیسوی میں پیدا ہوا اور اس کا بیٹا انیس سو چالیس میں، تو ظاہر ہے کہ زید کے بیٹے کا روح انیس سو ایک عیسوی سے قبل موجود تھا مگر اس کے روح کا جسم سے ربط و تعلق اور دونوں کا مجموعی طور پر تحقق انیس سو چالیس میں ہو رہا ہے لہذا بیٹا محض روحانی حیثیت باپ کے روح و جسم سے پہلے بھی ہے اور مجموعی روح و جسم کے لحاظ سے بعد میں بھی اس طرح نبی اکرم نورانی حیثیت سے تخلیق آدم علیہ السلام سے



ہزاروں سال پہلے ہوں اور وجود عنصری کے لحاظ سے متاخر بھی تو اس میں کونسا عقلی استحالہ ہے جس کی بنا پر احادیث صحیحہ حسنہ کو رد کرنے کی جسارت کی جاتے۔

(ج) رحمانی صاحب نے تمام انبیاء علیہم السلام کے ارواح کا مینشاق کے وقت جمع ہونا تسلیم کیا اور ان سے اللہ تعالیٰ کا خطاب ان کا جواب اور اقرار و اعتراف اطاعت قول باری تعالیٰ و اذ اخذ اللہ ميثاق النبيين لهما اني اتيكم من كتاب وحكمة ثم جاءكم رسول مصدق لهما معكم لتؤمنن به ولتنصرنه سے ثابت کیا ہے۔ ذرا یہیں عقل سے کام لے کر فیصلہ کر لیا جائے گا کہ اگر بیٹا باپ سے پہلے نہیں ہو سکتا تو آباؤ اجداد اور ایثار اور ایثار الالبناؤں کا ہزاروں سالوں پر محیط سلسلہ بیک وقت کیسے موجود ہو گیا۔ حضرت ابوالبشر اور پہلا باپ بھی اسی وقت موجود اور آخر الزماں پیغمبر اور انبیاء میں سے آخری فرزند بیک وقت کیسے موجود ہو گئے کیا اس حقیقت کو رحمانی عقل تسلیم کرتا ہے اور نورانی حیثیت سے مقدم ہونے کو اور بشری حیثیت سے متاخر ہونے کو تسلیم نہیں کر سکتا؟

(د) جن احادیث میں آپ کے نور اقدس کے آدم علیہ السلام سے پہلے ہونے کا ذکر ہے ان کے متعلق رحمانی صاحب نے بے الفاظ میں یہ بھی توجیہ کی ہے یہاں نور سے مراد روح ہے یعنی آپ کا روح پہلے تھا، تو پھر بھی رحمانی کا توہمات والاجال تارتار ہو گیا، کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کا روح آپ کے روح اقدس سے پہلے تھا یا نہیں؟ اگر پہلے تھا تو اولیت کا دعویٰ اور وہ بھی ہزاروں سال پہلے ہونے کا دعویٰ کیسے درست ہو اور یہ توجیہ کیونکر قابل قبول ٹھہری اور اگر آپ کا روح تھا اور حضرت آدم علیہ السلام کا روح اقدس

نہیں تھا تو پھر رحمانی صاحب بتلائیں بیٹے کارو حانی حیثیت سے تقدم کیونکر  
جائز ہو گیا ہے

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

(۸)۔ ائمہ حدیث اور اکابرین امت کی تصریحات سے ان احادیث کا صحیح اور حسن  
ہونا ثابت ہو چکا اور اگر کوئی ان میں سے بالغرض ضعیف بھی ہو تو دوسری  
صحاح اور حسان اس کے ضعف کو دور کر دیں گی کیونکہ اگر ضعیف روایت دوسری  
ضعیف روایت کے ذریعے تقویت حاصل کر لیتی ہے تو صحاح و حسان کے  
ساتھ بطریق اولیٰ! ایسی صورت میں ان صحابہ کرام یعنی حضرت جابر بن عبد اللہ  
حضرت عرابض بن ساریہ، حضرت ابو ہریرہ، حضرت میسرہ، حضرت علی  
رضی اللہ عنہم اجمعین اور حضرت امام حسین، امام زین العابدین اور دیگر اکابر کا  
ان روایات کو تسلیم کرنا ثابت ہو گیا۔ اور رحمانی صاحب ان کو خلاف عقل  
کہتے ہیں، تو نعوذ باللہ اس کے نزدیک یہ صحابہ کرام اور اکابرین اس قدر عقل  
نہیں رکھتے تھے کہ ان کو اس کا خلاف عقل ہونا معلوم ہو سکتا، بلکہ یہ ارشادات  
جب سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں اور آپ نے ان میں اپنا خدا داد  
منصب و مرتبہ بیان کیا تو لامحالہ ان کو درست سمجھ کر بیان کیا ایسی صورت  
میں رحمانی عقل کے مطابق معلم حکمت اور عالم علوم الاولین و الآخین پر کیا  
فتویٰ لگے گا؟

(۹) نیز حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے غزوہ تبوک سے واپسی پر  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: میں نے آپ کی شان اقدس میں  
ایک قصیدہ لکھا ہے لہذا صحابہ کرام کو پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیں اور خود بھی تشریف  
فرما ہوں تاکہ میں عقیدت کا وہ گلدستہ آپ کی خدمت اقدس میں پیش کروں۔

چلتے! یہ روایت بھی نثر الطیب کے حوالے سے پیش کئے دیتا ہوں۔  
چونکہ حضور کی مدح خود طاعت ہے، اس لیے آپ نے فرمایا: کہو، اللہ  
تعالیٰ تمہارے منہ کو سالم رکھے! انھوں نے یہ اشعار آپ کے سامنے پڑھے:

مِنْ قَبْلِهَا طِبَّتْ فِي الظَّلَالِ وَ فِي ا  
مُسْتَوْدِعٍ حَيْثُ يَخْصِفُ الْوَرَقُ  
ثُمَّ هَبَّتْ الْبِلَادَ لَا بَشَرٌ  
أَنْتَ وَلَا مَضْفَةٌ وَلَا عَلَقُ  
بَلْ نُطْفَةٌ تَرْكَبُ السَّفِينِ وَقَدْ  
الْجَمَانُ سُرًّا وَأَهْلَهُ الْغَرَقُ  
تُنْقَلُ مِنْ صَالِبٍ إِلَى رَحِمِ  
إِذَا مَضَى عَالَمٌ بَدَا طَبَقًا  
وَرَدَّتْ نَارَ الْخَلِيلِ مُكْتَمًا ؛  
فِي صَلْبِهِ أَنْتَ كَيْفَ يَحْتَرِقُ  
وَأَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَ أَشْرَقْتَ  
الْأَرْضُ وَضَاءَتْ بِنُورِكَ الْاُفُقُ  
فَنَحْنُ فِي ذَالِكَ الضِّيَاءِ وَفِي النُّورِ  
سُبُلَ الرَّشَادِ نَخْتَرِقُ

زمین پر آنے سے پہلے آپ جنت کے سایہ میں خوشحالی میں تھے اور نیز  
ودیعت گاہ میں جہاں جنتی درختوں کے پتے اوپر نیچے ہوڑے جاتے تھے یعنی  
آپ صلب آدم علیہ السلام میں تھے سو قبل نزول الی الارض کے جب وہ جنت  
کے سیلوں میں تھے آپ بھی تھے اور ودیعت گاہ سے مراد بھی صلب ہے

جیسا کہ اس آیت میں مفسرین نے کہا ہے: فمستقر و مستودع اور پتے کا جوڑنا اشارہ ہے اس قصہ کی طرف کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اس منع کیے ہوئے درخت سے کھالیا اور جنت کا لباس اتر گیا تو درختوں کے پتے ملا کر بدن ڈھانپتے تھے یعنی اس وقت بھی آپ ودیعت گاہ میں تھے اس کے بعد آپ نے زمین کی طرف نزول فرمایا آپ اس وقت نہ لبشر تھے نہ مضغہ اور نہ علقہ، کیونکہ یہ حالتیں جنین ہونے کے بہت قریب ہوتی ہیں اور ہبوط کے وقت جنین ہونے کا انتفاع ظاہر ہے اور یہ نزول الی الارض بھی بواسطہ آدم علیہ السلام کے ہے، غرض آپ نہ لبشر تھے نہ علقہ نہ مضغہ بلکہ صلب ابار میں ایک مادہ مایہ تھے وہ مادہ کشتی نوح میں سوار تھا اور حالت یہ تھی کہ نسبت اور اس کے ماننے والوں کے لبوں تک طوفان غرق پہنچ رہا تھا مطلب یہ ہے کہ بواسطہ نوح علیہ السلام کے وہ مادہ راکب کشتی تھا۔

مولانا جامی نے اسی مضمون کی طرف اشارہ کیا ہے

ز جودش گر نکشتے راہ مفتوح

بجودی کے رسیدے کشتی نوح

اور وہ مادہ اسی طرح واسطہ در و واسطہ ایک صلب سے دوسرے رحم تک منتقل ہوتا رہا جب ایک طرح کا عالم گزر جاتا تھا دوسرا طبقہ ظاہر اور شروع ہو جاتا تھا یعنی وہ مادہ سلسلہ آبار کے مختلف طبقات میں یکے بعد دیگرے منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ اسی سلسلہ میں آپ نے نار خلیل میں بھی ورود فرمایا چونکہ آپ ان کی صلب میں محنتی (پوشیدہ) تھے تو وہ کیسے جلتے پھر آگ اسی طرح آپ منتقل ہوتے رہے یہاں تک کہ آپ کا خاندانی شرف جو کہ آپ کی فضیلت پر شاہد ہے اولاد خندف سے ایک ذرۃ عالیہ پر جاگزیں

مغنی

ہوا جس کے تحت میں اور حلقے یعنی دوسرے خاندان مثل درمیانی حلقوں کے  
 نئے خندق لقب ہے آپ کے جدِ بعید مدرکہ بن الیاس کی والدہ کا یعنی ان  
 کی اولاد میں سے آپ کے خاندان اور دوسرے خاندانوں میں باہمی وہ  
 نسبت تھی جیسے پہاڑ کی اوپر کی چوٹی اور نیچے کے درمیانی درجوں میں اور  
 نطق یعنی اوساط کی قید سے۔ اشارہ اس طرف ہے کہ غیر اولاد خندق کو  
 ان سب کے سامنے بالکل نشیب کی نسبت درجات جبل کے ساتھ ہے  
 اور آپ جب پیدا ہوتے تو زمین روشن ہو گئی اور آپ کے نور سے آفاق  
 منور ہو گئے سو ہم اس ضیاء اور اس نور میں ہدایت کے راستوں کو قطع کر  
 رہے ہیں۔

اس قصیدہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کے وجود اقدس کو آدم  
 علیہ السلام کے ساتھ جنت میں تسلیم کیا ہے اور ان کے نزول کے وقت آپ کا ہبوط و  
 نزول بھی تسلیم کیا۔ کشتی نوح علیہ السلام میں آپ کا سوار ہونا، نار حلیل میں حضرت خلیل  
 علیہ السلام کے ساتھ داخل ہونا وغیرہ وغیرہ۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر  
 اعتراض و انکار نہ فرمایا لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس کی تقریر و  
 تصدیق پائی گئی اور قصیدہ صرف حضرت عباس کا عقیدہ نہ رہا، بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ  
 وسلم کی حدیث تقریری بن گئی اور جملہ صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین جن کی تعداد ایک  
 روایت کے مطابق ایک لاکھ تھی، ان میں سے بھی کسی نے اس پر اعتراض نہ کیا، لہذا  
 اجماع صحابہ کرام بھی اس پر منعقد ہو گیا اور ان سب کی عقل نے اس حقیقت کو تسلیم کر لیا  
 کہ آپ حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہما سے پہلے ان مراحل میں موجود تھے  
 اگر ان والدین سے قبل اس قدر طویل عرصہ میں آپ کا موجود ہونا عقل مصطفوی اور عقل  
 عباس اور عقول صحابہ کرام کے نزدیک درست ہے اور بجا، تو حضرت آدم علیہ السلام سے

نوری وجود کے ساتھ تقدم کیونکہ عقلاً محال اور ناممکن بن گیا۔

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کا بیان کردہ فائدہ یہاں سماعت فرماتے جائیے اور اخلاف و اسلاف دیوبند کے عقل و فہم میں بون بعید ملاحظہ کرتے جائیے کہ اخلاف فقط نوری لحاظ سے تقدم کو محال بتاتے ہیں جب کہ ان کے اسلاف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روح اور جزو مادی کے تعلق کو والدین بلکہ آباء سے مقدم مانتے ہیں؛

(ف) ظاہر ہے کہ جنت کے سایوں میں ہونا، کشتی نوح میں ہونا اور نارِ خلیل

میں ہونا یہ سب قبل ولادت جسمانیہ ہے پس یہ سب حالات روح مبارک کے ہوتے ہو کہ عبارت ہے نور سے اور ظاہراً ان مراتب میں آپ کا وجود بالقوہ مراد نہیں جو مرتبہ وجود مادہ کا ہے، کیونکہ یہ وجود تو تمام اولاد آدم و نوح و ابراہیم علیہم السلام میں مشترک ہے پھر آپ کی تخصیص کیا ہوئی اور مقام مدح مقتضی ہے ایک گونہ اختصاص کو پس یہ قرینہ غالبہ ہے کہ یہ مرتبہ وجود کا اوروں کے وجود سے کچھ ممتاز تھا مثلاً یہ کہ اس جزو مادی کے ساتھ علاوہ تعلق روح آباد کے خود آپ کی روح کو بھی کوئی خاص تعلق ہو یہ تو قرینہ عقلیہ ہے اور نقلی قرینہ جو خود ان اشعار میں ہے ابراہیم علیہ السلام کا سورش سے محفوظ رہنا سبب بتایا گیا ہے آپ کے ورود فرمانے سے، سو اگر اس جزو مادی کے ساتھ آپ کی روح کا کوئی خاص تعلق نہ مانا جاوے تو اس جزو کے وارد فی النار ہونے کے کیا معنی؟ کیونکہ ورود کے معنی لغوی مقتضی ہیں وارد کے خارج ہونے کو اور جزو کو داخل کہا جاتا ہے وارد نہیں کہا جاتا پس یہ امر خارجی آپ کی روح مبارک ہے جس کا تعلق اس جزو مادی سے ہے، مجموعہ جزو اور روح کا بوجہ ترکیب من الداخل و الخارج کے خارج ہوگا پس اس تقریر پر ان اشعار سے یہ تطورات آپ کے نور مبارک کے لیے ثابت ہو گئے۔

اور یہی مدعا ہے اس فصل کا حصہ ۱۲

اسی مضمون کی حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سماعت فرماتے  
جائیے اور حبر امت، مفسر قرآن اور دعائے مصطفوی؛ اللہم فقلہ فی الدین  
و علمہ التاویل، کے مصداق اور قبولیت و اجابت دعائے نبوی کے عظیم نمونہ کے  
عقل و فہم اور بصیرت اور فراست کا ملاحظہ کرتے چلیں۔ قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے شفا شریف  
میں ان سے منقول یہ روایت درج کی ہے:

عن بن عباس رضی اللہ عنہما قال صلی اللہ علیہ وسلم  
لما خلق اللہ آدم اھبطنی فی صلبہ الی الارض وجعلنی  
فی صلب نوح فی السفینۃ و قذف بی فی النار فی  
صلب ابراہیم ثم لم یزل ینقلنی فی الاصلاب  
الکریمۃ الی الارحام الطاہرۃ حتی اخرجنی من  
بین ابوی لم یلتقی علی سقاہ قط۔ ص ۱۲

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ  
وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو مجھے  
ان کی صلب اور پشت میں ودیعت کر کے زمین کی طرف اتارا اور مجھے نوح  
علیہ السلام کی پشت میں ڈال کر کشتی پر سوار کیا حضرت ابراہیم خلیل اللہ  
علیہ السلام کی پشت میں ڈال کر نازمروہ میں ڈالا پھر مجھے عزت و کرامت والی  
پشتوں اور پاک ارحام میں یکے بعد دیگرے منتقل کرتا رہا جتنے کہ مجھے میرے  
والدین سے نکالا جو کبھی بھی زنا کی صورت میں جمع نہیں ہوئے۔

اس روایت کے متعلق علامہ شہاب خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں:  
رواہ ابن الجوزی فی الوفا و ابونعیم فی الدلائل و

قال السيوطي رواه ابن عمرو العدني في مسنده - يعني  
اس روایت کو علامہ ابن الجوزی نے الوفا میں اور ابو نعیم نے دلائل النبوت میں  
نقل کیا ہے اور بقول امام سیوطی ابن عمرو العدنی نے اسے اپنی مسند میں ذکر  
کیا ہے۔ اور علی القاری نے کہا رواہ ابن ابی عمر و العدنی پر اکتفا کیا  
ہے۔ اور اہبطنی فی صلبہ کے تحت علامہ خفاجی فرماتے ہیں :

ان الله خلق نوره صلى الله عليه وسلم و عنصرة  
الذي عجن بالسنيم وهو الطف شيء فاودعه في  
صلب آدم و اهبطه فيه كما مر ثم نقله منه  
بوسائط-

اللہ تعالیٰ نے آپ کے نور اور اس عنصرو جوہر کو جو تسنیم کے پانی  
کے ساتھ گوندھا گیا اور انتہائی لطیف جوہر اور سفید و نورانی موتی کی طرح بن گیا  
تھا آدم علیہ السلام کی پشت اقدس میں ودیعت کیا اور ان کے زمین پر اترنے  
پر آپ کا یہ جوہر نورانی بھی زمین کی طرف منتقل ہوا۔

الغرض اس روایت سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا نظریہ بھی  
معلوم ہو گیا کہ آپ کے نزدیک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت آدم علیہ السلام سے  
پہلے موجود ہونا اور بعد ازاں انکی پشت میں ودیعت ہونا برحق ہے اور رسول اکرم صلی اللہ  
علیہ وسلم کے نزدیک بھی یہ امر صرف ممکن ہی نہیں بلکہ عملی طور پر اور فی الواقع اسی طرح  
مستحق ہوا تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا صحابہ کرام علیہم الرضوان اور رسول اکرم صلی اللہ  
علیہ وسلم ایک حقیقت کو تسلیم کریں، اور پندرھویں صدی کا ایک مولوی اس کو خلاف عقل  
کہہ کر رد کر دے اور سب اکابرین علماء اور صحابہ کرام علیہم الرضوان بلکہ خود معدن علم و حکمت  
صلی اللہ علیہ وسلم کے عقل و فہم کا مذاق اڑاے اس سے بڑا ظلم بھی کوئی ہو سکتا ہے؟



ہم پر تو اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم لازم ہے اور اتباع صحابہ کرام نہ کہ کسی مولوی کے  
بے لگام عقل کی غلامی اور پیروی لہذا ان کو اپنی عقل کی غلامی مبارک اور اللہ کرے ہمیں  
غلامی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نصیب رہے۔

## کیا احادیث نورانیت میں نور سے مراد روح نبوی ہے؟

⑤ رحمانی صاحب نے یہاں نور بمعنی روح کر دیا ہے۔ یہاں بھی چند امور قابل غور ہیں؛  
(۱) حقیقت انسانی روح ہے اور بدن محض اس کے لیے مثل لباس کے ہے،  
لہذا جب روح مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت آدم علیہ السلام سے مقدم  
ہونا تسلیم کر لیا گیا تو بھی ہمارے مدعا میں کوئی خلل لازم نہیں آتا کیونکہ روح جو ہر  
مجرد ہے اور حقیقتاً تمام صفات کمال کا موصوف بالذات وہی ہے، لہذا  
سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جملہ کمالات یعنی نبوت اور خاتم النبیین  
ہونے کا منصب و دیگر کمالات کا ثبوت خارج اور واقع میں ثابت ہو گیا۔  
مولوی حسین احمد مدنی صاحب شہاب الثاقب ص ۵۴ پر رقمطراز

ہیں؛

”حقیقت انسان روح ہے اور بدن روح کے واسطے مثل آستین اور  
غلاف کے ہے اگر پھاڑ ڈالا جائے تو (صلحاً اور محبوبان) کچھ پرواہ نہیں  
کرتے“

امداد المشاق میں اشرف علی تھانوی صاحب نے حضرت حاجی امداد اللہ

صاحب کا یہی ارشاد نقل کیا ہے۔ ص ۱۰۳  
 شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی نے امام غزالی کے حوالے سے اشتر اللمعات

جلد سوم ص ۶۸۳ پر فرمایا:

”حقیقت انسان عبارت است از روح مجرد و نفس ناطقہ وے  
 و بدن آلہ است کہ می رساند دیدن او با دراک آن حقیقت“  
 (انسان کی حقیقت اس کا روح مجرد اور نفس ناطقہ ہے اور بدن محض آلہ  
 ہے جس کا دیکھنا اس حقیقت کے ادراک تک پہنچاتا ہے۔)

قاسم نانوتوی صاحب رسالہ جمال قاسمی میں صفحہ ۱۰ پر رقمطراز ہیں:

”روح حیات اور صفات حیات یعنی وہ صفات جو حیات پر موقوف  
 ہیں مثل سمع و بصر اصلی اور ذاتی ہیں یعنی یہ صفات روح سے صادر ہوتی ہیں  
 اور عالم اسباب میں اس کے حق میں خانہ زاد ہیں اور جسم کی حیات اور صفات  
 مذکورہ عرض ہیں یعنی عطا روح ہیں روح سے صادر ہو کر اس پر واقع ہوتی

ہیں۔“

الغرض جب حقیقت انسان روح ٹھہری اور جملہ کمالات کا معدن و  
 سرچشمہ بھی وہی ٹھہری اور اس کا تقدم آدم علیہ السلام پر بلکہ جملہ مخلوق پر ثابت  
 ہو گیا تو آپ کی حقیقت کا مقدم ہونا بھی ثابت ہو گیا اور یہ دعویٰ کہ بیٹا باپ  
 سے پہلے کیونکر ہو سکتا ہے اپنی زبان سے باطل کر دیا اور ثابت کر دیا کہ آپ  
 بحیثیت روح مجرد کے صرف حضرت آدم علیہ السلام سے نہیں بلکہ جملہ عالم

سے مقدم ہیں۔

(ب) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس وجود کو نور سے تعبیر کیا کہیں:  
 نور نبیک من نورہ فرمایا، کہیں اول ما خلق اللہ نوری

فرمایا وغیرہ وغیرہ۔ آخر ارواح تو سبھی کے نورانی ہیں وہ اربعہ عناصر سے نہیں بلکہ امر رب سے پیدا ہونے والے ہیں۔ قل الروح من امر ربی۔ پھر آپ کے روح اقدس کے نور ہونے کی تخصیص کیوں؟ جس سے صفا ظاہر ہے کہ اگر نور سے مراد روح اقدس ہی ہو تو بہر حال اس کی نورانیت دوسرے ارواح طیبہ پر اس قدر زائد اور فراواں ہے جیسے سورج کا نور اور روشنی چاند اور ستاروں کے نور اور روشنی پر جس طرح سورج کی ضیاء میں چاند اور ستارے گم ہو جاتے ہیں اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آفتاب حقیقت کے سامنے انوار انبیاء و اولیاء روپوش ہو جاتے ہیں اور اس نور و ضیاء میں گم، جس طرح مواہب لذنیہ میں علامہ قسطلانی مفسر ابن کثیر کے حوالہ سے بیان فرماتے ہیں:

”قیل ان الله لما خلق نور نبينا محمد صلی الله علیه وسلم (ای اکمل خلقه بافاضة الكمالات والنبوة علی نوره) امره ان ينظر الى انوار الانبياء عليهم الصلوة والسلام فغشاهم من نوره ما انطعمهم الله به وقالوا يا ربنا من غشينا نوره فقال الله هذا نور محمد بن عبد الله ان آمنتم به جعلتكم انبياء قالوا آمنابه وبنبوتہ“

(مواہب مع الزرقانی جلد اول ص ۴۴)

(کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور اقدس کو پیدا کیا (اور اس کو افاضتہ کمالات اور خلعت نبوت سے مشرف کرنے کے بعد جب دیگر انبیاء علیہم السلام کے انوار کو پیدا کیا تو نور مصطفیٰ

یہاں پر یہ ہے کہ یہ ہے محمد بن عبداللہ  
واللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ نور ہے محمد بن عبداللہ  
یہ ایمان لاؤ تو میں تمہیں نبی بناؤں گا، تو انہوں نے  
کی نبوت پر ایمان لائے،  
قدس کے تقدیم کے ساتھ ساتھ نور اقدس کا تقدیم بھی  
ور آپ کے نور ہونے کا دعویٰ بھی بالکل درست

اس نور اقدس کا حضرت آدم علیہ السلام کی صلب اقدس  
ما اور یکے بعد دیگرے اصلا ب آبار اور ارحام امہات  
ہے۔ اگر اس نور سے مراد روح اقدس ہو تو انحضرت  
کے روح اقدس کا حضرت آدم حضرت نوح، حضرت  
عائیل و دیگر آباء و اجداد کی اصلا ب میں موجود ہونا لازم آتے گا،  
ہے اور پھر اسی روح کا ارحام امہات میں منتقل ہونا  
کہ آبار سے امہات کے ارحام میں جو چیز منتقل ہوتی ہے،  
اس پر ایک سو بیس دن گزرنے کے بعد روح کا اس سے  
مصلوب ہونا اور اس کے علاوہ کہ

حضرت آمنہ سے ظاہر کیا گیا۔

علامہ خفاجی حنفی شرح شفا جلد اول ص ۱۱۱ پر فرماتے ہیں:

” كان نورة في جبهة اباة من ادم الى ابيه  
عبد الله وهو نور حسي كالقمر في الليلة الظلماء و  
المستودع في الاصلاب مادة جسمه اللطيف و النور  
تابع لتلك المادة وكان يظهر في امهاته ايضا كما  
ورد في صحيح الاخبار واستيداعه في الاصلاب وجوده  
فيها كما قيل

انوارہ كانت بجبهة ادم

لا تختفى عن له عينان

وبصلب ادم كان وقت هبوطه

وبصلب نوح وهو في الطوفان

انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اقدس آبار و اجداد کی پیشانیوں سے  
نمایاں ہوتا تھا حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ تک  
اور وہ حسی نور تھا جس طرح تاریک رات میں چاند، اور اصلاب میں ودیعت  
ہونے والی چیز آپ کے جسم لطیف کا مادہ تھا اور نور اس مادہ کے تابع  
تھا اور وہ نور جس طرح آبار سے نمایاں تھا امہات کے اندر بھی اسی طرح  
ضور فگن تھا جیسے کہ صحیح احادیث میں وارد ہے اور اصلاب میں ودیعت  
کئے جانے کا معنی یہی ہے کہ وہ اصلاب میں موجود تھا جیسے کہ کہا گیا  
ہے: آپ کے انوار جبیں آدم علیہ السلام سے نمایاں تھے اور کسی بھی  
چشم بینا سے مخفی نہیں تھے۔ اور آپ کا نور اقدس حضرت آدم علیہ السلام کے

## جعلہ: الوفاء ص ۸۷

الغرض اس قسم کی بے شمار روایات ہیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں نور کا اطلاق روح پر نہیں بلکہ اس نورانی جوہر پر ہے جو اصلاب آباء اور ارحام امہات میں منتقل ہوتا رہا ہے جس طرح کہ حضرت شیخ محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں :

”و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام از فرق تا قدم ہمہ نور بود کہ دیدہ حیرت در جمال باکمال وے نیرہ می شد مثل ماہ و آفتاب تابان و روشن بود اگر نہ نقاب بشریت پوشیدہ بودے ہیچ کس را مجال نظر و ادراک حسن او ممکن نبودے۔ ہمیشہ جوہر وے نوری بود کہ انتقال کرد از اصلاب آباء و ارحام امہات از زمن آدم تا انتقال بہ صلب عبد اللہ و رحم آمنہ سلام اللہ علیہم اجمعین“  
(مدارج النبوت، جلد اول ص ۱۰۹)

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سراقس سے پاؤں مبارک تک سراسر نور تھے اور آپ کے جمال باکمال کو دیکھتے وقت دیدہ حیرت اور چشم بینا خیرہ اور حیران ہو جاتی تھی آپ چودھویں کے چاند اور آفتاب تابان کی طرح روشن اور تابناک تھے اگر آپ نے بشریت کا نقاب نہ اوڑھا ہوا ہوتا تو کسی آدمی کو آپ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے کی ہمت نہ ہوتی اور نہ آپ کے حسن حقیقت کا ادراک ممکن ہوتا آپ کا جوہر حقیقت نوری تھا جو آباء و اجداد کی اصلاب اور امہات کے ارحام سے حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ اقدس سے لے کر حضرت عبد اللہ اور حضرت آمنہ کے رحم تک منتقل ہوتا رہا۔)

اس تحقیقت کی صراحت کرتے ہوئے علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض میں

فرماتے ہیں؛

”وقیل انه صلی اللہ علیہ وسلم سابق علی سائر  
الانبیاء روحاً کما صر وجسداً لان مادة جسده صلی اللہ  
علیہ وسلم خلقت قبل سائر المواد لها روی ابن  
الجوزی فی الوفاء عن کعب الاحبار انه تعالیٰ لها  
اراد ان یخلق محمداً صلی اللہ علیہ وسلم امر جبرائیل  
علیہ السلام ان یتیه بالطینة البیضاء فهبط فی  
ملاء من ملائکة الفردوس وقبض قبضة من موضع  
قبره بیضاء نيرة فعجنت بهاء التسنیم فی معین  
الجنة حتی صارت کالدرة البیضاء لها شعاع عظیم  
ثم طافت بها الملائکة حول العرش والكرسى و  
السموات و الارض حتی عرفته الملائکة قبل ان  
تعرف آدم علیه السلام ای عرفت روحه و عنصرة“  
(نسیم الریاض جلد ثانی ص ۲۰)

انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام پر روح اقدس کے  
اعتبار سے بھی سابق اور مقدم ہیں اور جسدِ اطہر کے لحاظ سے بھی، کیونکہ آپ کے  
جسدِ اطہر اور جسمِ منور کا مادہ تمام مواد سے پہلے پیدا کیا گیا جیسے کہ ابن الجوزی  
نے الوفا میں حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ  
نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق کا ارادہ فرمایا تو جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا  
کہ میرے پاس سفید اور روشن مٹی لاؤ، چنانچہ وہ ملائکہ فردوس کی ایک جماعت

کے ہمراہ زمین پر اترے اور آپ کی قبر مبارک والے مقام سے سفید اور نورانی مٹی کی مٹھی اٹھا کر بارگاہ خداوندی میں لے گئے جس کو جنت کے صاف ستھرے پاکیزہ پانیوں اور تسنیم کے ساتھ گوندھا گیا تھے کہ وہ چمکتے موتی کی طرح ہو گئی اور اس کے لیے عظیم شعاع تھی پھر ملائکہ اس کو لے کر عرش و کرسی آسمانوں اور زمین کی سیر کرتے رہے حتیٰ کہ ملائکہ نے اس وقت سے آپ کو جان لیا جب کہ آدم علیہ السلام کی ان کو معرفت اور جان پہچان نہ تھی یعنی آپ کے جسم اطہر اور عنصر جبذاتی اور روح اقدس کو پہچان لیا۔

اور الوفا میں اس قدر زائد ہے :

”ثم كان نور محمد صلى الله عليه وسلم يري في  
جبهة آدم (يعني نور محمدى صلى الله عليه وسلم حضرت آدم کی پیشانی میں سے  
جھلکتا تھا۔ ص ۳۲)

یہ تو تھی علامہ موصوف کی تقریر حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم قالوا امتی وجبت  
لك النبوة يا رسول الله قال و آدم بين الروح والجسد کے تحت اس  
طرح لما خلق الله آدم اهبطني في صلبه کے تحت فرمایا یعنی ان اللہ خلق  
نوره صلى الله عليه وسلم وعنصرة الذي عجن بالتسنيم وهو  
الطف شى فاودعه في صلب آدم عليه السلام یعنی آدم علیہ السلام کی  
پشت میں ودیعت کر کے زمین پر اتارنے کی صورت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے  
نور انور کو پیدا فرمایا اور اس عنصر جبذاتی کو جو ماہ تسنیم کے ساتھ گوندھا گیا اور انتہائی لطیف  
جوہر بن گیا تو اس کو آدم علیہ السلام کی پشت میں رکھا۔

علامہ احمد قسطلانی مواہب میں فرماتے ہیں :

”هذا لا يقال من قبل الراى فهو اما عن الكتب



القديمة لانه خبرها او عن المصطفى بواسطة فلهو

مرسل“

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ حضرت کعب احبار کی یہ روایت ذاتی رائے اور عقل و قیاس سے متعلق نہیں لہذا یہ کتب قدیمہ سے مروی ہے کیونکہ کعب احبار ان میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ اور یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بالواسطہ مروی ہے لہذا مرسل روایت ہے۔ رہا یہ سوال کہ قدیمہ کتب میں تحریف ہو چکی تھی لہذا ان سے منقول قول کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے، تو اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ان التضعیف انہا ہو من جهة السند لانه المرققات کہا ہو معلوم عند من لہ ادنی الامام بالفن و لیس کل ما ینقل من الکتب القديمة مردوداً بمثل هذا الاحتمال۔ (مواہب جلد اول ص ۲۲)

تضعیف روایت کا دار و مدار سند پر ہوا کرتا ہے، کیونکہ روایت کے ضعف یا صحت کے لیے وہی معیار اور محاکم ہے جیسا کہ فن حدیث کی معمولی سوجھ بوجھ رکھنے والے بھی اس سے پوری طرح باخبر ہیں اور کتب قدیمہ سے منقول ہر قول کو ایسے احتمالات کی وجہ سے رد کرنے کی کوئی وجہ و جہہ نہیں ہے۔ اقول تحریف ان لوگوں نے کی جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے منکر تھے اور اس حسد میں مبتلا کہ نبوت بنی اسرائیل سے بنی اسماعیل میں کیوں آگئی اور جو اہل کتاب حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے ان کے لیے اظہار حقیقت میں کونسی رکاوٹ ہو سکتی تھی بلکہ یہ تو ان کا تقاضاے ایمان تھا کہ حقیقت حال کا اظہار کریں لہذا حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے مروی اس روایت میں تردد و انکار کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔

اسی طرح علامہ قسطلانی نے امام سبکی کے حوالہ سے اس حدیث پاک ”قالوا متبی وجبت لك النبوة يا رسول الله قال و آدم بين الروح والجسد“

ہکی تشریح کرتے ہوئے اور اس سوال کا کہ نبوت تو ولادت اقدس کے چالیس سال بعد  
 آپ کو عطا ہوئی تخلیق آدم علیہ السلام سے قبل اس کے ثبوت و تحقق کا کیا معنی جب کہ  
 نبوت صفت ہے اور صفت موصوف کے بغیر متحقق نہیں ہو سکتی تو جب ذات رسول  
 صلی اللہ علیہ وسلم ہی نہیں تھی وہ حضرت عبد اللہ اور حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے  
 آپ کی ولادت کے بعد متحقق ہوئی تو ہزاروں سال پہلے صفت کے موجود ہونے کا کیا معنی،  
 جواب دیتے ہوئے فرمایا:

« انه قد جاء ان الله خلق الارواح قبل الاجساد  
 فقد تكون الاشارة بقوله كنت نبيا الى روحه الشريفة  
 او الى حقيقة من الحقائق والحقائق تقصر عقولنا عن  
 معرفتها وانها يعلمها خالقها ومن امده الله بنور  
 الہی ثم ان تلك الحقائق يوتي الله كل حقيقة منها  
 ما يشاء في الوقت الذي يشاء فحقيقة النبي صلى الله  
 عليه وسلم قد تكون من حين خلق آدم رأتها الله  
 ذلك الوصف بان يكون خلقها متهيئة لذلك و  
 افاضه عليها من ذلك الوقت فصار نبيا وكتب اسمه  
 على العرش واخبر عنه بالرسالة ليعلم ملائكته  
 وغيرهم كرامته عنده فحقيقة موجوده من ذلك  
 الوقت وان تاخر جسده الشريف المتصف بها واتصاف  
 حقيقته بالاوصاف الشريفة الهفافة عليها من  
 الحضرة الالهية حاصل من ذلك الوقت وانها  
 يتاخر البعث والتبليغ وكل ماله من جهة

اللہ ومن جهة تاهل ذاته الشريفة وحقيقته معجل لا  
تاخرفيه وكذلك استنباءه وايتاءه الكتاب والحكم  
والنبوة: (جلد اول ص ۳۷-۳۸. مواهب مع الزرقانی وكذا في  
الخصائص الكبرى للإمام السيوطي ص ۴، ۵)

ترجمہ: (احادیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارواح کو اجسام سے  
پہلے پیدا فرمایا لہذا رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ارشاد گرامی: حنت  
نبیاء، میں آپ کے روح اقدس کی طرف اشارہ ہو گا یا حقیقت کی  
طرف اور تعلق کے ادراک و معرفت سے ہمارے عقول عاجز و قاصر ہیں اور ان  
کو صرف ان کا خالق ہی جانتا ہے اور وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نور  
سے فیضان عطا کیا ہے پھر ان تعلق میں سے ہر حقیقت کو اللہ تعالیٰ جو  
کمال چاہتا ہے اور جس وقت چاہتا ہے عطا فرماتا ہے لہذا حقیقت محمدیہ علی  
صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے تخلیق آدم علیہ السلام کے وقت  
سے ہی کمال نبوت عطا فرمادیا، اسے نبوت کی اہلیت و صلاحیت عطا  
کر کے پیدا کیا اور اسی وقت اس وصف کمال کا افاضہ بھی فرمادیا لہذا آپ  
نبی بن گئے اور آپ کا نام اقدس عرش مجید پر لکھوا دیا اور آپ کی رسالت کی  
خبر دے دی تاکہ ملائکہ اور دیگر مخلوق کو آپ کی عند اللہ عزت و کرامت معلوم  
ہو جائے، تو آپ کی حقیقت اس وقت سے موجود ہے اگرچہ جسم اقدس  
متصف بالرسالہ بعد میں موجود کیا گیا، لیکن آپ کی حقیقت کا ان اوصاف  
کمال اور صفات شریفہ کے ساتھ اتصاف جو حضرت الہیہ سے آپ  
پر فیضان کی گئیں اس وقت سے حاصل ہے اور بعثت اور تبلیغ میں تاخیر  
پائی گئی ہے مگر جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیضان کیا گیا اور جس کمال

کی آپ کی ذات شریفہ اور حقیقت طیبہ میں صلاحیت تھی وہ فوری طور پر موجود  
 کر دیا گیا تھا اس میں تاخیر و التوا نہیں تھا اور من جملہ ان کمالات سے  
 آپ کو نبوت کا عطا کرنا اور کتاب و حکمت اور حکم کا عطا کرنا ہے۔ (۹)  
 كذا نقله عن السبكي والخصائص والقسطاني في حجة

اللہ علی العلیین ص ۲۲، ۲۳

الغرض ان اکابر کی اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا  
 تقدم آدم علیہ السلام پر ہو سکتا ہے کہ باعث بار روح اقدس کے ہو اور ہو سکتا ہے کہ آپ  
 کی حقیقت طیبہ کے لحاظ سے ہو اگرچہ ہم اس کے ادراک سے قاصر ہیں لہذا یہ دعویٰ کہ  
 صرف روح کے لحاظ سے تقدم ہی مراد ہے محتمل کو متیقن ٹھہرانے کے مترادف ہے اور  
 رجم بالغیب والی صورت ہے نیز رحمانی صاحب کا یہ قول بھی لغو اور باطل ہو گیا کہ نور  
 سے مراد آپ کی نبوت ہے کیونکہ نبوت صفت ہے تو نور بھی صفت ہو گیا اور صفت  
 کا قیام موصوف کے بغیر محال لہذا اس نور کا قیام بھی بغیر موصوف و محل کے ناممکن ہو گا،  
 اور بشریت تو ابھی تیار ہی نہیں ہوئی تھی لہذا اس کا محل بشریت تو ہو نہیں سکتا تو  
 لا محالہ اس سے مختلف جوہر اور مادہ تسلیم کرنا پڑے گا جس کے ساتھ نور قائم ہو تو پھر آپ  
 کے جوہر اور مادہ کا حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے قبل موجود ہونا ثابت ہو گیا اور  
 اولاد آدم میں سے اس ولد عظیم کا من وجہ تقدم آدم علیہ السلام پر بھی ثابت ہو جائے گا۔  
 الغرض یہاں پر بطور احتمال ”كنت نبيا و آدم بين الروح والجسد“ میں  
 حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی طرف اشارہ ہونا اور اس کا صفت نبوت سے  
 موصوف ہونا ذکر کیا ہے۔ لیکن خود علامہ قسطانی نے ہی بغیر کسی احتمال اور تردد کے حقیقت محمدیہ  
 علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا اصل حقائق جنس اور اجناس، کائنات کا اب اکبر ہونا اور اول التصنیفات  
 ہونا صراحتہ ذکر کیا ہے۔

انه لما تعلق ت ارادة الحق بايجاد خلقه وتقدير  
 رزقه ابرز الحقيقه المحمديه من الانوار الصمديه  
 في الحضرة الاحديه ثم سلخ منها العوالم كلها علوها  
 وسفلها على صورة حكيمته كما سبق في سابق ارادته و  
 علمه ثم اعلمه بنبوته وبشرة برسالته هذا و  
 ادم لم يكن الا كما قال بين الروح والجسد ثم  
 انبجست منه صلى الله عليه وسلم عيون الارواح فظهر  
 (حقيقت) بالملء الاعلى وهو بالنظر الاجلى وكان لهم  
 المورد الاحلى فهو صلى الله عليه وسلم الجنس العالى  
 على جميع الاجناس والاب الاكبر بجميع الموجودات  
 والناس ومن حيث ان الجميع خلقوا من نوره على  
 ماياتى في حديث عبد الرزاق :- "مواهب مع زرقانى  
 جلد اول ص ۲۴

(جب اللہ تعالیٰ کے ارادہ کا ایجا خلق اور ان کے تقدیر رزق سے  
 تعلق ہوا تو اس نے حقیقت محمدیہ کو انوار صمدیہ سے حضرت الہیہ میں ظاہر و  
 بارز فرمایا اور موجود و متحقق کیا پھر اس سے ہی تمام عوالم علوی اور سفلی اپنی حکمت  
 کے تقاضا کے مطابق انزاع فرمائے جیسے کہ اس کے ارادہ اور علم ازلی  
 میں تھا، پھر آپ کو اس وقت اپنی نبوت کی اطلاع دی اور رسالت کی  
 بشارت جب کہ حضرت ابوالبشر کا روح تھا نہ جسم اور نہ ہی ان میں  
 باہمی ربط و تعلق پھر آپ سے ارواح کاملہ صافیہ کا ظہور ہوا لہذا آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کا ظہور اس وقت سے ملاز اعلى میں ہو چکا تھا

اور آپ درجہ کمال اور مرتبہ تکمیل تک پہنچ کر ملائعہ اعلیٰ کے لیے مورد اعلیٰ یعنی  
فیض کا چشمہ شیریں بن چکے تھے لہذا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام اجناس عالم  
کے لیے مثل جنس عالی کے ہیں اور سب موجودات کے لیے بالعموم اور  
انسانوں کے لیے بالخصوص اب اکبر ہیں کیونکہ وہ سبھی آپ کے نور سے مخلوق  
ہیں جیسا کہ حدیث عبد الرزاق میں اس کی تصریح آرہی ہے۔

دیوبندی مولویوں کو تو یہ سمجھ آنا مشکل ہو رہا تھا کہ بیٹا باپ سے پہلے بھی ہو سکتا ہے  
مگر اس عبارت کو دیکھ کر پتہ نہیں ان کے ہوش و حواس کہاں گم ہوں گے جس میں آپ کو  
اجناس عالم کی جنس عالی اور سب موجودات اور نوع انسانی کا اب اکبر کہا جا رہا ہے  
یعنی وہ حضرت آدم کے لیے باپ کی مثل ہیں بیٹے بھی ہیں اور باپ بھی اصل بھی ہیں  
اور فرع بھی مگر خدا بصیرت دے دے تو اس میں کیا دشواری ہے جس طرح علامہ محمد ابن  
عبدالباقی نے واضح کر دیا ہے کہ آپ نورانی حیثیت سے سب کے لیے اصل ہیں  
جنس عالی ہیں اور اب اکبر جس طرح کہ حدیث عبد الرزاق میں اس کی تصریح ہے (اور  
جسمانی و جسمانی ہست و صورت کے لحاظ سے اولاد بھی ہیں)

مولوی حسین احمد صاحب شہاب ثاقب میں رقمطراز ہیں:

”در حقیقت کمالات تو کمالات روحی ہیں جیسا کہ حقیقت انسان

روح ہے اور یہ جسد خاکی تو قالب اور غلاف آدمی ہے۔ مدار فضائل کا عقلاً

کے نزدیک انھیں کمالات روحی پر ہے جسمی پر نہیں۔ پس باعتبار جسم اطہر

کے آپ اگرچہ اولاد آدم اور بنی آدم ہیں، لیکن باعتبار روح کے آپ

سب کے امام اور باپ ہیں“ ص ۵۴

معلوم ہوتا ہے موجودہ دیوبندی اپنے اکابر کی عبارات سے بھی بے خبر ہیں اور ان

کے عقیدہ و نظریہ سے بھی یہ کہتے ہیں بیٹا باپ سے پہلے کیسے ہو سکتا ہے اور وہ کہتے

ہیں کہ روحانی اور نورانی لحاظ سے آپ بیٹے ہیں ہی نہیں بلکہ باپ ہیں ۔  
 .بین تفاوت راہ از کجا است تا بجا

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دوہری حیثیت اور اصالت و فریعت اور  
 ابوت و بیوت کی تصریح عظیم مفسر علامہ سید محمود آلوسی حنفی نے روح المعانی جلد اول  
 صفحہ ۲۰۱ پر واذ قال ربك للملائكة اذ قال ربك للملائكة کی تفسیر میں فرمائی ہے اور ربك میں  
 و جب خطاب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کو خلافت عطا کرنا اور  
 اس اعزاز کے ساتھ مشرف کرنا ان کی ربوبیت ہے لہذا ربُّ آدم فرمایا جاتا اس  
 کی جگہ ربك فرما کر اشارہ فرمایا ہے کہ اس جملہ خبریہ میں اور اعلان خلافت میں نبی اکرم  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بہت بڑا حصہ ہے اور عظیم نصیب ہے۔ فہو صلی اللہ علیہ و  
 سلم علی الحقیقة الخلیفة الاعظم فی الخلیفة والامام المقدم  
 فی الارض والسموات العلی ولولاه ما خلق آدم بل ولا ولا و للہ  
 در سیدی ابن الغارض حیث یقول عن لسان الحقیقة المحمدیہ

وانی وان کنت ابن آدم صورة

فلی فیہ معنی شاہد بابونی

اپس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت میں خلیفہ اعظم ہیں تمام مخلوقات  
 خداوند تعالیٰ میں اور امام مقدم ہیں زمین اور آسمانوں میں اگر آپ کا وجود مسعود  
 نہ ہوتا تو نہ آدم علیہ السلام پیدا کیے جاتے اور نہ ہی ارض و سما اور دنیا کی  
 کوئی چیز اور اللہ تعالیٰ کے لیے ہے سیدی ابن الغارض کا خیر کثیر اور  
 اس کی عطا سے ہے ان کا جملہ کمال جب کہ انھوں نے حقیقت محمدیہ کی  
 ترجمانی کرتے ہوئے کہا: ۔

وانی وان کنت ابن آدم صورة  
 فلی فیہ معنی شاہد بابونی

(میں اگرچہ صورت اور ظاہر کے لحاظ سے ابن آدم ہوں لیکن میرے لیے ان میں عظیم معنی اور حقیقت ہے جو ان کے لیے میری ابوت اور اصالت کی شاہد اور گواہ ہے۔)

ظاہر میں میرے نخل حقیقت میں میرے اصل

اس گل کی یاد میں یہ صدا ابو البشر کی ہے

ان کی ابوت، ان کی نبوت ہے سب کو عام

ام البشر عروس انھیں کے پسر کی ہے

نیز علامہ آلوسی نے بھی یہاں حقیقت محمدیہ کی طرف اس دعویٰ کی نسبت کر کے

واضح کر دیا کہ نور نبیؐ کا مصداق اور کنت نبیاً کا مصداق حقیقت محمدیہ ہے،

جس طرح کہ امام علامہ قسطلانی کے اس ارشاد سے ظاہر اور واضح ہے۔

الغرض کعب بن احبار رضی اللہ عنہ سے منقول روایت اور یہ احادیث اور علماء اعلام

اور آئمہ کبار کے ان ارشادات سے واضح ہو گیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے قبل

آپ کا جو ہر روح اور عنصر جسدانی موجود تھے اور ان میں باہمی ربط و تعلق بھی تھا لہذا حقیقت

محمدیہ کا تقدم حضرت آدم علیہ السلام پر ثابت ہو گیا اور خود اشرف علی تھا نومی حضرت عباس

رضی اللہ عنہ کے قصیدہ میں اس حقیقت کا اعتراف کر چکے ہیں کہ آپ حضرت نوح علیہ

السلام کے ساتھ کشتی میں کیسے سوار ہوئے اور نافرود میں حضرت ابراہیم علیہ السلام

کے ساتھ کیسے وارد ہوئے اگر اجزاء مادیہ بالقوہ مراد ہیں تو پھر ساری اولاد نوح علیہ السلام

اور ابراہیم علیہ السلام کی اس میں برابر ہے پھر آپ کی خصوصیت کیا ہوتی جب کہ مقام مدح

خصوصیت کا مقتضی ہے تو اس اشکال کو دور کرتے ہوئے کہا۔ پس قرینہ غالبہ یہ ہے کہ یہ

مرتبہ وجود کا ادواروں کے وجود سے ممتاز تھا جس کا خلاصہ یہ کہ آپ کے جزو مادی کے

ساتھ آپ کے روح اقدس کا تعلق تھا جب کہ دوسری اولاد کے ارواح کا تعلق نہیں تھا



اور چونکہ جو داخل و خارج سے مرکب ہو وہ مجموعہ بھی خارج ہی ہوتا ہے لہذا آپ کو راکب سفینہ کہنا اور آپ کا نار نمود میں وارد ہونا درست ہو گیا (تفصیلی عبارت پہلے ذکر ہو چکی ہے) اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں وارد "لحم یزل ینقلنی" کے الفاظ بھی اس امر کے موید ہیں کہ روحانیت و نورانیت اور جوہر جسدانی میں باہم ربط و تعلق تھا اور یکے بعد دیگرے انتقال اسی شیء کا ہو گا جس کا الگ وجود و تقوم ہو گا اور اسی مادہ نورانی کی وجہ سے آدم علیہ السلام کی پیشانی سے انوار محمدیہ جھلکتے تھے اور دیگر آباؤ اجداد سے روح و جوہر جسدانی کے تعلق کی وجہ سے آپ آباؤ اجداد کی اصلا ب میں ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ذکر فرمایا کرتے تھے جس طرح مواہب میں مذکور ہے: یدکرانہ (الیاس) کان یسمع فی صلبہ تلبیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالحجۃ - (جلداول ص ۷۷)

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد جناب الیاس اپنی پشت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تلبیج کی آواز سنتے تھے اور پشت سے آپ کا لبیک اللہم لبیک...! کہنا ان کو سنائی دیتا تھا اور یہی مادہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے اندر منتقل ہوا تو ان پر پورا جہاں فریفتہ ہو کر رہ گیا اور انوار تاباں کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے راہ پر قطار اندر قطار کھڑے رہا کرتے تھے۔

لہذا اس حقیقت کے تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ آپ اپنی حقیقت، روحانیت اور عنصر جسدانی کے اعتبار سے مقدم تھے اور انھیں کو کبھی روح سے تعبیر کیا گیا اور کبھی نور سے کبھی عقل سے کبھی در بیضار سے گویا یہ سب تعبیرات ہیں مختلف اعتبارات سے اور ان کا مصداق حقیقت محمدیہ ہے علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام لہذا یہاں نور سے مراد فقط روح لینا یا نبوت و رسالت مراد لینا درست نہیں ہو سکتا۔

## قلم اول الخلق نہیں بلکہ نور محمدی

### علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام اول المخلوق ہے

رحمٰنی صاحب نے یہ دعویٰ کیا کہ "اول ما خلق اللہ القلم" یہ حدیث صحیح ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور اقدس کے اول المخلوقات ہونے کی روایت ضعیف ہے اور صحیح کے مقابلہ میں ضعیف کو کیسے قبول کیا جاسکتا ہے۔

(۱) سب سے پہلے تو مولوی صاحب کے اس ضابطہ سے بحث کرتے ہیں کہ یہ قاعدہ کس حد تک درست ہے حقیقت حال یہ ہے کہ قطعی اور ظنی میں تعارض ہو تو ظنی کو کلیتہً رو نہیں کر دیا جاتا بلکہ تطبیق کی کوشش کی جائے گی اگر تطبیق ہو سکے تو بہتر ورنہ ظنی کو ترک کریں گے مثلاً فاقروا ماتیسر منہ ارشاد ربانی ہے جس سے نماز میں نفس قرأت کا فرض اور ضروری ہونا ثابت ہو رہا ہے خواہ کوئی بھی سورہ ہو لیکن حدیث شریف سے ثابت ہے، لا صلوٰۃ الا بفاتحہ الكتاب کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز مکمل نہیں ہوتی لیکن آیت کے مقابل ہونے کے باوجود ائمہ کرام نے حدیث کو رو نہیں کیا بلکہ تطبیق اس طرح دی ہے کہ نفس قرأت فرض ہے قرآن مجید کی رو سے اور سورہ فاتحہ واجب ہے اس خبر واحد کی رو سے لہذا علی الاطلاق یہ قاعدہ مستعمل نہیں بلکہ پہلی شرط تطبیق کی کوشش ہے علاوہ ازیں اول ما خلق القلم میں اولیت حقیقی مراد ہو سکتی ہی نہیں، کیونکہ

مسلم شریف میں یہ روایت اس طرح منقول ہے : قال رسول الله صلى  
الله عليه وسلم كتب الله مقادير الخلائق قبل ان  
يخلق السموات والارض بخمسين الف سنة قال و  
كان عرشه على الماء - رواه مسلم مشكوة ، باب  
الايهان بالقدر -

(سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے  
پچاس ہزار سال پہلے مخلوقات کی مقادیر لکھوا دی تھیں جب کہ اس کا عرش پانی پر تھا،  
جس سے صاف ظاہر ہے کہ عرش پہلے موجود تھا۔ علاوہ ازیں قلم کو پیدا کر کے یہ حکم دیا گیا  
تھا: اکتب۔ لکھو۔ اس نے عرض کیا: کیا لکھوں، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اکتب القدر  
(تقدیر خداوند کو لکھو) فکتب ما كان وما هو كائن الى الابد (تو اس نے  
جو کچھ ہو چکا تھا وہ بھی لکھ دیا اور جو قیامت تک ہونے والا تھا وہ بھی لکھ دیا، جس سے صاف  
ظاہر ہے کہ قلم سے پہلے مخلوقات تھی جس کو ما كان سے تعبیر کیا گیا جب یہاں اولیت  
ہی اضافی ہے تو اس حدیث کی آڑ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور اقدس کی اولیت  
سے انکار کرنے کا کیا معنی؟

علامہ علی القاری مرقات شرح مشکوة جلد اول ص ۱۶۶ پر فرماتے ہیں :

”في الازهار اول ما خلق الله القلم يعني بعد العرش و  
الماء والرياح لقوله عليه السلام كتب الله مقادير  
الخلائق قبل ان يخلق السموات والارضين بخمسين  
الف سنة وكان عرشه على الماء - (رواه مسلم) وعن ابن  
عباس عن قوله تعالى وكان عرشه على الماء على اى  
شى كان الماء قال على متن الرياح - (رواه البيهقي

ذکرہ الابہری)

(ازہار میں ہے کہ قلم کے اول المخلوقات ہونے کا مطلب یہ ہے کہ عرش، پانی اور ہوا کے بعد یہ پہلی مخلوق ہے، کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے مقادیر خلّاق کو لکھوا دیا تھا اور اس کا عرش پانی پر تھا۔ اس کو مسلم نے روایت کیا۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا عرش پانی پر تھا۔ تو یہ فرمائیے! پانی کس پر تھا، تو انھوں نے فرمایا: ہوا کی پشت پر۔ (اس کو بہیقی نے روایت کیا اور ابہری نے ذکر کیا۔)

فالاولیۃ اضافیہ لہذا اول ما خلق اللہ القلم میں اولیت حقیقی نہیں بلکہ اضافی ہے۔

تو اس صورت میں حدیث نور میں اولیت حقیقی ہونے سے یہ حدیث کیونکر مانع ہو سکتی ہے اور یہی تحقیق علماء اعلام اور مقتدایان امام نے ذکر کی ہے۔ علامہ علی قاری نے فرمایا:

”فالاولیۃ اضافیۃ والاول الحقیقی فہو النور المحمدی

علی ما بینتہ فی المورد للمولد“

نور محمدی اول حقیقی ہے جس طرح کہ میں نے رسالہ میلاد ”المورد للمولد“ میں اس کی تحقیق بیان کی ہے اور قلم میں اولیت اضافی ہے یہی علامہ علی قاری مرقات جلد اول ص ۱۴۶ پر علامہ ابن حجر ہیتمی مکی کے حوالے سے فرماتے ہیں:

”قال ابن حجر اختلفت الروایات فی اول المخلوقات

وحاصلہا کہا بینتہا فی شرح شمائل الترمذی ان

اول النور الذی خلق منه علیہ الصلوٰۃ والسلام ثم الماء  
العرش اول المخلوقات“

ابن حجر نے فرمایا: اول المخلوقات کونسی شئی ہے اس میں روایات  
مختلف ہیں مگر ان میں تطبیق کی صورت وہ ہے جو میں نے شمائل الترمذی کی  
شرح میں ذکر کی ہے کہ سب سے اول وہ نور ہے جس سے نبی اکرم صلی اللہ  
علیہ وسلم کو پیدا کیا گیا اس کے بعد پانی اور بعد ازاں عرش۔  
علامہ قسطلانی نے اس مسئلہ یعنی قلم کے اول مخلوق ہونے کی بحث کرتے ہوئے فرمایا:

”قد اختلف هل القلم اول المخلوقات بعد النور  
المحمدي فقال الحافظ ابو يعلى الهمداني الاصح ان  
العرش قبل القلم لما ثبت في الصحيح (الى) وروى احمد  
والترمذی من رواية ابی زرین مرفوعاً ان الماء خلق  
قبل العرش وروى السدي باسناد متعدد ان الله لم  
يخلق شيئاً ما خلق قبل الماء فيجمع بينه وبين  
ما قبله بان اولية القلم بالنسبة الى ما عدا النور  
المحمدي والماء والعرش وقيل الاولية في كل  
بالاضافة الى جنسه اي اول ما خلق الله من الانوار  
نوری وکذا في باقيها“ مواهب لدنيہ مع زرقانی

جلد اول ص ۲۴، ۲۸

(اس سوال کے جواب میں کہ آیا قلم نور محمدی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام  
کے بعد اول المخلوقات ہے علماء کا اختلاف ہے۔ حافظ ابویلی ہمدانی فرماتے  
ہیں کہ اصح یہ ہے کہ عرش قلم سے پہلے پیدا کیا گیا ہے اور علامہ زرقانی نے

اس کو جمہور کا مذہب مختار قرار دیا ہے، کیونکہ حدیث صحیح سے ثابت یہی ہوتا ہے (اور وہ حدیث ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں) اور احمد و ترمذی نے حضرت ابو زرین رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت نقل کی ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ پانی عرش سے پہلے پیدا کیا گیا ہے اور سدی نے متعدد اسانید سے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پانی سے پہلے کوئی شئی پیدا نہیں فرمائی تو ان مختلف روایات میں تطبیق اور موافقت اس طرح پیدا کی جائے گی کہ قلم کا اول الخلق ہونا نور محمدی پانی اور عرش کے مساوی کے اعتبار سے ہے اور یہ تو جہہ بھی کی گئی ہے کہ ہر شئی کی اولیت اپنی اپنی جنس کے لحاظ سے ہے یعنی انوار میں سے سب سے پہلے نور محمدی کو پیدا کیا گیا اور اقلام میں سے اس قلم کو اور جن اشیاء پر عرش کا لفظ بولا جاتا ہے ان میں سے اس عرش اعظم کو سب سے پہلے پیدا کیا گیا۔

نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اول الخلق ہونے پر دلالت کرنے والی احادیث کی صحت و قوت !!!

(ب) اب یہ دیکھنا ہے کہ آیا نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولیت والی روایات ضعیف ہیں۔ حدیث عبد الرزاق کو لیجئے اسے امام قسطلانی نے ذکر کیا مگر ضعف کا کہیں قول نہیں کیا اور نہ اس کے شارح علامہ امام محمد بن عبد الباقی رزقانی نے کہیں ضعف کا اشارہ کیا۔ علامہ ابن حجر ہیتمی مکی نے فتاویٰ حدیثیہ میں اس کو ذکر کیا ہے۔ جب ان سے سوال کیا گیا حدیث "اول ما خلق اللہ روحی والعالم بأسره من نوری کل شئی یرجع الی اصلہ" کو کس نے روایت کیا ہے تو انھوں نے جواب میں فرمایا: میں نہیں جانتا

کہ کسی محدث نے اس طرح اس حدیث کو روایت کیا ہو و انہا الذی رواہ عبد الرزاق انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ خلق نور محمد قبل الاشیاء من نورہ ص ۲۴ اور صرف عبد الرزاق نے اس حدیث کو ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیا سے پہلے نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نور سے پیدا فرمایا، لیکن انہوں نے بھی ضعف کی طرف قطعاً کوئی اشارہ نہیں کیا۔ اور علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی نے اس کو حجۃ اللہ علی العالمین میں ذکر کیا ہے مگر انہوں نے بھی ضعف کے متعلق کوئی اشارہ نہیں کیا ملاحظہ ہو ص ۲۸ تا ۲۹۔

اسی طرح علامہ آلوسی نے اس کو ذکر کیا ہے اور ضعف کی طرف ذرہ بھر اشارہ نہیں کیا۔ فرماتے ہیں:

”اما اشارة الى الحقيقة المحمدية والتعين الاول اشار اليه بقوله عليه السلام اول ما خلق الله نور نبيك يا جابرو بواسطة حصلت الافاضة كما يشير اليه لولاك ما خلقت الافلاك“ جلد اول ص ۴۸

یعنی بار بسمہ میں حقیقت محمدیہ اور تعین اول کی طرف اشارہ ہے جس کی طرف اس حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں اشارہ کیا گیا ہے کہ اے جابر! سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تیرے نبی کے نور کو پیدا فرمایا اور آپ کی وساطت سے ہی دوسری چیزوں پر وجود و حیات کا فیضان کیا گیا جیسے کہ لولاك ما خلقت الافلاك اس کی طرف اشارہ کر رہا ہے یعنی اے محبوب کریم! صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ موجود نہ ہوتے تو میں افلاک

کو پیدا نہ کرتا۔

الغرض جن اکابر علماء ائمہ نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے کسی نے بھی اس کو ضعیف اور ناقابل اعتبار نہیں کہا تو یہ کتنی بڑی زیادتی ہوگی کہ اپنے خیال فاسد کے جو حدیث موافق نہ ہو اس کو ضعیف اور ناقابل اعتبار کہہ دیا جائے۔

علامہ علی قاری مرقات شرح مشکوٰۃ جلد اول ص ۹۲ پر فرماتے ہیں:

”والحق ان تحمل الاحادیث الواردة علی ظواہرها  
ولا یقدم علی الطعن فیہا بانہا آحاد لمخالفتها لمعتقد  
احد ومن اقدم علی ذلک فقد حرم خیراً کثیراً و  
خالفت طريقة السلف الصالحین لانہم کانوا یثبتون  
خبر واحد عن واحد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
ویجعلونہ سنة حمد من تبعها وعیب من خالفها۔  
(حق یہ ہے کہ احادیث واردہ کو اپنے ظاہری معانی پر حمل کیا جائے  
اور ان پر خبر واحد کہہ کر طعن نہ کیا جائے محض اس لیے کہ وہ اس شخص کے عقیدہ  
اور نظریہ کے خلاف ہوں اور جو شخص ایسا اقدام کرے گا تو وہ خیر کثیر سے محروم  
رہے گا اور سلف صالحین کے طریقہ کا مخالف ٹھہرے گا، کیونکہ وہ ایک ایک  
راوی کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کردہ روایت کو ثابت و برحق  
مانتے تھے اور اسی کو سنت تسلیم کرتے تھے جو اس کی اتباع کرتا اسے وہ  
قابل ستائش و تحسین گردانتے اور جو مخالفت کرتا وہ عیب لگایا جاتا اور مطعون  
ٹھہرنا۔)

لہذا یہ طریقہ قطعاً درست نہیں کہ اپنے آپ کو حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع کرنے کی بجائے حدیث کو اپنے تابع کریں جو اعتقاد کے مطابق ہو وہ درست اور جو



خلاف ہو وہ ضعیف اور ناقابل قبول بہر حال یوسف رحمانی صاحب پر گراں گزرتی ہے تو گزرے کسی نے اس کو ضعیف نہیں کہا جتنے کہ دیوبندی حضرات کے مجدد اور حکیم الامت نے بھی اور جب یہ حدیث صحیح ہے اور یقیناً صحیح ہے، کیونکہ اس کا نقل کرنے والا عظیم محدث ہے جس کے خوشہ چینوں اور فیض یافتگان میں امام احمد اور اسحاق بن راہویہ اور اس قسم کے دوسرے اکابر ہیں لہذا اس کی نقل کردہ روایت حجت ہے اور واقعی علماء اعلام نے اس کو حجت مانا اور اس روایت کو تعلق الامتہ بالقبول کا شرف حاصل ہے جو دلائل صحت سے ہے۔ اور اسی میں تصریح موجود ہے کہ اسی جو ہر نور سے پھوٹنے والے انوار کے چار حصے کیے گئے جن میں سے ایک حصہ سے قلم دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش کو پیدا کیا گیا۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نور اقدس کا اول المخلوقات ہونا باولیت حقیقیہ واضح ہو گیا اور قلم و لوح اور عرش و کرسی کا آپ کے بعد مخلوق ہونا جس طرح کہ تھانوی صاحب نے بھی اس کی تصریح کر دی۔ اے کاش! ان اصاغردیوں کو اپنے اکابر سے تو کچھ شرم آتی اور ان کا در تو مضبوطی سے تھامے رکھتے اور خود مجتہد مطلق بننے کی ناکام سعی نہ کرتے۔

دوسری حدیث اول ما خلق اللہ نوری ہے جس کو علامہ علی القاری نے مرقات جلد اول ص ۱۶۷ پر نقل فرمایا اور کوئی اعتراض ضعف وغیرہ کا نہیں کیا حضرت عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوة جلد اول میں پہلے صفحہ پر اس کو نقل کیا ہے اور اسے آپ کے وجود میں اول ہونے کی دلیل بنایا اور اللہ تعالیٰ کی صفت صوال اول کا منظر ہونے کی اور جب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی سے اس حدیث کے متعلق دریافت کیا گیا اور لو لاک لہا خلقت الافلاک کے متعلق کہ یہ حدیثیں صحیح ہیں یا وضعی۔ زید ان کو وضعی بتاتا ہے تو گنگوہی صاحب نے جواب دیتے ہوئے کہا: یہ حدیثیں کتب صحاح میں موجود نہیں مگر شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اول ما خلق اللہ نوری کو نقل کیا ہے کہ اس کی



ولادت باسعادت کے بعد جو وجود اور سراپائے اقدس تھا اس کے آدم علیہ السلام سے مقدم ہونے کا کسی کو دعویٰ نہیں نہ ہی کوئی صاحب عقل اس کا تصور بھی کر سکتا ہے اور آپ کے جس تقدم کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ اور جو قرآن و حدیث سے ثابت ہے وہ ہے نورمی وجود، حقیقت محمدیہ اور روح مصطفوی کے لحاظ سے تقدم اور وہ خود رحمانی صاحب مان بھی گئے کہ اس وقت آپ کا روح موجود تھا۔ پھر اس سے موجودگی کی نفی پر استدلال کا کیا معنی؟ اور ہم قبل ازیں عرض کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ارواح انبیاء علیہم السلام کو پیدا فرمانے کے بعد نور مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر ظاہر کیا تو آپ کے نور نے ان کو اپنے اندر چھپا لیا تو انھوں نے عرض کیا: یہ کس کا نور ہے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

هذا نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبد اللہ  
ان آمنتم به جعلتكم انبياء قالوا آمنابه وبنبوته  
فقال الله اشهد عليكم قالوا نعم فذالك قوله تعالى  
واذا اخذ الله ميثاق النبيين لما آتيتكم من كتاب  
وحكمة۔ (آلایہ) مواہب مع زرقانی جلد اول ص ۴۰۔

یہ نور ہے محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اگر تم ان کے ساتھ ایمان لاؤ تو میں تمہیں منصب نبوت پر فائز کروں گا انھوں نے عرض کیا: ہاں، تو اس حالت کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: واذا اخذ اللہ... یاد کرو اس وقت کو جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام سے عہد لیا تھا۔

علامہ سبکی نے اس آیت کے تحت جو تقریر فرمائی ہے، اس کو

مواہب خصائص اور حجۃ اللہ علی العالمین میں ذکر کیا گیا ہے اس میں تصریح موجود ہے کہ اس آیت کا یہ معنی نہیں کہ آپ کے دنیا میں منصب نبوت و رسالت اور سزا ارشاد پر متمکن ہونے کے بعد سے قیامت تک آپ کی رسالت عام ہے بلکہ روز ميثاق سے لے کر قیام قیامت تک سب کو محیط ہے۔ فرماتے ہیں عہد ميثاق گویا عہد بیعت ہے جو خلفاء کے لیے لیا جاتا ہے۔ اور وہ گویا اسی سے ماخوذ و مستنبط ہے تو دیکھئے! اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تعظیم عظیم کا اہتمام کیا گیا ہے۔ جب یہ بات صحیفہ خاطر پر منقش ہو چکی تو اب ظاہر ہو گیا:

قالنبي صلى الله عليه وسلم هو نبي الانبياء ولهذا ظهر ذلك في الآخرة جميع الانبياء تحت لواءه وفي الدنيا كذلك ليلة الاسرى صلى بهم۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نبی الانبیاء ہیں اور اسی لیے آخرت میں اس حقیقت کا ظہور اس طرح ہو گا کہ تمام انبیاء علیہم السلام آپ کے لواء احمد کے نیچے ہوں گے اور دنیا میں بھی اسی طرح ہوا کہ بیت المقدس میں سب آپ کے مقتدی تھے اور آپ سب کے امام۔ اور آخر میں فرماتے ہیں:

”یہاں دو حدیثوں کا معنی واضح ہو گیا جو اب تک ہم پر مخفی تھا اول ارسلت الی الخلق كافة کے متعلق ہم یہی سمجھتے رہے کہ بعثت کے بعد قیام قیامت تک آپ کی رسالت عام ہے لیکن اس کی تحقیق سے معلوم ہو گیا: انه جميع الناس اولهم و آخرهم کہ الخلق میں سبھی اولین و آخرین داخل ہیں۔ دوسری حدیث کنت نبیاً و آدم

بین الروح والجسد ہے جس کے متعلق ہم سمجھتے تھے کہ یہ علم الہی کے اعتبار سے ہے مگر اس تحقیق سے واضح ہو گیا کہ نہیں یہ اس پر زائد امر ہے اور آپ کی نبوت خارج میں متحقق تھی جب کہ آدم علیہ السلام کا ڈھانچا مکمل نہیں ہوا تھا خصائص کبریٰ جلد اول ص ۴، ۵، ۶ پر مفصل مضمون علامہ سبکی کا موجود ہے اسے ملاحظہ فرمائیں۔

الغرض واضح ہو گیا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام آپ پر آپ کی نبوت پر ایمان لایچکے تھے لیکن اس کا ظہور اس وقت ہوتا جب دنیا میں ان کی موجودگی میں آپ تشریف لاتے اسی لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کی شریعت پر ہوں گے اور اس کے مبلغ مگر عدم ظہور اور ہے اور نبوت و تحقق اور ہے۔ اگر رحمانی صاحب کو الست برہکم کے جواب میں اپنا بلی کہنا معلوم نہ ہو تو کیا کہا جائے گا کہ انھوں نے بلی نہیں کہا تھا، کہا تو کفار نے بھی تھا مگر اکراہا اور ہیبت و جلالت خداوندی سے اور مومنین نے طوعاً و اخلاصاً کہا تھا لیکن ظہور اس کا دنیا میں ہو گا کہ ازراہ اخلاص بلی کہنے والا کون تھا، اور ازراہ اکراہ کون۔ لہذا انبیاء علیہم السلام کا ایمان لانا ثابت ہے اور اس کے انکار کی کوئی وجہ نہیں؟

(ب) اس آیت کریمہ میں ان سے جو عہد لیا گیا ہے وہ دنیا کے لحاظ سے ہے جس پر لہما آتیتکم من کتاب و حکمۃ شاہد ہے اور آپ کی بعثت اور رسالت و نبوی کے لحاظ سے شرجاء کمر رسول مصدق لہما معکم لتؤمنن بہ و لتنصرنہ (الایۃ) لہذا بالفرض و التقدير اگر اس وقت اقرار اور اعتراف آپ کی نبوت و رسالت کا نہ بھی پایا گیا ہوتا اس سے آپ کی عدم موجودگی کیسے لازم آگئی، کیونکہ اس عہد کا تو تعلق ہی

دنیا میں مبعوث ہونے کے ساتھ تھا لہذا وہ مکلف تھے دنیا میں ہوتے ہوتے ان کے پاس سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے پر ان کے ساتھ ایمان لانے اور ان کے دین کی خدمت کرنے کے ساتھ لہذا آپ یشاق اور عہد کے وقت موجود بھی ہوں اور اس ایمان و نصرت کا اظہار نہ پایا جائے تو کیا ترجیح ہے۔

(ج) رحمانی صاحب کے اس کلام سے لازم آیا کہ تمام انبیاء و رسل موجود تھے اور مقصود کائنات اور باعث ایجاد و مرسلین اور ائمہ موجود ہی تھے حالانکہ ساری امت آپ کو اول الانبیاء فی الخلق مانتی رہی مگر رحمانی صاحب ہیں کہ آپ کو دوسرے انبیاء کے ساتھ بھی ایک زمانہ میں موجود ماننے کو تیار نہیں؟

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد  
جو چاہے آپ کا حسن کرسمہ ساز کرے

حدیث صحیح میں موجود ہے: کنت اول النبیین فی الخلق  
وآخرهم فی البعث کہا اخرج  
ابن ابی حاتم فی تفسیرہ و ابونعیم فی الدلائل من  
طرق عن قتادة عن الحسن عن ابی ہریرة عن النبی  
صلی اللہ علیہ وسلم فی قوله و اذاخذنا من النبیین  
میشاقہم، یعنی اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام سے یشاق لینے  
کا ذکر فرمایا اور اجمال کے بعد جب تفصیل ذکر کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
کو حضرت نوح علیہ السلام سے بھی پہلے ذکر فرمادیا اور فرمایا و منک و  
من نوح تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چونکہ میں تخلیق و ایجاد

میں انبیاء علیہم السلام سے مقدم تھا لہذا مجھ سے عہد بھی پہلے لیا گیا۔ فبدا  
 بہ قبلہ اور اس لیے آپ کا ذکر بھی پہلے کیا گیا ہے۔ بہر حال خود  
 نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نظریہ و عقیدہ تو اپنے متعلق ہی ہے کہ میں اس  
 وقت بلکہ اس سے پہلے موجود تھا اور انبیاء علیہم السلام سے ایجاد میں بھی،  
 نبوت میں بھی اور میثاق میں بھی مقدم تھا۔ اگر علماء دیوبند کو یہ نظریہ قابل قبول  
 نہیں تو پھر دکھاوے کے لیے آپ کا کلمہ پڑھنے کی کیا ضرورت ہے؟  
 صاف صاف کہیں اب دین ہمارا چلے گا پہلے دین کو نہیں چلنے دیں گے  
 اردو کی تعلیم دارالعلوم دیوبند میں حاصل کرنے والے نبی کو ریزو و اسرار کی کیا خبر  
 وہ تو ان کے استاد ہی جان سکتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

### کیا نور کے لیے کھانا پینا وغیرہ محال ہے؟

(۸) رحمانی صاحب نے نورانیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرنے کے لیے یہ  
 سہارا بھی لیا کہ نور ہوتے تو نہ کھاتے نہ پیتے اور نہ ہی شادی بیاہ کرتے۔ دیکھیے! حضرت  
 ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتے بشری حالت میں آئے انھوں نے بھنا ہوا  
 بچھڑا پیش کیا لیکن انھوں نے نہ کھایا لہذا ثابت ہو گیا نور خواہ بشری لباس میں ہو وہ  
 کھانہ نہیں سکتا پی نہیں سکتا وغیرہ وغیرہ۔

(۱) سب سے پہلے تو یہ امر قابل غور ہے کہ نہ کھانے اور نہ پینے سے نہ کھا سکتا  
 اور نہ پی سکتا کیسے لازم آسکتا ہے فعلیت الگ ہے اور امکان الگ  
 ہے، خود علماء دیوبند کا ارشاد ہے اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے، مگر

بولتا نہیں معلوم ہوا نہ بولنے سے نہ بول سکتا لازم نہیں آتا اسی طرح نہ کھانے سے نہ کھا سکتا کیسے لازم آگیا۔ آپ نے جب دیکھا ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھ رہے ہیں تو دریافت فرمایا پیشکش کرتے ہوئے فرمایا: الا تا کلون کھاتے نہیں۔ انھوں نے کہا: انا ارسلنا الی قوم لوط ہم قوم لوط پر عذاب کے لیے بھیجے گئے ہیں۔ (ہمیں وہاں جلدی جانا ہے یہ نہ فرمایا کہ ہم کھا سکتے ہی نہیں۔)

(ب) فرشتہ کا بشری لباس میں ہونا اور چیز ہے اور انسان کا نوری ہونا اور لباس بشری میں ہونا اور چیز ہے فرشتہ میں بشریت محض ایک روپ ہوتا ہے اور تخمیل جب کہ نوری بشر میں بشریت بھی ایک حقیقت ہے اور اصلی وجود و حیثیت رکھتی ہے اور اس بشریت کا حکم الگ ہوتا ہے اور حقیقت کا حکم الگ ہوتا ہے۔ خود علماء دیوبند کو اعتراف ہے کہ روح نور ہے۔ رحمانی صاحب نے بھی تسلیم کیا کہ احادیث نورانیت میں نور سے مراد روح ہے لیکن وہی روح جو نور ہے جب تک بدن میں حلول نہیں کرتا اور تدبیر و تصرف بدن میں نہیں کرتا نہ کھاتا ہے نہ پیتا اور نہ ہی شادی بیاہ کرتا ہے اور نہ اولاد کو جنم دیتا ہے۔ مگر جب بدن میں حلول کر جاتے اور تدبیر و تصرف کی ذمہ داری قبول کر لے تو کھانا پینا شادی بیاہ کرنا اس سے سرزد ہوتا ہے۔ اور اولاد وغیرہ بھی اس کی ہوتی ہے لیکن جب یہ تعلق ختم ہو جائے تو وہ جسم دنیا میں موجود رہے تب بھی وہ افعال اس سے سرزد نہیں ہو سکتے لہذا واضح ہو گیا کہ یہ سب امور روح سے سرزد ہو رہے ہیں مگر بدنی تعلق کے بعد جب یہ حقیقت خود علماء دیوبند کے نزدیک بھی مسلم ہے، تو ایسی صورت میں اگر بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت نورانہ



کا ظاہری بشریت کے ساتھ تعلق ہونے کے بعد آپ سے کھانے پینے وغیرہ کا ثبوت ہوا تو اس میں انکار نورانیت کی وجہ کون سی ہو سکتی ہے پھر آپ کے کھانے پینے کا معاملہ بھی لوگوں سے قطعاً مختلف ہے آپ کا ارشاد گرامی ہے :

”اے میرے صحابہ! صوم وصال میں تم میری برابری نہیں کر سکتے، ابیت عند ربی فیطعمنی ویسقینی میں ہر دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہوتا ہوں وہی مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔“

اور ایک روایت میں ہے :

”اظل عند ربی فیطعمنی ویسقینی، میں ہر دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہوتا ہوں وہی مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔“ رواہ مسلم و بخاری ”ایسی صورت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے پینے کا معاملہ بھی امت سے مختلف ہے بلکہ یوں سمجھئے کہ یہ کھانا پینا بھی تعلیم امت کے لیے ہی تھا اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ بشریت آپ کی اس قدر مغلوب ہو چکی تھی اور نورانیت کے تقاضے اس قدر غالب اچکے تھے کہ تقاضائے بشریت یعنی خورد و نوش کی حاجت ہی باقی نہ رہی تھی لہذا یہ نام کی بشریت اور لباس و حجاب حقیقت کی حد تک باقی بشریت تو علماء دیوبند کی نظر میں رہے مگر اس میں اندر محبوب و مسطور حقیقت بالکل نظر انداز ہو جاتے ظلم عظیم نہیں تو اور کیا ہے۔“

ہاروت ماروت کا قرآن مجید اور روایات سے فرشتہ ہونا ثابت ہے اور کتب عقاید میں ان کے متعلق تصریح موجود ہے کہ وہ درحقیقت ملائکہ تھے اور نور خالص تھے مگر جب انسانوں کے گناہ اور برے اعمال آسمانوں

طرف جانے لگے تو انھوں نے انسانوں کو بنظر حقیر دیکھا اور کہا: اگر ہم ہوتے تو قطعاً ایسی غلطیاں نہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو نفسانیت اور شہوانی و غضبئی مادہ ان میں موجود ہے اگر تمہارے اندر اس کو رکھ دیا جائے تو تم بھی اسی طرح کے فعل کرو گے لہذا تمہارا یہ زہد و تقویٰ محض اس لیے ہے کہ وہ مادہ ہی تمہارے اندر موجود نہیں ہے جب انھوں نے عرض کیا کہ نہیں ایسا مادہ ہونے کے باوجود ہم سے ایسی کوتاہی سرزد نہیں ہو سکتی تو اللہ تعالیٰ نے ان میں نفسانیت و شہوت اور قوت غضبئیہ پیدا کر دی اور زمین پر اتار دیا تو وہ اپنے دعویٰ پر پورے نہ اتر سکے اور اللہ تعالیٰ کے عتاب اور سزائے کا نشانہ بنے۔

ملاحظہ ہو شرح عقائد مع نبراس ص ۲۶۲: و اما ہاروت و ماروت فالاصح انہما ملکان لم یصدد عنہما کفر ولا کبیرة و تعذیبہما انما هو علی وجه المعائبۃ... الخ ہاروت و ماروت کے متعلق اصح مذہب اور قول یہی ہے کہ وہ دونوں فرشتے تھے نہ ان سے کفر سرزد ہوا اور نہ ہی کبیرہ گناہ رہا ان کو چاہے بابل میں سزا دیئے جانے کا معاملہ تو یہ ازراہ سزائے اور تہنیہ ہے۔

علامہ عبد العزیز پر ہاروی فرماتے ہیں:

”قد روی ہذہ القصة باسانید کثیرة عن الصحابة ہاروت و ماروت میں نفسانیت، شہوت اور غضب وغیرہ کا پیدا کر کے اتارا جانا اور ان کا ایک عورت پر عاشق ہونا اور اس کا انھیں شراب خوری وغیرہ پر آمادہ کرنا وغیرہ۔ یہ قصہ صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بہت سی اسانید کے ساتھ مروی ہے جن میں سے درمنثور میں حضرت عبد اللہ ابن عمر

حضرت عبداللہ ابن عباس اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ سے روایات نقل کی ہیں اور ساتھ ہی مجاہد و سدیی و احسن البصری و قتادہ و ابی العالیہ وغیرہم اکابر تابعین سے بھی روایات موجود ہیں ملاحظہ ہو ص ۹ تا ۱۰۲ جلد اول۔

علامہ ابن حجر ہیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ حدیثیہ میں اس کے

متعلق فرمایا:

” واما ما وقع بهاروت وماروت كما صح عنه صلى الله عليه وسلم في شأنهما انهما كانا من الملائكة (الى) امر خارق للعادة اوجده الله تعالى تاديباً للملائكة... الخ ص ۵۳

لیکن جو کچھ ہاروت وماروت کو پیش آیا جیسے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح روایت کے ساتھ ثابت ہے کہ وہ دونوں دراصل نوری فرشتے تھے لیکن زہرہ نامی عورت پر مفتون ہو گئے وغیرہ وغیرہ تو یہ امر خارق للعادة ہے اور خلاف معمول و عادت جاری ہے اور اس میں ان ملائکہ کو سبق سکھانا اور دوسروں کی تربیت کرنا مقصود تھا کہ دوسرے ملائکہ بھی بنی آدم پر اس طرح زبان طعن نہ کھولیں۔ اور فرماتے ہیں:

” وهذا الذي ذكرته من الجواب عن هذه القصة من انها امر خارق للعادة وبهذه الحكمة التي ذكرتها يتبين به الرد على من الطال في انكار قصتها حتى بالغ بعضهم وقال ان من اعتقد ذلك فيهما كفر وليس كما زعم لها علمت من صحة الاحاديث بها. ص ۵۳

میں نے ہاروت و ماروت کے قصہ سے عصمت ملائکہ پر وارد ہونے والے  
اعترض کا جو جواب دیا ہے کہ یہ امر خارق للعادة ہے اور خلاف معمول  
اور اس میں وہ حکمت ہے جو پہلے مذکور ہو چکی تو اس سے ان لوگوں کا رد  
ہو گیا جنہوں نے اس قصہ کا انکار کیا تھے کہ بعض نے یہاں تک کہہ دیا کہ  
ہاروت و ماروت کے متعلق جو شخص یہ قول کرے تو وہ کافر ہے حالانکہ اس  
قائل کا یہ زعم اور خیال باطل ہے کیونکہ یہ قصہ صحیح روایات سے ثابت ہے۔  
الغرض ہاروت و ماروت درحقیقت ملائکہ میں سے ہیں اور نورانی  
مخلوق ہیں مگر ان میں جب یہ صلاحیتیں پیدا کر دی گئیں تو ان سے کھانے  
پینے وغیرہ کا فعل سرزد ہو گیا اور صحیح روایات اس پر شاہد ہیں اور نفسِ قصہ  
مسلم ہے اور کتب عقاید میں بھی اس کو تسلیم کر لیا گیا ہے تو ایسی صورت  
میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت پر کھانے پینے وغیرہ سے اعترض  
کرنے کا کیا معنی اور اس زعم فاسد اور خیال باطل کی بنا پر ان کی نورانیت  
جو قرآن و حدیث سے ثابت ہے اس کے انکار کا کیا معنی؟

علی سبیل التنبہل اگر مان بھی لیں کہ اس قصہ میں اختلاف ہے اور یہ  
کوئی اجماعی امر نہیں تو بھی ہمارا مدعا ثابت ہو جائے گا، کیونکہ اختلاف  
فی الوقوع، دلیل امکان ہے اگر ان نوریوں کا بشری حالت میں ڈھلنا  
اور صفات بشریت سے متصف ہونا ممکن ہی نہ ہوتا تو صحابہ کرام تابعین  
تابع تابعین اور ائمہ کرام اور علماء اعلام میں ان کے متعلق یہ اختلاف رائے  
بھی پیدا نہ ہوتا کہ ان سے یہ حرکات سرزد ہوں یا نہ بلکہ سب بیک زبان  
اس کا انکار کر دیتے لہذا ان اکابرین میں اس واقعہ کے وقوع میں اختلاف  
اس امر کی بین دلیل ہے کہ نوری فرشتہ کا بشری حالت میں ڈھلنا اور بشری

صفات کا حامل ہونا ممکن ہے تو ایسی صورت میں علماء دیوبند کا اس امر کو محالاً  
 میں سے سمجھنا اور اس استحالہ مزعومہ کی بنا پر آیات قرآن اور احادیث رسول  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار کر دینے کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟ کیا یہ صرف  
 عقل ناقص کی اطاعت و اتباع نہیں ہے اور شریعت مطہرہ کے ساتھ کھلا  
 مذاق نہیں اور سابقہ دین و مذہب کو ختم کر کے ایک نئے دین کی بنیاد  
 رکھنے کے مترادف نہیں ہے۔ دیکھئے! موسیٰ علیہ السلام کا عصا جب تک  
 عصا تھا وہ کھاتا پیتا نہیں تھا جب اڑ دھا بن گیا تو "تلقف ما صنعوا"  
 کا کیا شان ظاہر ہوا کہ جادو گروں کی ستر ہزار چھڑیوں اور رسیوں کو جو  
 بوجہ فریب نظر اور سحر کا می چلتے پھرتے سانپ نظر آ رہے تھے، نکل گیا اور  
 اپنے اندران کو ایسا ہضم بلکہ بھسم کیا کہ جب دوبارہ وہ عصا بنا اور اپنی اصلی  
 حالت کی طرف لوٹا تو اس کے اندر سے نہ تو کسی رسی کا کوئی دھاگہ تک نمودار  
 ہوا اور نہ ہی کسی چھڑی کا کوئی معمولی ٹکڑا۔ لہذا ثابت ہوا کہ ہر حال کا الگ  
 حکم ہوتا ہے عصا ہونے کی حالت کا حکم یہ ہے کہ نہ کھاتا ہے نہ پیتا اور  
 اڑ دھا ہونے کی حالت کا حکم یہ ہے کہ اس قدر کھایا اور ہضم کیا کہ اس کی  
 مثال بلکہ نظیر بھی ڈھونڈنے سے نہ ملے۔

لہذا اسی طرح نور نوری حالت میں ہو تو احکام الگ ہوتے ہیں،  
 اور جب بدن عنصری اور لباس جسمانی کے اندر حلول فرما ہو تو اس کے احکام  
 الگ ہوں گے۔

(۵) ہم عرض کر چکے ہیں کہ ملائکہ جب بشری لباس میں ظاہر ہوتے ہیں تو وہاں  
 بشریت محض ایک روپ اور تخیل ہوتا ہے لیکن اگر یہ ثابت ہو جائے کہ  
 خیالی بشریت اور مظہریت محضہ کا کام دینے والی بشریت میں بھی نورانی احکام

سے الگ احکام صادر اور رونما ہوتے ہیں تو پھر عنصری جسم میں جلوہ گزرا نیت پر اعتراض کیوں؟ دیکھئے بخاری شریف اور مسلم شریف کی متفق علیہ روایت ہے کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام بشری حالت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے تشریف لائے اور کہا:

”اجب ربك قال فليطمع موسى عين ملك الموت

ففقهاها قال فرجع الملك الى الله تعالى فقال انك

ارسلتني الى عبدك لا يريد الموت فقد فقاء عيني

قال فرد الله اليه عينه - الحديث مشكوة مع مرقات

جلد دوم ص ۲۰ -

اپنے رب تعالیٰ کے دربار میں حاضر می دینے اور موت کے لیے

تیار ہو جائیے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے منہ پر طمانچہ دے مارا اور

ان کی آنکھ نکال دی۔ ملک الموت بارگاہ خداوند تعالیٰ میں حاضر ہو کر عرض

کرنے لگے تو نے مجھے اپنے ایسے بندے کے پاس بھیجا ہے جو مرنے کا

ارادہ نہیں رکھتا کیونکہ اس نے میری آنکھ پھوڑ دی ہے تو اللہ تعالیٰ نے

ان کی آنکھ اس کی جگہ پر لوٹائی اور درست فرمائی، الی آخر الحدیث۔

علامہ علی قاری فرماتے ہیں:

وفي شرح السنة يجب على المسلم الايمان به على ما جاء به

شرح السنة میں ہے کہ احادیث میں یہ واقعہ جس طرح منقول ہے اس پر

ایمان لانا مسلمان کے لیے لازم اور ضروری ہے۔ تا آنکہ فرمایا: ارسالہ

على سبيل الامتحان في صورة بشر فلها راحة موسى عليه

السلام استنكر شانه واستوعر مكانه احتجر منه

دفاع عن نفسه بما كان من صكه اياه فاتي ذالك على  
 عينه التي ركبت في الصورة البشرية... الخ اللہ تعالیٰ نے  
 حضرت ملک الموت علیہ السلام کو بطور امتحان حضرت کلیم اللہ علیہ السلام  
 کے پاس بھیجا بشری صورت میں جب موسیٰ علیہ السلام نے ان کو دیکھا اور  
 ان کے مطالبہ کو سنا کہ میں روح قبض کرنے آیا ہوں لہذا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ  
 میں حاضری کے لیے تیار ہو جائیے، تو ان کی حالت کو اجنبی جانا اور  
 موجودگی کو خطرناک سمجھا لہذا ان سے تحفظ کا سامان کرتے ہوئے انھیں  
 طمانچہ رسید کر دیا جو ان کی آنکھ پر لگ گیا جو بشری صورت میں تھی لہذا  
 وہ متاثر ہوئی اور پھوٹ گئی۔ اس متفق علیہ روایت سے جس پر ہر مسلمان کو  
 ایمان لانا لازم اور اس کا انکار الحاد و بے دینی ہے یہ ثابت ہو گیا کہ فرشتہ  
 بشری حالت میں نمودار ہو تو اس کو تھپڑ لگ سکتا ہے اور اس کی آنکھ بھی پھوٹ  
 سکتی ہے اور اپنی جگہ سے باہر آسکتی ہے حالانکہ نوری حالت میں ہوتے  
 ہوئے آنکھ پھوٹنا اور اس کا باہر آنا تو درکنار تھپڑ لگنے کا بھی کوئی امکان نہیں  
 ورنہ بانیں کندھے والے فرشتے کو جو سینات اور برائیاں کا لکھنا والا ہے  
 کون برداشت کرتا اس کو ہر حال میں اپنے کندھے سے اتارنے کے لیے  
 ہاتھ پاؤں مارتے لیکن صرف یہی مجبوری ہے کہ وہ نورانی ہے اور لطافت محضہ  
 ہمارے ہاتھ اور زور بازو اس کو دور کرنے میں کارگر نہیں ہو سکتے۔

الغرض جب محض تخیلاتی بشریت اور منظریت محضہ کا کام دینے والی  
 بشریت بھی احکام میں نور محض سے الگ ہو گئی اور اس میں انفعال و  
 تاثر ثابت ہو گیا تو رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت نورانیہ جس  
 عنصری بدن اور بشری جسم میں نمودار ہوتی ہے اگر اس کے احکام بھی رونما

ہوں تو اس میں تعجب کی کوئی بات ہے اور نورانیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار کی کون سی وجہ ہو سکتی ہے۔

## کیا نور ہونا اور فرشتہ ہونا ایک چیز ہے

(۹) دیوبندی مناظر نے بزعم خویش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نور ہونے کی نفی اس آیت سے بھی کی کہ اللہ تعالیٰ نے قاعدہ کلیہ اور معمول یہ بیان فرمایا ہے کہ قُلْ لَوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مُلَائِكَةٌ يَمْشُونَ مُطْمَئِنِّينَ لَنزَلْنَا عَلَيْهِم مِّنَ السَّمَاءِ مَلَكًا رَسُولًا۔ (فرما دیجئے اگر زمین میں فرشتے موجود ہوتے جو اطمینان کے ساتھ یہاں بستے اور رہائش پذیر ہوتے تو ہم ان کی طرف آسمان سے فرشتے رسول بنا کر بھیجتے اور چونکہ زمین میں تو انسان آباد ہیں لہذا اب رسول فرشتہ نہیں ہوگا بلکہ انسان جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنَاهُ رَجُلًا اِغْرَمَ فَرِشْتَةً كَمَا رَسَلْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ قَبْلِهِ لِيُكَلِّمَهُم بِآيَاتِنَا وَلِيُنذِرَهُمْ يَوْمَ تَأْتِي السُّمُومُ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ۔ اور نہ فرشتہ کو انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نور نہیں ہیں۔

## الجواب :

(۱) اس کے جواب میں اس کے سوا کیا عرض کروں سخن شناس نہ دلبر اخطا ایں جا است۔ دیوبندی علماء کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ نور ہونا اور چیز ہے



فرشتہ ہونا اور پیر ہے اور کسی سے فرشتہ ہونے کی نفی کر دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ نور ہی نہ ہو، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: هو الذی جعل الشمس ضیاء والقمر نورا (اللہ ہی وہ ذات والا ہے جس نے سورج کو ضوئنگن بنایا اور چاند کو نور بنایا، فرمائیے چاند فرشتہ ہے یا سورج فرشتہ ہے جس کو جو ہر مضمیٰ اور ضیا و نور کا سرچشمہ کہا گیا ہے جب ان کا نور ہونا ان کے ملک ہونے کو مستلزم نہیں اور ملک و فرشتہ ہونے کی نفی ان کے نور ہونے کی نفی کو مستلزم نہیں ہے تو یہ قیاس اور استدلال انتہائی لغو و باطل ٹھہرا جس میں نہ رفع مقدم رفع تالی کو مستلزم اور نہ ہی رفع تالی رفع مقدم کو مستلزم ہے اور نہ ان میں تلازم عقلی نہ عادی اور نہ عرفی، لہذا اس قسم کے قیاس اور استدلال سے رحمانی صاحب نے دیوبندی مدارس کا علمی بھرم ہی ختم کر دیا ہے دیوبندی مانتے ہیں کہ ارواح نورانی ہیں مگر وہ فرشتے نہیں بہاری آنکھ میں نور موجود ہے مگر وہ فرشتہ نہیں۔ جگنو میں نور موجود ہے مگر وہ فرشتہ نہیں ہر نار میں نور موجود ہے مگر نہ نار فرشتہ ہے نہ اس کی نورانیت اور روشنی۔

(ب) جس طرح جنوں کی تخلیق نار سے ہے مگر وہ نار کا عین نہیں نہ نار ان کا عین ہے انسانوں کی تخلیق خاک سے ہے مگر نہ وہ خاک کا عین ہیں اور نہ خاک اور مٹی ان کا عین ہے۔ اسی طرح ملائکہ کو اللہ تعالیٰ نے نور سے پیدا کیا تو اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ نور ملائکہ کا عین ہے بلکہ اس کا مقتضی صرف اس قدر ہے کہ نور ان کا مادہ تخلیق ہے خواہ اس نور سے دوسری لاکھوں چیزیں اللہ تعالیٰ پیدا فرمائے جس طرح مٹی سے انسان کے علاوہ کتنی چیزوں کی تخلیق فرمائی ہے۔

علامہ پرہارومی نے اس شرح عتاید لسانی میں ارشاد فرماتے ہیں :  
 ”حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم خلقت الملائکة من نور و خلقت  
 الجن من خارج من نار، میں نور سے مراد وہ لطیف اور نورانی مادہ  
 ہے جو آگ سے لطیف تر اور شریف تر ہے۔ والمراد بالنور  
 مادة نورانية الطف و اشرف من النار۔“ ص ۲۵۹  
 لہذا ایسے مادہ سے ان کی تخلیق نے اگر دوسری کسی چیز کی اس مادہ  
 سے تخلیق ممنوع ٹھہرا دی ہے تو خود علماء دیوبند کا روح کو نور کہنا کیونکر درست  
 ہوگا۔

امام رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں :  
 ”ان الارواح البشرية من جنس الملائکة“ (ارواح بشریہ  
 ملائکہ کی جنس سے ہیں، یعنی نور سے ہیں۔)

الغرض اس دلیل سے صرف یہ ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ  
 وسلم فرشتے نہیں لیکن نور ہونے کی نفی اس سے لازم نہ آئی اور کلام اس میں  
 تھا اور فرشتہ ہونا خود ہم بھی تسلیم نہیں کرتے، لہذا اس کی نفی مقام نزاع میں  
 کس کام آسکتی ہے۔ علاوہ ازیں اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن  
 عنصری آپ کی حقیقت کے نور ہونے کے منافی و مخالف ہے تو ملائکہ  
 کے ابدان و اجسام بھی نورانی نہیں بلکہ ہوائی ہیں جس طرح کہ امام رازی نے  
 تصریح فرمائی ہے:

”روی فی الاخبار ان اللہ خلقہم من الريح وجاء  
 فی رواية اخرى انہم خلقوا من النور والاولی ان یجمع  
 بین القولین فنقول ابدانہم من الريح وارواحہم

من النور انتہی ملخصاً“ ص ۲۳۲ جلد دوم

مرومی ہے کہ ملائکہ کو اللہ تعالیٰ نے ہوا سے پیدا کیا۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ وہ نور سے پیدا کیے گئے ہیں۔ اور بہتر یہ ہے کہ ان دونوں میں اس طرح تطبیق دی جاتے کہ ان کے ابدان ہوا سے ہیں اور ارواح نور سے پیدا کیے گئے ہیں۔ تو علماء دیوبند کی اس دلیل سے لازم آئیگا کہ ملائکہ بھی نور نہ ہوں اور اگر وہ نور ہیں باوجود بدن ہوائی ہونے کے تو آپ کے نور ہونے میں بھی بخت نہیں ہو سکتی علی الخصوص جب کہ آپ کا بدن عنصری بھی دوسروں سے مختلف ہے جیسا کہ روایت کعب اس پر دال ہے۔

(ج) اس آیت کریمہ کے نزول کا سبب یہ ہے کہ کفار نے مطالبہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے بشر کو رسول بنا کر کیوں بھیجا کیا اس کو فرشتے نہیں مل سکتے تھے جن کو ہماری ہدایت کے لیے بھیج دیتا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر فرشتہ آتے اپنی اصلی صورت میں تو تم استفادہ و استفاضہ نہیں کر سکتے کیونکہ وہ نور اور تم خاکی پتے وہ سر اسر لطیف اور تم مجسمہ کثافت اور اگر تمہاری رعایت کرتے ہوئے اس کو بشری حالت میں بھیجیں تو جو شبہ و وسوسہ اب تمہیں درپیش ہے کہ بشر رسول بن کر کیوں آگیا، وہی شبہ و وسوسہ شیطانی پھر تمہیں دامن گیر ہو جائے گا اسی لیے فرمایا: ”وللبسنا علیہم ما یلبسون“ اگر ہم فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجیں تو بشری اور مردمی حالت میں بھیجیں گے اور البتہ ان کو اسی اشتباہ والتباس میں ڈالیں گے جس میں اب موجود ہیں لہذا ان کا یہ مطالبہ قطعاً قابل قبول نہیں اور نہ ہی حکمت و مصلحت کے مطابق ہے، لہذا ہم فرشتہ کو رسول بنا کر نہیں بھیجتے تو اس آیت کریمہ میں کفار کی حماقت کا بیان ہے اور ان کے مطالبہ کا خلاف حکمت ہونا اور ان کے شبہ و

وسوسہ کے ناقابل زوالی و ازالہ ہونے کا بیان کرنا مقصود ہے اس میں قطعاً یہ مقصد نہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں نورانیت نہیں ہو سکتی۔

(۵) لیکن ذرا علماء دیوبند اس حقیقت پر بھی غور فرمائیں کہ زمین میں فرشتے آباد ہوتے تو پھر ملائکہ میں سے کسی کو ان کی طرف رسول بنا کر بھیجا جاتا جب بشر آباد ہیں تو چاہتے تھے کہ ملائکہ رسول بن کر نہ آتے حالانکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اور حضرت اسرافیل علیہ السلام اور دیگر ملائکہ کا آپ کی خدمت لقدس میں حاضر ہونا اور قرآنی آیات وحی نخی اور الہامات اللہ تعالیٰ کی طرف سے لانا ثابت ہے بلکہ جملہ رسل کرام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملائکہ کا احکام رسالت کے ساتھ نزول مسلم حقیقت ہے حالانکہ اس قاعدہ کی رو سے بشروں پر بشر رسولوں کا نزول ہونا ضروری تھا۔ ملک رسول بن کر کیسے آسکتے تھے یا پھر ان آنے والے ملائکہ کو بشر ماننا لازم اور یا ان رسل کرام کو فرشتہ ماننا لازم، حالانکہ دونوں لازم باطل ہیں تو پھر اس آیت کی حقیقت کیا ہے۔ آئیے! ہم آپ کو مفسرین کی زبانی اس اشکال کا جواب اور مشرکین کے مطالبہ کے جواب کی حقیقت بتلاتے ہیں؛

علامہ آلوسی فرماتے ہیں؛

”امامة البشر فلا يسهل عليهم ذلك (الاجتماع بالملائكة والتلقى منهم) لبعدهما بين الملك وبينهم فلا يبعث اليهم وانما يبعث الي خواصهم لان الله قد وهبهم نفوسا زكية وايدهم بقوى قدسية وجعل لهم جهتين جهة ملكية بها من الملك يستفيضون و

جہلۃ بشریۃ بہا علی البشر فیضون وجعل کل البشر  
کذاک مع بالحکمتہ۔

عام بشروں کے لیے یہ امر سہل اور آسان نہیں کہ ملائکہ کے ساتھ جمع  
ہو سکیں اور ان سے احکام اخذ کر سکیں کیونکہ ملائکہ اور ان کے درمیان بُعد  
بعید ہے اور مناسبت کا فقدان ہے لہذا ان کی طرف ملائکہ کو مبعوث نہیں  
کیا جاسکتا بلکہ صرف اور صرف خواص کی طرف ان کو مبعوث فرمایا جائے گا  
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو پاکیزہ نفوس موہبت فرماتے ہیں اور قدسی قوتوں  
کے ساتھ ان کی تائید فرمائی۔ اور ان میں دوہری صلاحیتیں اور استعدادیں  
و دلیت فرمائی ہیں ایک جہت ملکی ہے جس کے ذریعے ملائکہ سے احکام  
اور وحی کا استفاضہ کرتے ہیں اور دوسری جہت بشری ہے جس کے ذریعے  
بشروں کو فیضان پہنچاتے ہیں اور تمام بشروں کو اس قسم کی قدسی قوتیں عطا  
کرنا اور نفوس زکیہ علیہ موہبت فرمانا خلاف حکمت ہے لہذا عوام بشر پر  
ملائکہ کا نزول نہیں ہو سکتا اور بشری لباس میں ان کو عوام بشر کی طرف بھیج  
دیا جائے جس طرح بارہا حضرت جبرائیل علیہ السلام وحیہ کلبی یا اعرابی کی  
صورت میں تشریف لاتے تو یہ صورت (مہالایحی نفعاً  
لو لک الکفرۃ کہا قال تعالیٰ جدہ۔" ولو جعلناہ ملکا  
لجعلناہ رجلاً وللسبنا علیہ ما یلبسون") ان معترضین  
کفار اور منکرین رسالت آنجناب کو نفع نہیں دے سکتی جیسے کہ اللہ تعالیٰ  
نے فرمایا: اگر ہم عوام بشر کی طرف مبعوث ہونے والے رسول کو فرشتہ بنا لیں  
تو اس کو ظاہری طور پر مرد ہی بنا کر بھیجیں گے (کیونکہ فرشتہ سے براہ راست  
اخذ و تلقی کی ان میں صلاحیت ہی نہیں اور اس صورت میں ان کو اسی

اشتباہ والتباس میں مبتلا کریں گے دیکھ لیا، آپ نے کہ آیت کریمہ تو ہماری دلیل ہے اور رسول کرام بلکہ سید الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عوام بشر سے امتیازی اور انفرادی شان کی دلیل ہے۔ اور آپ کے اندر بشریت نورانیت کے اجتماع کی دلیل اور اسی حقیقت کی علامت نے تصریح فرمائی ہے جس کی نقول بعد میں ذکر کی جائیں گی۔

(ح) آئیے ایک اور نکتہ پر بھی غور کر لیں، اور دیکھیں دیوبندی مناظر بالخصوص اور علماء دیوبند بالعموم کس طرح حقائق سے آنکھیں بند کیے ہوئے ہیں دیکھئے! بالاتفاق وبالاجماع حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنوں کی طرف رسول ہیں، اور عموماً کلام مجید مثل لیکون للعالمین نذیراً اور عموماً احادیث مثل ارسلت الی الخلق كافة بھی اس پر صریحاً دلالت کرتے ہیں اور ضابطہ بقول علماء دیوبند کے یہ ہے کہ بشر رسول ہو تو مرسل الہیم بشر بلکہ اتحاد ضروری ہے پھر آپ کا جنوں کی طرف رسول ہونا کیونکر تسلیم کیا جاسکتا ہے یا علماء دیوبند دیو و شیاطین اور جنوں کی طرف آپ کے مبعوث ہونے کا انکار کریں یا پھر تسلیم کریں کہ آپ محض بشر نہیں جن کو جنوں سے کوئی مناسبت نہیں انہ یراکم ہو و قبیلہ من حیث لا ترونہم، شیطان اور اس کا قبیلہ و گروہ تمہیں وہاں سے دیکھتا ہے جہاں سے تم ان کو نہیں دیکھتے جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھ بھی نہ سکیں تو ان کو تبلیغ احکام کیسے فرما سکیں گے۔ اسی لیے علامہ آلوسی نے فرمایا: اس آیت میں صرف اور صرف ان کفار کے اس واہمہ کار و مقصود ہے جنہوں نے یہ مطالبہ کیا تھا کہ ہماری طرف فرشتہ کو کیوں مبعوث نہیں کیا بشر کو کیوں بھیجا ہے۔ جب کہ رسول کا فرشتہ ہونا واجب تھا اور ان کا بنیادی مقصد صرف یہ تھا کہ محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے نبی اور رسول نہیں ہیں تو ان کو قتل لو  
 کان فی الامراض ملئکتہ (اللہ) سے جواب دے کر یہ سمجھایا گیا  
 ہے کہ حکمت خداوندی مرسل اور مرسل الیہم کے درمیان مناسبت اور ربط  
 و تعلق کی مقتضی ہے۔ اور ملک کی ملک کے ساتھ مناسبت ہے نہ کہ  
 تمہارے ساتھ، لہذا تمہارے اس مطالبہ کو پورا کرنا خلاف حکمت ہے۔  
 و لیس فی هذا اکثر من الدلائل علی ان امر البعث  
 منوط بوجود المناسبة فستی وجدت صح البعث ومتی  
 لم توجد لا یصح البعث وانها موجودة بین الملك  
 والملك لا بینہ وبين عامة البشر كما لشکرین المذكورین لیکن  
 اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ جنوں کی طرف مبعوث نہ ہوں، کیونکہ  
 جب آپ کو از روئے نورانیت اور تجرد و لطافت ملائکہ کے ساتھ مناسبت  
 حاصل ہے تو جنوں میں تجرد و لطافت ان سے بھی بدرجہا کم ہے لہذا  
 ان کے ساتھ کیونکر مناسبت اور ربط و تعلق نہیں ہوگا کیونکہ آپ نسخہ جامع  
 ہیں اور برزخیت کبریٰ کے مالک ہیں و هذا لا نیافی بعثتہ  
 صلے اللہ علیہ وسلم الی الجن لانه علیہ السلام متی صح  
 فیہ المناسبة المصححة للاجتماع مع الملك والتلقى  
 منه صح فیہ المناسبة المصححة للاجتماع مع الجن  
 واللقاء الیہم کیف لا وهو علیہ السلام نسخة اللہ  
 الجامعة و آیتة الكبرى الساطعة - (روح المعانی  
 جلد ۱۵ ص ۱۶)

۹) دیوبندی قاعدہ کی رو سے زمین میں فرشتے ہوتے تو رسول نور ہو سکتا تھا

چونکہ بشر ہیں لہذا ان کی طرف مبعوث رسول بھی نور نہیں ہو سکتا لیکن دریافت طلب امر یہ ہے کہ آسمانوں پر ساکن نوریوں کا رسول نوری ہونا ضروری ہے یا نہیں ہے، قرآن مجید کے عموماً اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عموماً اس امر کی بین دلیل ہیں اور علماء اعلام اور اکابرین ملت کا مذہب مختار یہی ہے۔ امام تقی الدین سبکی علامہ بازمی جلال مصلی شوافع میں سے اور ابن تیمیہ ابن مفلح حنابلہ میں سے اور محدث عبدالحق مالکی اور دیگر اکابر کا مختار یہی ہے اور ان کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر شب و روز درود بھیجنا جنگوں میں سپاہی بن کر خدمت کے لیے کمر بستہ ہونا آپ کے پیچھے اور آپ کی امت کے ائمہ کے پیچھے نمازیں ادا کرنا صحیح احادیث سے ثابت ہے تو ایسی صورت میں ان کے امتی ہونے میں کیا شک و شبہ ہو سکتا ہے اور اگر اب بھی امتی نہیں تو امتی ہونے کی صورت میں کونسا کام کرتے جواب نہیں کر رہے ہیں ہاں ہر ایک مخلوق کا مکلف ہونا اور امتی ہونا ان کے اپنے اپنے حالات کے مطابق ہو گا۔

الغرض آپ رسول ملائکہ ہیں اور جب زمین میں ملائکہ آباد ہوتے تو نوری رسول ان کے پاس تشریف لاتا تو جب آسمانوں میں ملائکہ آباد ہیں تو ان کے لیے بھی نوری رسول کا مبعوث ہونا ضروری ہے اور جب آپ ان کے رسول ہیں تو لامحالہ نور بھی ہیں۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

”ویقال نحو هذا فی ارسالہ الی الملائکۃ لہما فیہ

علیہ الصلوٰۃ والسلام من قوۃ الالقاء الیہم کالتلقى

منہم“



آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ملائکہ کی طرف مبعوث ہونے کی صورت میں بھی یہی جواب دیا جائے گا کہ آپ میں رسول بننے کی صلاحیت موجود ہے اور ان کو افاضہ و افادہ بھی فرما سکتے ہیں جس طرح ان سے احکام اخذ کر سکتے ہیں، اور تفصیلی عبارت پہلے گزر چکی۔ جس سے واضح ہو چکا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں دوسری صلاحیت و استعداد ہے نورانیت و مجرد بھی ہے بشریت بھی اور ملائکہ سے مناسبت و ارتباط بھی ہے اور بشروں سے بھی لہذا آپ کا ان کے لیے رسول ہونا جب مسلم ہے تو نوری ہونا بھی لازماً تسلیم کرنا پڑے گا منکرین کے اقوال نقل کرنے کے بعد علامہ آلوسی فرماتے ہیں :

” صریح آیت لیکون للعالمین نذیراً اذا العالم  
 ما سواى الله وصفاته و خبر مسلم ارسلت الى الخلق  
 كافة يويد المذهب الاول ص ۱۳۱

قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ لیکون للعالمین نذیراً صراحتاً آپ کے ملائکہ کی طرف مبعوث ہونے کی دلیل ہے کیونکہ عالم کا لفظ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے علاوہ ہر شے کو شامل ہے۔ اور مسلم شریف کی حدیث کہ میں ساری مخلوق کی طرف مبعوث فرمایا گیا ہوں یہ بھی اس مذہب کی تائید و تقویت کرتی ہے کہ آپ رسول ملائکہ بھی ہیں اور مخالفین کے استدلال کے ضعف پر تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا :

” نعم استدلال اهل هذا المذهب بما استدلوا به

وفيه ما فيه“

الغرض جب قرآن و حدیث سے آپ کا رسول ملائکہ ہونا مسلم اور

مرسل و مرسل الیہم میں مناسبت لازم تو آپ کا نور ہی ہونا لازماً تسلیم کرنا پڑے گا  
تو ثبوت ہو گیا کہ یہ آیات ہمارے مدعا کی دلیل ہیں نہ کہ دیوبندی  
صاحبان کی۔

(ذ) علماء دیوبند کو یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ ابو جہل نے نبی اکرم  
صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ گمان کرتے ہوئے کہ آپ اور میں برابر ہیں اور  
ان کو نبوت مل جائے اور مجھے نہ ملے یہ ترجیح بلا وجہ ہے اور خلاف عدل و  
انصاف، کیونکہ عربی مکی اور قریشی وغیرہ صفات میں ہم برابر ہیں لیکن دنیاوی  
وجاہت اور رعب و دبدبہ اور جاہ و جلال میں مجھے ان پر فوقیت حاصل ہے  
لہذا ان کو نبوت کامل جانا اور ہمارا محروم رہنا نگاہ عقل میں بالکل ناروا ہے  
اور سراسر ناانصافی لہذا لن نو من حتی نوتی مثل ما اوتی رسل اللہ  
ہم اس وقت تک اس رسول پر ایمان نہیں لاسکتے جب تک ہمیں بھی ان  
کی طرح نبوت و رسالت عطا نہ کی جائے جس کا ما حاصل یہ تھا کہ جب میں  
اور محمد بن عبداللہ ماہیت و حقیقت اور عوارض بشریت اور عرفی صفات و  
کمال میں برابر ہیں بلکہ دنیوی وجاہت میں میں فائق ہوں تو ان کو رسالت  
کامل جانا اور مجھے نہ مل سکنا ترجیح بلا وجہ ہے اور انصاف کے خلاف ہے  
اگر یہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہوتی تو اس میں بلا وجہ و جہہ اس ترجیح کو روانہ رکھا جاتا  
جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ اعلم حیث یجعل  
رسالتہ۔ وہ اور تو برابر نہیں وہ اور میں تو اور ہے، کیونکہ نبوت و رسالت  
کا دار و مدار باطنی صلاحیتوں اور استعدادوں پر ہے اور روحانی و نفسانی  
فضائل و فواضل اور نورانی و تجرداتی فضائل پر ہے جو ان میں موجود ہیں اور  
تجھ میں نہیں لہذا وہ اس کے اہل تھے ان کو رسالت دے دی تو اس کا

اہل نہیں تھا تجھے رسالت نہ دی تو اس کا اہل نہیں تھا تجھے رسالت نہ دی  
تو میں نے وجوہ ترجیح دیکھ کر یہ انتخاب کیا ہے یہ ترجیح بلا مرجح نہیں ہے،  
کیا اس آیت کریمہ سے یہ بالکل واضح نہیں کہ انبیاء علیہم السلام کو اپنی مثل  
سمجھنا اور ان میں اور عام انسانوں میں فرق نہ کرنا ابوہللی نظریہ و عقیدہ ہے  
اور محل رسالت کی فوقیت و برتری اور اس کی شان امتیازی کا اعتراف کرنا  
اور اسے تسلیم کرنا سنت خداوندی ہے۔ علماء دیوبند خدا را سوچتے! ابوہل  
کی تقلید موجب فلاح و نجات ہے یا سنت اللہ پر عمل پیرا ہونا اسی طرح  
ان دونوں آیات سے معلوم ہوا کہ مشرکین مکہ کا عقل اس کو تسلیم نہیں کرتا  
تھا کہ بشر نور بھی ہو سکتا ہے اس لیے کسی نے فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجنے کا  
مطالبہ کیا اور کسی نے ان کی رسالت کو نا انصافی قرار دیا اگر ان کا عقل یہ تسلیم  
کر سکتا کہ بشری صورت میں موجود لوگوں میں ایسے بھی ہو سکتے ہیں جو نور ہوں  
اور حقیقت میں ان سے مختلف، تو نہ ان کو فرشتہ رسول بنا کر بھیجے جانے  
کا مطالبہ کرنے کی ضرورت پیش آتی اور نہ ابوہللی کو ہمہ سہمی کا دعویٰ سوچتا،  
اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو ترجیح بلا مرجح سے تعبیر کرتا۔  
علماء دیوبند جس نظریہ کے پرچار کرتے ہیں کیا یہ وہی مشرکین مکہ کا نظریہ و  
عقیدہ نہیں؟ اور ان کی عقل جو سوچتی ہے کیا یہ وہی نہیں جو انھوں نے  
سوچا تھا جس طرح وہ نورانیت و بشریت کے اجتماع کو ناممکن سمجھتے تھے،  
انھوں نے بھی اسے ناممکن سمجھا۔

کیا صوری اشتراک حقائق میں اتحاد کو مستلزم ہے؟

یہ مسلم ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صورت بشری میں تشریف لائے لیکن یہ کہاں کا

قاعدہ ہے کہ صورت میں اشتراک حقائق میں اتحاد کو مستلزم ہوتا ہے یا احکام میں یکسانیت کو دیکھتے شہید کا زخم قیامت کے دن تازہ ہوگا اس سے خون رستا ہوا محسوس ہوگا، لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اللون لون الدم والریح ریح المسک (رنگت تو اس کی خوئی ہوگی لیکن اس میں کستوری کی خوشبو ہوگی) تو معلوم ہوا اس کے احکام اس خون سے جدا اور اس کی حقیقت بھی اس خون سے جدا۔ اسی طرح جنت میں جب اہل جنت کے سامنے پھل پیش کیے جائیں گے تو وہ دوسری دفعہ پیش کیے جانے والوں کو پہلوں کی مثل اور تیسری دفعہ پیش کیے جانے والوں کو دوسری دفعہ پیش کیے جانے والوں کی مثل دیکھ کر کہیں گے: هذا الذی رزقنا من قبل (یہی تو ہم پہلے کھا چکے ہیں) پھر ان کو کیوں لائے ہو، اور ہر بار یہی مغالطہ ان کو لگے گا جس طرح فرمایا: کلما رزقوا منها من ثمرة رزقا قالوا هذا الذی رزقنا من قبل۔ جب کبھی ان کو جنت میں سے پھل بطور رزق اور خوراک پیش کیے جائیں گے تو وہ یہی کہیں گے کہ یہ تو وہی ہیں جو ہم کو اس سے قبل دیتے گئے تھے، حالانکہ حقیقت حال یہ تھی: واثوابہ متشہابہا۔ ان میں محض صورت و شکل میں مشابہت تھی نہ کہ حقیقت و ماہیت میں اور آثار و احکام میں اگر جنت کے پھل ظاہری صورت و شکل میں متشابہ و متماثل ہونے کے باوجود حقائق و ماہیات اور آثار و احکام میں مختلف ہو سکتے ہیں تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جو شہباز لامکانی ہیں اور سر وحدت ہیں وہ صورت بشری میں ہونے کے باوجود حقیقت نورانیہ کے لحاظ سے مختلف کیوں نہیں ہو سکتے؟ علاوہ ازیں اہل جنت مومنین اگر صورتی مشابہت دیکھ کر مغالطہ کھا سکتے ہیں حالانکہ اہل جنت کا علم و عرفان اہل دنیا کے مقابل کہیں زیادہ ہوگا تو دنیا میں غفلت کے پردوں میں پڑے ہوئے لوگ حقیقت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے غافل رہیں اور ”بشر مثلنا“ کی رٹ ہی لگاتے رہیں تو کیا بعید؟

امام بو صیری فرماتے ہیں سے

و كيف يدرك في الدنيا حقيقته

قوم نيام تسلاوا عنه بالحلم

حضرت مریم علیہا السلام اللہ تعالیٰ مقدس اور مقبول باندی ہیں اور جبرائیل علیہ السلام کو صورت بشری میں دیکھ کر حقیقی بشر سمجھ بیٹھیں اور ان سے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پناہ مانگنے لگیں تاکہ کہیں میرے دامن عصمت کو تار تار نہ کر دے مگر بعد میں معلوم ہوا کہ صورت مردی تھی حقیقت نوری تھی مگر اس قسم کی ولیہ کاملہ اور مقبول بارگاہ خداوندی کو ظاہری شکل میں مشابہت دیکھ کر مغالطہ لگ سکتا ہے تو آج کل کے وہابی دیوبندی بچارے اس مغالطہ کا شکار کیونکر نہیں ہو سکتے؟ لہذا محض ظاہری بشریت میں اشتراک سے حقائق میں اشتراک بلکہ اتحاد کا دعویٰ قطعاً درست نہیں۔

کیا انبیاء علیہم السلام نوع بشر سے ہیں اور ان کی جنس و اصل حیوان ناطق ہے

علماء دیوبند کی منطق اور فلسفہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نوع انسانی کا ایک فرد قرار دیا اور نوع وہ کلی ہے جو اپنے افراد کی حقیقت کا عین ہوا کرتی ہے لہذا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت وہی ٹھہری جو زید اور عمر و بکر کی ہے مگر کوئی ان ارباب منطق و فلسفہ سے دریافت کرے کہ اسلام میں بھی اس جنسیت اور نوعیت جیبت اور اور فصل و خاصہ و اے اقسام کا کوئی اعتبار ہے ہماری درسیات میں منطق و فلسفہ بطور مذہبی کتب کے شامل نہیں کہ جو کچھ اس میں ہے اس پر ایمان بھی لازمی ہو بلکہ محض پرانے فلاسفہ کے نظریہ کو سمجھنے اور ان نظریات پر مبنی مخالفین اسلام کے دلائل کا جواب دینے کے لیے ان کو شامل کیا گیا مگر یار لوگوں نے اس کو ایمان سمجھ لیا حالانکہ

جنس و ہیولی اور فصل و صورت جو منطق و فلسفہ والوں کے نزدیک ذہنی اور خارجی اجزاء

ہیں اہل اسلام تکمیلین ان کو تسلیم ہی نہیں کرتے کیونکہ جنس و ہیولی متحد بالذات اور مختلف بالاعتبار ہیں اور فصل و صورت متحد بالذات مختلف بالاعتبار فرق صرف اتنا ہے کہ جنس و فصل ذہنی اجزاء ہیں اور ہیولی صورت خارجی اور ہیولی و صورت عالم کے قدیم ہونے کو مستلزم ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فاعل و خالق بالاضطرار ہونے کو نیز عالم کی فنا و ہلاکت کے محال ہونے کو کیونکہ جس کا قدیم ہونا ثابت ہو جائے اس پر عدم کا طاری ہونا محال ہوتا ہے؛ ما ثبت قدمہ امتنع عدمہ، لہذا

قیام قیامت بھی محال ہونا لازم وغیرہ ذاک من المفاسد ایسی صورت میں یہ نظریہ سراسر اسلام کے منافی ہے لیکن اہل اسلام کے نزدیک انسان کی ترکیب حیوان و ناطق سے نہیں بلکہ روح اور بدن سے ہے اور نہ ارواح سب ایک جیسے ہیں بلکہ مختلف الحقائق ہیں اور نہ ابدان سارے ایک جیسے بلکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”ان الله خلق آدم من قبضة قبضها من جميع

الارض فجاء بنو آدم على قدر الارض منهم الاحمر

والابيض والاسود وبين ذلك والسهل والحزن والحديث

والطيب“ رواه احمد والترمذی و ابوداؤد و مشکوٰۃ

کتاب القدر۔

(بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ایک مٹھی مٹی

سے پیدا فرمایا جس کو اس نے تمام روئے زمین سے اخذ کیا تھا لہذا بنو آدم

اس کے مطابق پیدا ہوئے بعض سرخ بعض سفید بعض سیاہ فام اور بعض

سانوے رنگ کے ہیں۔ اور بعض نرم خو اور بعض سخت طبع اور بعض جبیت

اور بعض پاکیزہ خصلت۔)

یعنی زمین کی ظاہری صفات بھی چار تھیں؛ سرخی، سفیدی، سیاہی اور درمیانی رنگت اور معنوی و باطنی صفات بھی چار تھیں؛ نرمی، سختی اور خبثت اور طہیت اور بنو آدم بھی اس کے مطابق پیدا ہوئے اور متکلمین نے بھی یہی نظریہ اپنا رکھا ہے کہ اشیا ہیولی اور صورت یا جنس و فصل سے مرکب نہیں بلکہ اجزاً لا تجزئی اور جو ہر فردہ سے مرکب ہیں اور اس حدیث شریف نے بھی اس کی تائید فرمادی کہ جیسے جیسے اجزاء ارضی بنو آدم کا مادہ تخلیق بنے وہ اس کے مطابق پیدا ہوئے۔ لہذا علامہ تقازانی نے شرح عقاید میں متکلمین اور فلاسفہ کے اس اختلاف پر بحث کرتے ہوئے فرمایا:

»فان قيل هل هذا الخلاف ثمرة قلنا نعم  
 في اثبات الجواهر الفرد نجاة عن كثير من ظلمات الفلاسفة  
 مثل اثبات الهيولى والصورة المودى الى قدم العالم ونفى  
 حشر الاجسام وكثير من الاصول الهندسية المبني  
 عليها دوام حركة السموات وامتناع الخرق والالتيام  
 شرح عقاید مع نبواس ص ۱۳۲

اگر کہا جائے کہ آیا اس مخالفت کا کوئی ثمرہ اور نتیجہ بھی ہے تو ہم کہتے ہیں ہاں جز  
 لای تجزئی اور جو ہر فرد کے ثابت ہونے کی صورت میں بہت سے فلسفی توہمات اور فاسد  
 نظریات سے نجات حاصل ہو جائے گی مثلاً ہیولی و صورت کے اثبات سے خلاصی  
 اور چھٹکارا مل جائے گا جو مستلزم ہے عالم کے قدیم ہونے کو اور حشر اجساد و اجسام  
 یعنی قیامت کی نفی کو اور اسی طرح بہت سے ہندسی اصول و قواعد سے چھٹکارا حاصل  
 ہو جائے گا جن پر آسمانوں کی حرکت کا دوام مبنی ہے اور ان میں خرق و التیام کا محال  
 ہونا جو اہل اسلام کے نزدیک باطل ہے۔ لہذا علماء دیوبند اگر ان فلسفی ظلمات کے

قائل و معتقد ہیں تو یہ ایمان و عقیدہ انھیں کو مبارک ہو ہم تو قطعاً اس کے قائل نہیں لیکن پھر ان کو لازم ہے کہ قدم عالم کو بھی تسلیم کریں اور اللہ تعالیٰ کے خالق بالارادہ ہونے کا بھی انکار کریں اس جہان کے بالکل معدوم اور فنا ہونے کا بھی انکار کریں اور قیامت کا بھی اگر ہیولی و صورت اور جنس و فصل کو لازم یہ امور انھیں تسلیم نہیں اور یقیناً نہیں ہو سکتے تو پھر ماہیت نوعیہ اور جنس و فصل اور ماہیات نوعیہ میں افراد کے اتحاد کا عقیدہ جو اسی فلسفی نظریہ ہیولی و صورت کی فرع ہے اور اس کا لازم اس کو کیوں سینے سے لگائے ہوئے ہیں کیونکہ جب ایک ملزوم کے ہی سبھی لوازم ہیں تو یا سب کو تسلیم کرنا یا سب کا انکار کرنا ان میں سے بعض کو عین ایمان سمجھ لینا اور بعض کو کفر تو اس فرق کا نگاہ عقل و خرد میں کوئی جواز نہیں ہو سکتا لہذا ان الفاظ کا اطلاق محض ظاہری تشابہ اور مماثل پر مبنی ہے نہ کہ اتحاد حقیقت اور عنینیت ماہیت پر ہوا۔

نبی الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بشریت کا عام انسانوں کی بشریت سے حقیقت میں مختلف ہونا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باوجودیکہ بطاہر بشر ہیں اور جسم عنصری اور بدن رکھتے ہیں لیکن حقیقت جہانیہ میں بھی آپ دیگر بشروں اور انسانوں سے مختلف ہیں کیونکہ جب لوازم حقیقت باعتبار حقیقت کے مختلف ہوں تو ملزومہ حقائق میں بھی باعتبار حقیقت و ماہیت کے اختلاف تسلیم کرنا لازمی ہے اور یہ ایک مسلمہ قاعدہ ہے اور منطق و فلسفہ کے معتقد حضرات تو اس کے انکار کو خلاف اعتقاد و ایمان سمجھیں گے۔

اب دیکھیے! علماء اعلام نے احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں یہ فیصلہ دیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات یعنی پیشاب، پاخانہ تھوک



اور خون وغیرہ امت کے حق میں نہ صرف طیب اور پاک ہیں بلکہ حلال بھی ہیں۔ چلتے! یہ مسئلہ بھی حکیم الامت الدیوبندیہ اور ان کے چودھویں صدی کے مجدد جناب اشرف علی تھانوی صاحب کی نشر الطیب سے ہی عرض کر دیتے ہیں:

”مرومی ہے کہ جب آپ بیت الخلاء میں جاتے تو زمین بھٹ جاتی اور آپ کے بول و براز کو نکل جاتی اور اس جگہ نہایت پاکیزہ خوشبو آتی، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اسی طرح روایت کیا ہے اور اسی لیے علماء آپ کے بول و براز کے طاہر ہونے کے قائل ہوئے ہیں۔ ابو بکر بن سابق مالکی نے اسی کو ذکر کیا ہے۔ اور ابو نصر نے بھی اور مالک بن سنان صحابی جنگ احد میں آپ کا خون (زخم کا) چوس کر پی گئے۔ آپ نے فرمایا: اس کو کبھی دوزخ کی آگ نہ لگے گی اور حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے آپ کا خون جو پھینے لگوآنے سے نکلا تھا، پی لیا تھا، برکہ نامی عورت اور آپ کی خادمہ ام امین رضی اللہ عنہا نے آپ کا پیشاب پی لیا تھا سو ان کو ایسا معلوم ہوا جیسا شیریں نفیس پانی ہوتا ہے۔“

(نشر الطیب ص ۱۶۲)

اور یہ بھی یاد رہے کہ یہ صرف اشرف علی تھانوی کی خوش فہمی نہیں بلکہ عربی رسالہ مسماة بہ شیم الحبیب جس کو مفتی الہی بخش صاحب کاندھلوی نے تالیف کیا۔ تھانوی صاحب نے اس رسالہ کو حرف بحر نقل کیا اور اس کا ترجمہ آپ کیا تو گویا ان دونوں اکابرین دیوبند نے اس حقیقت کو تسلیم کر لیا اور اسے دلائل سے مدلل اور میرہن کر کے اردو کتاب کی صورت میں شائع کر کے عوام اہل اسلام کو یہ باور کرایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ فضلات بھی بے مثل ہیں اور ان کے احکام عام بشروں کے فضلات سے جداگاتہ ہیں اور یہی نظریہ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج اور اشعۃ میں امام غوثی

نے شرح مسلم میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری شرح بخاری میں علامہ بدر الدین عینی نے عمدۃ القاری شرح بخاری میں اور امام ابن الجوزی نے الوفا میں علامہ قسطلانی نے مواہب میں امام سیوطی نے خصائص کبریٰ میں علامہ نہمانی نے حجۃ اللہ علی العالمین اور سیرت محمدیہ میں بیان کیا ہے۔

الغرض واضح ہو گیا کہ جب ان فضلات میں جو مقتضی بشریت کا ہیں حقیقت کے لحاظ سے فرق ہے اور علت و حرمت اور طہارت و نجاست کا اختلاف ہے اور اختلاف لوازم و احکام اختلاف ملزومات و موضوعات کو مستلزم ہوتا ہے تو ثابت ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت اور ہے اور عام لوگوں کی بشریت اور ہے۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ کی بشریت سر طور تجلی کی تاب نہ لاتے ہوئے مدہوش ہے اور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت لامکان میں عرش اعظم سے ماوراء بارگاہ محبوب میں فائز المرام ہے اور ہنستے مسکراتے شرف دیدار حاصل کر رہی ہے جہاں پر نوری ملک حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بھی اعتراف عجز اور ناتوانی کر لیا جب انبیاء علیہم السلام کی بشریت اور نوریوں کی نورانیت اس کی ہمسری اور برابری نہ کر سکے اور اس کی صلاحیتوں اور استعدادوں کا مقابلہ نہ کر سکے تو عوام کی بشریت کو کیا نسبت اس سے ہو سکتی ہے؟ جب حقیقت انسانی روح اور جسم ہیں اور دونوں باعتبار حقیقت کے دیگر انسانی ارواح و ابدان سے مختلف ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بشر مثلکم ہونا محض صورتی مشابہت کے تحت ہو گا جس طرح بتوں کو تراش خراش اور صورت و شکل کی مناسبت سے عباد اشناکم کہا گیا ہے۔ کما هو مصرح فی کتب التفاسیر ذیل قولہ تعالیٰ: ان الذین تدعون من دون اللہ عباد اشناکم جن اوثان و اصنام کو تم پوجتے ہو وہ تمہاری طرح بندے ہیں اور حکم خداوندی کے پابند۔

## شان لولاک اور نورانیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر استدلال

دیوبندی مناظر نے قول باری تعالیٰ ”لو جعلناہ ملکاً جعلناہ رجلاً“ سے یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی کہ نور ہونا اور فرشتہ ہونا ایک چیز ہے اور کلمہ لو کا نفی کے لیے ہوتا ہے لہذا جب فرشتہ ہونے کی ذات رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نفی ہو گئی تو نور ہونے کی بھی نفی ہو گئی اس توہم فاسد کی قلعی تو کھل چکی کہ نور ہونے میں اور فرشتہ ہونے میں عینیت و اتحاد نہیں ہے اور نہ فرشتہ ہونے کی نفی سے نور ہونے کی نفی لازم آتی ہے لہذا نہ اس آیت کو آپ کے انکار نورانیت میں پیش کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس قول باری تعالیٰ کو ”ولا اقول لکم انی صلیک“ یعنی میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میں فرشتہ ہوں، کیونکہ اس میں بھی فرشتہ ہونے کی نفی ہے نہ کہ نور ہونے کی۔

اب ہم یہ پوچھتے ہیں کہ لو کا لفظ تو دلالت کرتا ہے شرط اور جزاء کی نفی پر جس میں نفی اول علت ہو نفی ثانی کی خواہ ثانی کی نفی علامت اور دلیل ہو نفی اول کی لیکن محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں لولا کا لفظ بھی وارد ہے جو وجود اول (شرط) پر دلالت کرتا ہے اور نفی ثانی یعنی جزاء کی نفی پر تو پھر ان احادیث کو سامنے رکھ کر کیوں نہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ آپ جب اس وقت موجود تھے جب آسمان زمین نہیں تھے اس وقت تھے جب جنت و رزق نہیں تھے اس وقت موجود تھے جب آدم نہیں تو لا محالہ آپ کا اصل وجود نوری ہے اور آپ کی حقیقت نوری اور اسی وجود و حقیقت کے لحاظ سے اول الخلق علی الاطلاق ہیں تو لیجئے اس اجمال کی تفصیل ملاحظہ کیجئے اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس دعویٰ پر استدلال کا مشاہدہ کیجئے مگر ہم پہلے پھر اشرف علی صاحب تھا نومی کو اس وکالت کے لیے علماء دیوبند کی عدالت انصاف پیش کرتے ہیں۔

## دوسری فصل سابقین میں آپ کے فضائل ظاہر ہونے میں

پہلی روایت :

حاکم نے اپنی صحیح میں کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک عرش پر لکھا دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا کہ اگر محمد نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا نہ کرتا۔

## دوسری روایت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے خطا کا ارتکاب ہو گیا تو انھوں نے جناب باری تعالیٰ میں عرض کیا کہ اے پروردگار میں آپ سے بواسطہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درخواست کرتا ہوں کہ میری مغفرت ہی کر دیجئے سو حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے آدم تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے پہچانا، حالانکہ ہنوز میں نے ان کو پیدا نہیں کیا (عنصری جسم اور وجود کے ساتھ) عرض کیا: اے رب! میں نے اس طرح سے پہچانا کہ جب آپ نے مجھ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی (شرف دی ہوئی) روح میرے اندر بھونکی تو میں نے سر جو اٹھایا تو عرش کے پایوں پر لکھا ہوا دیکھا: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ سو میں نے معلوم کر لیا کہ آپ نے اپنے نام پاک کے ساتھ ایسے ہی شخص کے نام کو ملایا ہوگا جو آپ کے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ پیارا ہوگا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تم سچے ہو واقع میں وہ میرے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ پیارے ہیں اور جب تم نے ان کے واسطے سے مجھ سے درخواست کی ہے تو میں نے تمہاری مغفرت کی اور اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں تم کو بھی پیدا نہ کرتا۔ روایت کیا اس کو بہیقی نے دلائل

میں عبدالرحمن بن زید بن اسلم کی روایت سے اور کہا اس کے ساتھ عبدالرحمن منفرد ہیں ،  
 روایت کیا اس کو حاکم نے اور اس کی تصحیح کی اور طبرانی نے بھی اس کو ذکر کیا۔ نشر الطیب  
 ص ۱۳، ۱۴۔ خصائص کبریٰ جلد اول ص ۶ پر اس روایت کو درج کیا ہے اور اس مقام  
 کے مطابق و مناسب جملہ کے الفاظ یہ ہیں: صدقت یا آدم و لولا محمد  
 ما خلقتک اور الوفا ص ۳۳ پر بھی یہ روایت مذکور ہے اور سیرت حلبیہ جلد اول ص ۲۵۵  
 اور شفا شریف کے حوالہ سے یہ الفاظ ذکر کیے ہیں: وعزتی وجلالی انہ لا ٰخر  
 النبیین من ذریتک ولولاہ ما خلقتک ص ۲۵۵ اور شفا جلد اول ص ۱۰۴  
 پر یہ روایت مفصلاً مذکور ہے۔

## تفسیری روایت

امام سیوطی نے خصائص کبریٰ جلد اول ص ۶ پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے  
 روایت نقل کی ہے جس کو حاکم نے روایت کیا ہے اور اس کی تصحیح فرماتی ہے کہ اللہ  
 تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی نازل فرمائی: آمن بمحمد و مر من  
 ادركه من امتك ان يومنوا به فولا محمد ما خلقت آدم ولا  
 الجنة ولا النار۔ (الحديث) (خود بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور اپنی  
 امت کو بھی حکم دیجئے کہ ان میں سے جتنے لوگ ان کا زمانہ ظہور پائیں ان پر ایمان لائیں  
 کیونکہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم موجود نہ ہوتے تو میں نہ آدم کو پیدا کرتا اور نہ ہی جنت اور  
 دوزخ کو۔ الخ اور الوفا ص ۳۲ پر صرف ان الفاظ کو درج کیا ہے: لولا محمد ما  
 خلقت آدم۔ مگر ص ۶ پر مفصل روایت درج ہے۔

## چوتھی روایت

خصائص کبریٰ میں ہی بروایت ابن عساکر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی

طویل حدیث کے آخر میں ہے :

”لقد خلقت الدنيا واهلها لاعرفهم كرامتك و

منزلتك عندي ولولاك ما خلقت الدنيا“

(جلد ثانی ص ۱۹۳)

(مجھے اپنی ذات کی قسم! میں نے دنیا اور اہل دنیا کو پیدا ہی اس لیے کیا ہے کہ انھیں آپ کی عزت و کرامت اور منزلت و مرتبت کی پہچان اور تعارف کراؤں اور اگر آپ موجود نہ ہوتے تو میں دنیا ہی پیدا نہ کرتا)

### پانچویں روایت

علامہ قسطلانی نے مواہب میں الدر التنظیم فی مولد البنی الکریم سے یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کو الہام فرمایا کہ میں نے تمہاری کنیت ابو محمد رکھی تو انھوں نے عرض کیا: اے اللہ! تو نے کیوں مجھے ابو محمد کی کنیت عطا فرمائی ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”یا آدم! ارفع رأسك فرفع رأسه فرأى نور

محمد صلى الله عليه وسلم في سرادق العرش فقال

يا رب ما هذا النور قال هذا نور نبى من ذريتك

اسمه في السماء احمد وفي الارض محمد لولا ما

خلقتك ولا خلقت سماء ولا ارضاً“

(اے آدم! اعلیٰ السلام) اپنے سر کو اٹھاتیے۔ جب انھوں نے اپنا

سر بلند کیا تو سراپردہ عرش میں نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر دریافت

کیا۔ اے پروردگار عالم! یہ نور کیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ تیری

ذریت اور اولاد میں سے ایک عظیم نبی کا نور ہے جس کا نام آسمان میں احمد ہے اور زمین میں محمد اگر ان کا وجود نہ ہوتا تو تجھے پیدا نہ کرتا اور نہ کسی آسمان کو پیدا کرتا اور نہ ہی زمین کو۔

ف: اس کو نقل کر کے علامہ فرماتے ہیں: یشهد لهذه مارواه الحاكم في صحیحه ان آدم عليه الصلوة والسلام رأى اسم محمد صلى الله عليه وسلم مكتوبا على العرش وان الله قال لا دم لولا محمد ما خلقتك مواهب لدنيه مع ذرقاني ص ۴۲ ج اول۔

اس روایت کی شاہد اور دلیل صحت وہ روایت ہے جس کو حاکم نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی کو عرشِ اعظم پر لکھا ہوا دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو فرمایا: اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم موجود نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا اور علامہ زرقانی نے اس کی تائید و تقویت میں یہ روایت نقل کی: وروی ابو الشيخ في طبقات الاصفهانيين والحاكم عن ابن عباس اوحى الله الى عيسى عليه السلام (الى) فلولا محمد ما خلقت آدم ولا الجنة ولا النار۔ الخ صححه الحاكم واقرة السبكي في شفاء السقام والبلقينى في فتاوى ومثله لا يقال رأيا فحكاه الرفع کہ ابو الشيخ نے طبقات اصفہانیین میں حاکم نے مستدرک میں حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی نازل فرمائی جس میں یہ بھی فرمایا: اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں نہ آدم کو پیدا کرتا اور نہ جنت و دوزخ کو میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا پس وہ لرزنے لگا تو میں نے اس پر لا اله الا الله محمد رسول الله لکھ دیا تو وہ سکون و قرار میں آ گیا۔ اس کو حاکم نے صحیح کہا ہے اور امام سبکی نے شفاء السقام میں اس کی صحت کا

اقرار کیا ہے اور علامہ بلقینی نے اپنے فتاویٰ میں اور یہ روایت اگرچہ موقوف ہے مگر چونکہ اس میں قیاس اور رائے کو دخل نہیں ہو سکتا لہذا حکم مرفوع میں ہے اور اس طرح مسند دہلی سے نقل کرتے ہوئے کہا:

عن ابن عباس اتانی جبرائیل علیہ السلام فقال ان اللہ یقول لولاک ما خلقت الجنة و لولاک ما خلقت النار۔ حضرت ابن عباس سے مرفوع روایت میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر آپ موجود نہ ہوتے تو میں جنت کو پیدا نہ کرتا اور آپ موجود نہ ہوتے تو میں دوزخ کو پیدا نہ کرتا۔

اور ابن سبع اور عوفی کے حوالے سے نقل کیا ہے:

عن علی رضی اللہ عنہ ان اللہ قال لنبیہ صلی اللہ علیہ وسلم من حبک اسطح البطحاء و اموج الموح و ارفع السماء و اجعل الثوب و العقاب۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا: میں آپ کی وجہ سے اور آپ کی موجودگی کے صدقہ میں بطحا کافر ش بچھاؤں گا اور سمندروں کو پیدا کر کے ان میں تلاطم امواج پیدا کروں گا اور آسمانوں کے خیمہ کو بلندی پر نصب کروں گا اور ثواب و عقاب (کی جگہ یعنی جنت و دوزخ) بناؤں گا۔ مواہب مع زرقانی ص ۲۲ جلد اول۔

الغرض ان تائیدی روایات سے اس روایت کی قوت واضح ہو گئی اور جب ضعیف روایت ضعیف سے تقویت حاصل کر لیتی ہے تو صحیح سے بطریق اولیٰ۔

سوال: حاکم نے تصحیح روایات کے معاملہ میں تساہل سے کام لیا ہے لہذا اس کا کسی روایت کو صحیح کہنا حجت نہیں ہو سکتا؟

جواب: شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی نے شرح سفر السعادت ص ۱۶ پر فرمایا:



”گفتہ اند آنچه منفرد است ہاں حاکم وغیر وی باوی در تصحیح شریک

نہست اگر صحیح نہ نبود از مرتبہ حسن خود نازل نہست“

محدثین نے فرمایا ہے کہ جس روایت کی تصحیح میں حاکم ابو عبد اللہ منفرد ہوں اور دوسرے محدثین ان کے ساتھ تصحیح میں شریک نہ ہوں اگر وہ روایت بالفرض صحیح نہ ہو تو بھی حسن کے درجہ سے کم نہیں ہوگی لہذا حاکم کی تصحیح بالفرض معتبر نہ ہو تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ روایت موضوع یا ناقابل اعتبار ہے بلکہ یہ محض اصطلاحی فرق ہے کہ اس روایت کو اصطلاح محدثین میں صحیح ماننا ضروری نہیں لیکن وہ روایت کم از کم درجہ حسن میں ہوگی ضعیف بھی نہیں ہوگی چہ جائیکہ اس کو موضوعات میں شامل کر دیا جائے۔

علامہ سبکی نے حضرت عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کردہ حاکم کی ہر دو روایت کو نقل کر کے ابن تیمیہ کے رد و قدح کے جواب میں فرمایا : و الحدیث المذكور لم یقف علیہ ابن تیمیہ بهذا الاسناد و لا بلغه ان الحاکم صححه (الی) و لو بلغه ان الحاکم صححه لہما قال ذلك (الی) ونحن نقول قد اعتمدنا فی تصحیحہ علی الحاکم۔ شفا الاستعام ص ۱۶۲، ۱۶۳

اس حدیث کے اس اسناد پر ابن تیمیہ کو اطلاع نہیں ہوئی اور نہ ہی اس کو معلوم ہو سکا کہ حاکم نے اس کی تصحیح فرماتی ہے ورنہ وہ اس حدیث پر اس طرح رد و قدح نہ کرتا اور ہم نے بہر حال اس حدیث کی صحت میں حاکم کی تصحیح پر اعتماد اور بھروسہ کیا ہے۔  
الحاصل جب ایسے اکابر حاکم کی تصحیح کے سامنے تسلیم جھکا دیں تو ہم کس شمار میں ہیں اور بالفرض ان کی تصحیح حجت نہ ہو تو وہ دوسرے اکابر محدثین کی تحسین حدیث کے مرتبہ میں تو بہر حال ہوگی اور حدیث حسن بھی حجت ہے۔

## چھٹی روایت

علامہ خرپوتی نے عسیدۃ الشہداء شرح قصیدہ بردہ میں امام بو صیری کے اس قول کی تشریح کرتے فرمایا: سے

لولاہ لم یخرج الدنیا من العدم

تلمیح الی ما نقل فی الحدیث القدسی: "لولاہ لہا خلقت الافلاک" اس بیت میں حدیث قدسی کی طرف تلمیح اور اشارہ ہے کہ اگر آپ موجود نہ ہوتے تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا اور فرماتے ہیں: حدیث قدسی میں ذکر اگرچہ افلاک کا ہے لیکن مراد اس سے تمام مخلوقات ہے اطلاق لاسم البحر علی الكل اور یہاں جز سے کل کو تعبیر کیا گیا ہے اور اس طرح اس حدیث قدسی کی طرف اشارہ ہے کہ جو شب اسراء بارگاہ خداوندی میں سر بسجود ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا: انا و انت و ما سوی ذالک خلقتہ لاجلک۔ میرا مقصود آپ اور آپ کا مقصود میں اور باقی سب کچھ تمہاری وجہ سے اور تمہارے لیے پیدا کیا ہے۔ جس کے جواب میں امام المتواضعین صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: انا و انت و ما سوی ذالک ترکتہ لاجلک۔ میں تیرا ہوں اور تو میرا ہے باقی سب تیرے نام پر قربان کرتا ہوں سے

مجھ کو وہ بخشے تھے دو عالم کی نعمتیں  
میرے غرور عشق نے انکار کر دیا

اور اس حدیث قدسی کو علامہ آلوسی نے روح المعانی جلد اول ص ۴۸ پر نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

"و بواسطہ حصلت الافاضة کمایشیرالیہ لولاہ

ما خلقت الافلاک"

حسین احمد مدنی صاحب شہاب ثاقب میں اس حدیث قدسی کو ذکر کرتے ہیں اور اس کا یہی معنی بیان کرتے ہیں جس کی طرف علامہ آلوسی نے اشارہ کیا کہ آپ ہی موجودات عالم کے لیے مصدر فیض ہو اور سرچشمہ کمال ملاحظہ ہو ص ۴۷۔

غرضیکہ حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام واسطہ جملہ کمالات عالم و عالمیان ہیں یہی معنی لولاک لما خلقت افلاک اور اول ما خلق اللہ نوری اور انانسی الانبیاء کے ہیں اس احسان و انعام میں جملہ عالم شریک ہے علاوہ اس کے آپ کی ذات مقدس کو ارواح مومنین سے وہ خاص نسبت ہے کہ جس سے آپ باپ روحانی جملہ مومنین کے ہیں اور یہ احسان بھی ابتداء عالم سے آخر تک کے مومنین کو عام ہے علاوہ اس کے امت مرحومہ کے مومنین کے ساتھ ماسوا اس کے اور بھی خاص علاقہ ہے جو کہ اور امم کے مومنین کو نہیں۔ اور علامہ علی قاری شرح شفاء جلد ثانی ص ۲۲۵ پر فرماتے ہیں:

ویقرب منه ماروی لولاک لما خلقت الافلاک۔ یعنی حدیث شفاء لولاہ ما خلقتک کے ساتھ معنی میں شریک ہے۔ یہ حدیث قدسی اس میں آپ کا سبب ایجاد انبیاء و ابوالبشر ہونا ثابت ہے۔ اور اس میں سبب افلاک و جملہ موجودات ہونا، کیونکہ افلاک عالم اسفل کے لیے مثل اصل اور بنیاد کے ہیں لہذا دونوں حدیثیں معنی متقارب ہیں۔

موضوعات کبیر میں لولاک لما خلقت الافلاک پر علامہ صفائی کا موضوعیت والا حکم ذکر کر کے علامہ علی قاری نے فرمایا:

”لکن معناه صحیح فقد روی الدیلمی عن ابن عباس مرفوعاً اتانی جبرائیل فقال یا محمد لولاک ما خلقت الجنة ولولاک ما خلقت النار۔ وفي رواية

ابن عساکر لولا ما خلقت الدنيا - ۵۹

اس کا معنی صحیح ہے کیونکہ دہلی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ

عنا سے مرفوع روایت نقل کی ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے

پاس آئے اور کہا (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) اگر آپ موجود نہ ہوتے تو میں

جنت کو پیدا نہ کرتا۔ اور اگر آپ موجود نہ ہوتے تو میں دوزخ کو پیدا نہ کرتا اور

ابن عساکر کی روایت میں ہے کہ اگر آپ موجود نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا۔

باعتبار معنی کے بالکل صحیح ہے اگر بعض علماء نے اعتراض کیا ہے تو محض الفاظ کے

ثبوت کے لحاظ سے اور سند کے اعتبار سے۔

## ساتویں روایت

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

”حقیقت محمدی علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کہ حقیقتہ الحقائق است

آنچه در آخر کار بعد از طی مراتب ظلال این فقیر منکشف گشته است تعین و

ظہور حسی است کہ مبدیہ ظہورات و منشاء خلق مخلوقات است و در حدیث

قدسی کہ مشہور است آمدہ است کنت کنزاً مخفياً فاحببت

ان اعرف فخلقت الخلق لاعرف اول چیزی کہ ازاں گنجینہ

مخفی بر منصفہ ظہور آمد حسب بودہ است کہ سبب خلق خلاق گشت

اگر این حسب نمی بود در ایجاد نمی کشود و عالم در عدم راسخ و مستقر می بود

سر حدیث قدسی ”لولاک لما خلقت افلاک“ را کہ در شان ختم الرسل واقع است

اینجا باید حسب و حقیقت ”لولاک لما اظہرت الربوبیۃ“ را ازین مقام

باید طلبید۔ دفتر سوم حصہ نہم ص ۱۲۸ مکتوب نمبر ۱۲۲ بحوالہ مسلک مجدد

مولفہ حضرت میاں جمیل احمد صاحب مدظلہ۔

اس فقیر کو مراتب ظلال طے کرنے کے بعد یہ انکشاف ہوا کہ حقیقت محمدیہ جو کہ حقیقہ الحقائق ہے وہ تعین اور ظہور حسی ہے جو مبدا ہے تمام ظہورات کا اور منشا ہے خلق و ایجاد مخلوقات و کائنات کا مشہور حدیث قدسی میں وارد ہے کہ میں کنز مخفی تھا پس مجھے اس امر کی محبت ہوئی کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا کہ وہ مجھے پہچانیں اور میری شان کو بقدر استعداد سمجھیں اس گنج مخفی سے پہلی پہلی شی جو منصفہ ظہور و شہود پر جلوہ فرما ہوئی وہ تھی حب جو ایجاد مخلوقات کا سبب بنی اگر یہ حب نہ ہوتی تو ایجاد کائنات کا دروازہ کبھی نہ کھلتا اور تمام عالم ہمیشہ کے لیے پردہ عدم میں راسخ اور مستقر رہتا۔ حدیث قدسی لولاک لما خلقت الافلاک جو شان ختم رسل علیہ وعلیہم السلام میں واقع ہے اس کا سر اور راز اور اس کی اصلی حالت اس جگہ تلاش کرنی چاہیے اور لولاک لما اظہرت الربوبیت والی حدیث قدسی اگر تم نہ ہوتے تو میں اپنی شان ربوبیت اور شان ایجاد و تخلیق کو ظاہر ہی نہ کرتا کا مقصد و معنی اس مقام میں طلب کرنا چاہیے۔ یعنی سبب ایجاد کائنات حب ہے اور اس کا مقتضی اول اور تعین و ظہور اول ذات حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حب مقتضائے ذات خداوند جل و علا ہے اور ذات حبیب کبریا مقتضایہ حب ہے لہذا انہی سے ظہور ربوبیت ہوا اور وہ رحمۃ للعالمین بنائے گئے تو اللہ تعالیٰ کی شان رب العالمین کا ظہور شروع ہو ورنہ یہ صفت ظہور پذیر نہ ہوتی جس طرح کہ ذات کنز مخفی رہتی اگر حب منصفہ ظہور پر جلوہ گر نہ ہوتی۔

الغرض کلام مجدد سے حدیث قدسی لولاک لما خلقت الافلاک کی

صحت و تقویت واضح ہوگئی اور نئی حدیث قدسی بھی ثابت ہوگئی یعنی لولاك لها  
 اظهرت الربوبية اور دونوں کی حقیقت اور ان کا سر اصلی اور راز حقیقی بھی  
 واضح ہو گیا۔ و الحمد للہ اور کنت کزراً مخفياً والی حدیث کے متعلق اگرچہ سند کے لحاظ  
 سے محدثین کو کلام ہے مگر حضرت علی بن السلطان القاری فرماتے ہیں: معناه  
 صحیح استفاد من قوله تعالى: وما خلقت الجن والانس الا ليعبدن  
 میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا تاکہ میری عبادت کریں یعنی میری  
 معرفت حاصل کریں جو کہ اصل عبادت اور روح عبادت ہے۔ اور جبرامت اور مفسر  
 صحابہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی تفسیر امی ليعرفونی منقول ہے۔  
 موضوعات کبریٰ ۵۲۔

اور حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقتضائے حب ہونا اس آیت کریمہ

سے ظاہر ہے:

قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله : فرما دیجئے! اگر  
 تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو اور اس کے محب ہو تو محب ہونا تمہارا قابل قبول  
 صرف اس صورت میں ہوگا جب میری اتباع کرو گے لہذا میری اتباع کرو تاکہ اللہ تعالیٰ  
 تمہیں محبوب بنالے۔ تو ثابت ہوا: تحبون اللہ اور يحببکم اللہ دونوں طرفین  
 باہم منطبق اس صورت میں ہوں گی بلکہ محب کے محبوب بن جانے والا عظیم انقلاب اس  
 وقت رونما ہوگا جب اتباع محبوب کریم علیہ السلام پائی جائے گی تو معلوم ہوا باقی سب  
 محبوبیت میں تابع ہیں اور اصلی محبوب نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس  
 ہے۔

محبوب اور بھی ہیں پر ایسے تو نہیں  
 یوں تو محبوب ہے ہر چاہنے والا تیرا

تو نتیجہ واضح ہو گیا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم مقتضائے ذات خداوند تعالیٰ ہے لہذا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم مقتضائے ذات خداوند تعالیٰ ہوتے تو پھر انہی کی بدولت ظہور ربوبیت ہوا۔ اور انہی کے طفیل آفاق و افلاک اور دنیا و اہل دنیا وجود میں آئے۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

## اٹھویں روایت

علامہ حلبی نے اپنی سیرت میں صاحب شفا الصدور کے حوالہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے یہ حدیث قدسی نقل فرمائی ہے :

”یا محمد وعزتی وجلالی لولاک ما خلقت ارضی ولا سمائی ولا رفعت هذه الخضراء ولا بسطت هذه الغبراء۔ وفي رواية عنه ولا خلقت سماؤ ولا ارضاً ولا طولاً ولا عرضاً۔ جلد اول ص ۳۵

(اے محمد! صلے اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی عزت و جلالت کی قسم اگر آپ موجود نہ ہوتے تو میں نہ اپنی زمین کو پیدا کرتا اور نہ اپنے آسمان کو نہ اس نیلگوں خیمہ کو ایسا دہ کرتا اور نہ اس مٹیالے فرش کو بچھاتا۔ اور دوسری روایت میں آپ سے اس طرح منقول ہے کہ میں نہ کسی آسمان کو پیدا کرتا اور نہ کسی زمین کو اور نہ ہی طول و عرض کو۔)

الغرض یہ روایات بظاہر اٹھ ہیں مگر ضمناً مذکور روایات کو ساتھ ملاؤ جو زرقانی وغیرہ نے ذکر کی ہیں تو ان کی تعداد دس سے بھی متجاوز ہے اور ان کا مضمون باہم متحد و متفق ہے لہذا اصل مضمون کی صحت میں تو بحث ہی نہیں ہو سکتی اور کولا بقاعہ

نقی النفی اثبات کے مستلزم ہے وجود اول کو اور وجود اول کے ذریعے انتفاء ثانی کو۔ لہذا ان روایات سے صاف اور واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مسعود آسمان و زمین اور جنت و دوزخ اور جملہ موجودات اور علی الخصوص انبیاء کرام علیہم السلام اور ان میں سے بالخصوص حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام کی علت ایجاد و تخلیق ہے۔

علامہ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ نسیم الریاض میں فرماتے ہیں:  
 ”فروحہ صلی اللہ علیہ وسلم مخلوقۃ قبل  
 ارواح الانبیاء وکلہم خلقوا لاجلہ و وجودہ سبب  
 لوجودہم فلہو اب معنوی لہم وکلہم اتباعہ فی  
 الوجود“ جلد ثانی ص ۲۵

ا آپ کا روح اقدس جملہ ارواح سے پہلے پیدا کیا گیا اور تمام انبیاء  
 علیہم السلام آپ کی وجہ سے پیدا کیے گئے اور آپ کا وجود مسعود ان کے  
 وجود کا سبب ہے لہذا آپ ان کے لیے معنوی باپ ہیں اور وہ سبھی وجود  
 میں آپ کے تابع ہیں اور آپ متبوع واصل سے

تو اصل وجود آدمی از نخت  
 دگر ہر چہ موجود شد فرع تست

اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ آپ سب اشیاء سے پہلے ہیں اور ان کا سبب ایجاد حتیٰ کہ  
 بشریت بعد میں تیار ہوئی بلکہ زمین و آسمان بھی بعد میں بنے تو جو ہستی ان سے پہلے موجود  
 تھی وہ نور نہ تھی تو کیا تھی؟

کلیمے کہ چرخ فلک طور اوست  
 ہر نور ہا پر تو نور اوست



مقصود ذات تست دگر جمگی طفیل  
مقصود نور تست دگر جمگی ظلام  
ترا عجز لولاک و تمکین بس است  
نثار تو طے و لیسین بس است

ف : علامہ خاجی حنفی کا فرمان : فہو اب معنوی لہم : اچھی طرح ذہن نشین  
رہے کہ آپ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء علیہم السلام کا معنوی باپ قرار دے  
رہے ہیں اور علماء دیوبند صرف یہ رٹ لگا رہے ہیں کہ بیٹا باپ سے پہلے کیسے ہو سکتا  
ہے جس لحاظ سے آپ کو مقدم جانا جاتا ہے اس لحاظ سے تو آپ بیٹے ہیں ہی نہیں  
بلکہ روحانی اور معنوی باپ ہیں۔

## (۱۱) آیات کلام مجید کے ساتھ بشریت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر استدلال کی حقیقت

دیوبندی مناظر نے نورانیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر دلالت کرنے والی آیات کا تو  
قطعاً جواب نہ دیا اور بشریت پر دلالت کرنے والی آیات کی تاویل و توجیہ اور دونوں قسم  
کی آیات میں باہم وجہ تطبیق و توافق جو ہم نے بیان کر دی تھی اس کا بھی قطعاً کوئی جواب  
نہ دیا محض ان آیات کے بار بار پڑھنے پر زور دیا اور اس کو تھوک کا مال قرار دے کر کہا : یہ تھوک  
کا مال ختم ہو گا تو آگے چلوں گا اور سمجھ لیا کہ اگر میں دس دس مرتبہ ہر آیت کو پڑھ دوں گا تو  
شاید یہ تیس چالیس آیات بن جائیں گی۔ آئیے ! اس ضمن میں سب سے پہلے ایک ضابطہ  
ذہن میں رکھیے جسے شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوة جلد اول ص ۸۳  
پر بیان فرمایا ہے۔ تاکہ یہ اندازہ ہو سکے کہ ان آیات میں بیان حقیقت ہے یا کس نفسی  
اور تواضع کا اظہار :

”بدان کہ اینجا ادبے وقاعدہ است کہ بعضے از اصفیاء و اہل تحقیق  
 ذکر کردہ اند و شناخت آن و رعایت آن موجب حل اشکال و سبب  
 سلامت حال است و آن این است کہ اگر از جناب ربوبیت جل و  
 علی خطابے و عتابے و سطوتے و سلطنتے و استغنائے و استعلائے  
 واقع شود مثل انک لا تہدی من اجبت، لئن اشركت  
 لیحبطن عملک، ولیس لک من الامر شیء، و ترید  
 ذینة الحیوة الدنیا و امثال آن یا از جانب نبوت عبودتے  
 و انکسارے و افتقارے و عجزے و مسکنتے بوجود آید مثل انما انا بشر مثکم  
 اغضب کما یغضب العبدون و اعلم ما ورا هذا الحداد و ما ادری

ما یفعل بی و لا بکم و ماند آن بوجود آید۔ اما را نباید کہ در آن دخل  
 کنیم و اشتراک جوئیم و انبساط نمائیم بلکہ بر حد ادب و سکوت و تماشائی  
 توقف نمائیم خواہہ را میرسد کہ با بندہ خود ہر چہ خواہد بگوید و بکت و استیلا  
 و استعلا نماید و بندہ نیز با خواہہ بندگی و فروتنی کند دیگر یا چہ مجال و  
 یا رامی آنکہ دریں مقام در آید و دخل کند و از حد ادب بیرون رود و این  
 مقام پائے لغز بسیارے از ضعفار و جہلار و تضرر ایشال است  
 من اللہ العصمۃ و العون“

(اچھی طرح بات کو صحیفہ خاطر پر نقش کر لو کہ یہاں ایک قاعدہ ادب  
 کا بیان ہے جس کو بعض اصفیاء اور اہل تحقیق نے ذکر کیا ہے اس کا جاننا  
 اور اس کو ملحوظ خاطر رکھنا موجب ہے حل اشکال کا اور سبب ہے سلامتی  
 احوال کا اور وہ قاعدہ یہ ہے کہ اگر رب العزت کی طرف سے خطاب و  
 عتاب سطوت و سلطنت اور استغفار و استعلا کا اظہار پایا جائے

اشرکت لیحبطن عملک، اگر آپ نے شرک کیا تو تمہارے سارے اعمال خیر بیکار اور برباد ہو جائیں گے۔ لیس لك من الامر شی آپ کے لیے امر میں سے کوئی شی نہیں۔ تریذ زینة الحیوة الدنیا آپ زینت دنیا کا ارادہ رکھتے ہو۔ اور اس قسم کے دیگر ارشادات یا جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بندگی اور عبودیت عاجزی و افتقار و احتیاج اور فقر مسکنت کا اظہار پایا جائے مثلاً انما انا بشر مثلکم میں تو صرف تمہاری طرح بشر ہوں، اغضب کہا یغضب العبد میں اسی طرح غضب اور غصہ میں آجاتا ہوں جس طرح عام بندے، ولا اعلم ما وراء هذا الجدار، میں نہیں جانتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے۔ وما ادری ما یفعل بی ولا بکم میں نہیں جانتا میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور نہ یہ کہ تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ اور علیٰ هذا القیاس دیگر تواضع و انکساری پر مبنی کلمات سرزد ہوں تو ہمیں نہ چاہئے کہ ان میں دخل دیں اور برابری کا عقیدہ رکھ لیں اور خوشی و مسرت کا اظہار کریں بلکہ ہم پر لازم ہے کہ حد ادب میں رہیں اور اپنی زبان اور منہ کو قابو میں رکھیں، آقا و مولیٰ کا حق ہے کہ اپنے بندے اور غلام کو جو چاہے کہے اور جو سوک مناسب سمجھے کرے اور اپنی قدرت اور غلبہ اور بلندی و برتری کا مظاہرہ کر لے اور بندہ و غلام کو بھی حق ہے کہ اپنے آقا و مولا کے سامنے بندگی اور فروتنی کا مظاہرہ کرے دوسرے کے لیے کیا مجال اور طاقت کہ اس مقام میں دخل دے اور حد ادب کو پھلانگے یہ مقام بہت سے ضعیف اور ناقص العقل بے علم اور جاہلوں کے لیے لغزش اور پھسل جانے کا موجب بنتا ہے اور ضرر و نقصان اور خسران و خذلان کا سبب بنتا ہے۔

سراپا تحقیق اور نور فراست اور صفات قلب کے مالک حضرات کے بیان کر رہے ہیں

ضابطہ سے دیگر امور کے علاوہ انہا انابشر مثلکم اور قل سبحان ربی هل کنت الا بشر ارسولاً کا اصلی معنی اور مفہوم سمجھا گیا کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سکھائے ہوئے ادب و تربیت کے مطابق عجز و انکسار کا اظہار کیا اور بندگی اور عبودیت کا مظاہرہ کیا ہے لہذا اس سے نورانیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار یا محض عام قسم کی بشریت کا اثبات مطلوب نہیں ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

اسی لیے قل انما انابشر مثلکم کے بعد شرک کی نفی کا ذکر فرمایا گیا ہے یوحیٰ الی انہا اللہ کمالہ واحد (میری طرف وحی کی جاتی ہے تمہارا معبود برحق صرف ایک ہے) فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملاً صالحاً ولا یشرک بعبادۃ ربہ احداً جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات اور اس کی بارگاہ میں حاضری کا امیدوار ہے اسے چاہیے کہ اعمال صالحہ کو اپنائے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے، انما کے ذریعے حصر اور اس کے معبود برحق کی وحدانیت کا بیان پھر عبادت میں غیروں کو شریک ٹھہرانے کی صریح نفی اس امر کی واضح دلیل ہے کہ یہاں اظہار عبودیت ہے اور الوہیت اور اس کے لوازمات کی نفی اپنی ذات سے کرنا مقصود ہے ورنہ بشریت کے اثبات یا نفی سے وحدانیت باری تعالیٰ اور نفی شرک کو کیا تعلق اگر آپ نور ہوں تو اللہ تعالیٰ وحدۃ لا شریک نہیں رہے گا یا آپ اس کے شریک بن جائیں گے اگر ان گنت ملائکہ کے نور ہی ہونے سے یہ مفاسد لازم نہیں آتے تو آپ کی ذات اقدس کے نور ہونے سے یہ مفاسد کیونکر لازم آسکتے ہیں۔ اسی طرح قول باری تعالیٰ قل سبحان ربی هل کنت الا بشر ارسولاً، میں پہلے اللہ تعالیٰ کی نزاہت و طہارت اور تقدس کو بیان کرنا بھی اس امر کا واضح قرینہ ہے کہ یہاں اظہار عبودیت اور اعتراف بندگی ہے اور کفار کے مطالبہ کا باحسن طریق رد ہے کہ

میں نے دعویٰ رسالت کا کیا اور تم نے یہ مطالبات شروع کر دیئے ہیں، وقالوا لن  
 نومن لك حتى تفجر لنا من الارض ينبوعاً او تكون لك جنة  
 من نخيل وعنب وتفجر الانهار خلاً لها تفجيراً او تسقط  
 السماء كما زعمت علينا كصفا او تاتي بالله والملائكة قبيلاً  
 او يكون لك بيت من زخرف او ترقى في السماء ولن نومن  
 لرقيك حتى تنزل علينا كتاباً نقرءه (اور بولے ہم نہ مانیں گے  
 تیرا کہا جب تک تو نہ جاری کر دے ہمارے واسطے زمین سے ایک چشمہ یا ہو جائے  
 تیرے واسطے ایک باغ کھجور کا اور انگور کا پھر بہاتے تو اس کے بیج نہریں چلا کر یا گرا  
 دے آسمان ہم پر جیسے کہ تو کہا کرتا ہے ٹکڑے ٹکڑے یا لے آ اللہ کو اور فرشتوں کو سامنے  
 یا ہو جائے تیرے لیے ایک گھر گنہرا یا چڑھ جائے تو آسمان میں اور ہم نہ مانیں گے  
 تیرے چڑھ جانے کو جب تک نہ آتا لائے ہم پر ایک کتاب جس کو ہم پڑھ لیں،  
 (ترجمہ محمود الحسن صاحب)

یہ تھے وہ مطالبات جن کے جواب میں بتعلیم الہی آپ نے فرمایا: سبحان  
 ربی هل كنت الا بشراً رسولاً جس کا اس پس منظر میں مطلب بالکل واضح ہے  
 کہ میں نے خدائی دعویٰ نہیں کیا اور نہ یہ کہ اس نے سارے اختیارات مجھے تفویض دیئے  
 ہیں اور نہ مجھے اللہ تعالیٰ سے ایسی فرمائشیں کرنے کی ضرورت ہے میرا منصب تو تبلیغ  
 احکام ہے میں نے اس کو ادا کر دیا لہذا یہاں پر بھی الوہیت اور خدائی صفات اور خدائی  
 اختیارات کی نفی مقصود ہے نہ کہ محض عامی بشر اور حقیقت میں ان کے ساتھ متحد ہونے کا  
 بیان ہے، بلکہ ان کا مقصد بھی یہ کمالات دیکھ کر ایمان لانا نہیں تھا بلکہ محض تعفت و معاندت  
 کا اظہار تھا اور انکار نبوت کے لیے سہارا ڈھونڈنا حقیقت میں تو ان کا پختہ عقیدہ یہی  
 تھا کہ یہ بشر ہیں لہذا قطعاً رسول نہیں ہو سکتے رسول صرف فرشتہ ہو سکتا ہے اس لیے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وما منم الناس ان یومنوا اذ جاءهم الہدی  
الا ان قالوا ابعث اللہ بشرا رسولا۔ اور نہیں منع کیا کافر لوگوں  
کو ایمان لانے سے جب کہ ان کے پاس ہدایت آئی مگر اس قول اور نظریہ  
نے کہ کیا اللہ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔

شبیر احمد صاحب عثمانی حاشیہ میں لکھتے ہیں:

”یعنی نور ہدایت پہنچنے کے بعد آنکھیں نہ کھلیں یہ ہی کہتے رہے کہ آدمی ہو کر  
رسول کیسے ہو سکتا ہے اگر خدا کو پیغمبر بھیجنا تھا تو آسمانوں سے کوئی  
فرشتہ اتارتا۔“

الغرض یہ سوالات جو خداوند تعالیٰ کی قدرت سے متعلق تھے آپ سے کرنا بے محل اور  
بے جواز تھا اس لیے فرمایا: میں تو مخلوق اور بندہ ہوں اور بھیجا ہوا رسول جو احکام ملے پہنچا  
دیتے لہذا ان آیات سے نور ہونے کی نفی قطعاً غلط ہے اور اس کا دار و مدار کفار کے اس  
زعم پر ہے کہ نور ہونا اور فرشتہ ہونا ایک چیز ہے لہذا فرشتہ ہی رسول ہو سکتا ہے  
اگر ان کو یہ سمجھ آ سکتی کہ صورت بشریہ میں تشریف لانے والی ہستیاں بھی نورانی ہو  
سکتی ہیں اور عام لوگوں سے مختلف تو نہ انکار رسالت کی کوئی گنجائش رہتی اور نہ ایسے بے محل  
اقتراحات و سوالات کی۔

جہاں بھی انبیاء علیہم السلام کی بشریت کا ذکر کیا گیا ہے اس کے ساتھ وحی اور  
رسالت کا ذکر ضرور پایا گیا ہے۔ بشر ہندکرم یوحی الی اور هل کنت الا  
بشرا رسولا جس سے ان مقدس ہستیوں کی دوہری حیثیت کو بالکل واضح کر دیا لہذا  
ان سے انکار نورانیت پر استدلال کمال بے خبری کی دلیل ہے۔ علامہ آلوسی نے بشر  
مشکم یوحی الی کے تحت فرمایا:

”اشارة الى جهة مشاركته للناس و جهة امتيازه  
ولولا تلك المشاركة ما حصلت الافاضة ولولا ذلك  
الامتياز ما حصلت الاستفاضة“ ۵۲ جلد ۱۶۔

یعنی بشر مشکم میں انسانوں کے ساتھ مشارکت والی جہت کی طرف اشارہ  
ہے اور یوحی الی میں انسانوں سے وجہ امتیاز کی طرف اشارہ ہے ، اگر  
مشارکت نہ ہوتی تو انسانوں کو بارگاہ نبوت سے فیض رسانی کا امکان نہ ہوتا  
اور اگر انسانوں سے امتیاز نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اور ملائکہ سے استفادہ و استغناء  
ممکن نہ ہوتا لہذا ان دونوں جہتوں سے انسانوں کے لیے افاضہ اور عالم قدس  
سے استفادہ ممکن ہوا۔

خدا را اب بتلائیے کہ یہ آیات بشریت محضہ کی دلیل ہیں یا نورانی بشریت کی اور  
دوسری حیثیت کی۔

## نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نور ماننے کی ضرورت

آئیے اس مسئلہ میں تعصب و عناد کو ایک طرف رکھ کر ٹھنڈے دل و دماغ سے  
غور کر لیں کہ آیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں اور دیگر انبیاء علیہم السلام میں نورانیت تسلیم کرنی  
ضروری نہیں تو ہم دعویٰ نورانیت سے دستبردار ہو جاتے ہیں اور اگر ان میں نورانیت تسلیم  
کیے بغیر ان کی نبوت و رسالت کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تو پھر علماء دیوبند کو اس ضد و عناد  
سے باز آنا چاہیے اور اپنے اسلاف کے نظریہ سے انحراف نہیں کرنا چاہیے۔ اس تصفیہ  
کے لیے آئیے قول باری تعالیٰ و اذ قال ربك للملائكة اني جاعل  
في الارض خليفة کے تحت مفسرین کرام کی تحقیقات اور دفع اشکالات کا مطالعہ کر  
لیں تو یقیناً یہ حقیقت بے نقاب ہو کر سامنے آجائے گی۔ قاضی بیضاوی نے خلیفہ کا

معنی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

الْخَلِيفَةُ مَنْ يَخْلَفُ غَيْرَهُ وَيُنُوبُ مَنْابَهُ.  
 (خلیفہ اسے کہتے ہیں جو کسی کے قائم مقام ہو اور اس کے بعد برقرار رہے)،  
 وَالْمُرَادُ بِهِ أَدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِأَنَّهُ كَانَ خَلِيفَةَ اللَّهِ  
 فِي أَرْضِهِ فَكَذَلِكَ كُلُّ نَبِيٍّ اسْتَخْلَفَهُمُ اللَّهُ فِي عِمَارَةِ  
 الْأَرْضِ وَسِيَاسَةِ النَّاسِ وَتَكْمِيلِ نَفُوسِهِمْ وَتَنْفِيزِ  
 أَمْرِهِ فِيهِمْ۔ (اس خلیفہ سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں کیونکہ وہ زمین  
 میں اللہ تعالیٰ کے نائب اور قائم مقام تھے اور اس طرح ہر نبی کو اللہ تعالیٰ  
 نے زمین کی آبادی لوگوں کی نگرانی اور سیاست کے لیے اور ان کی تکمیل  
 نفوس و ارواح کی خاطر اور ان میں احکام الہیہ کے نفاذ کے لیے اپنا خلیفہ  
 اور قائم مقام بنایا)

لیکن یہاں سوال یہ ہے کہ خلیفہ کے نصب کرنے کی ضرورت تین  
 صورتوں میں ہوتی ہے: ان الخلفاء عن الغیروا نہا تکون  
 لغیبتہ او عجزہ او موتہ وکل ذلك محال علی  
 اللہ تعالیٰ (یعنی کسی کی نیابت اور خلافت صرف تین صورتوں میں  
 ہوتی ہے:

(۱) اصل کے نائب ہونے اور دوسری جگہ منتقل ہونے کی

صورت میں۔

(۲) اس کے عاجز و ضعیف و ناتواں ہونے کی صورت میں۔

(۳) موت کی صورت میں۔

اور یہ تینوں امور اللہ تعالیٰ میں محال ہیں۔ جب خلافت ان محال امور کو مستلزم ہے



مثل قول باری تعالیٰ: انك لا تلهدي من اجبت تم اپنے پسندیدہ  
 افراد کو ہدایت نہیں دے سکتے اور نور ایمان سے منور نہیں کرتے لئن  
 تو وہ بھی محال ہوگی لہذا اللہ تعالیٰ نے اس کا حتمی فیصلہ کیوں فرمایا اور اس پر عمل درآمد کیوں  
 فرمایا تو اس کا جواب دیتے ہوئے قاضی بیضاوی نے فرمایا:

”لا حاجة به تعالى الى من ينوبه بل لقصور  
 المستخلف عليهم عن قبول فيضه وتلقى امره  
 بغير وسط ولذلك لم يستبني ملكاً كما قال  
 الله تعالى لو جعلنا ملكاً جعلنا رجلاً الا ترى ان  
 الانبياء لما فاقت قوتهم واشتعلت قريحتهم  
 بحيث يكاد زيتها يضيء ولم تمسه نار ارسلا  
 الله اليهم الملائكة ومن كان منهم اعلى رتبة  
 كلمه بلا واسطة كما كلم موسى عليه السلام في  
 الميقات ومحمد صلى الله عليه وسلم ليلة  
 المعراج“

اللہ تعالیٰ نے خلافت کا سلسلہ کسی اپنی ضرورت اور احتیاجی کے  
 لیے جاری نہیں فرمایا تاکہ ان استحالات میں سے کوئی استحالہ لازم آئے بلکہ جن  
 پر انبیاء علیہم السلام کو خلیفہ بنایا ہے ان کے قصور استعداد اور نقصان صلاحیت  
 کی وجہ سے یہ سلسلہ جاری کیا ہے، کیونکہ وہ براہ راست اللہ تعالیٰ سے  
 فیوض حاصل نہیں کر سکتے تھے اور نہ اس کے احکام اخذ کر سکتے تھے اور  
 اس قصور استعداد اور فقدان صلاحیت کی وجہ سے ان کی طرف کسی فرشتہ  
 کو نبی اور رسول بنا کر نہیں بھیجا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی

ہے: لو جعلناہ ملکاً لجعلناہ رجلاً۔ اگر فرشتے بھیجیں گے تو بھی بشری اور مردی حالت میں کیا دیکھتے نہیں ہو جب انبیاء علیہم السلام کی باطنی قوت انتہائی عروج پر ہو اور ان کی فطرت و طبیعت میں اس قدر مستنیر اور روشن ہونے کی صلاحیت پیدا ہو جائے کہ ان کی استعداد فطری کا زیتون آگ لگائے بغیر ہی جل اٹھے اور روشن ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ان کی طرف ملائکہ کو مبعوث فرماتا ہے اور ان میں سے جو اعلیٰ درجہ کی استعداد باطنی کا مالک ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ براہ راست کلام فرماتا ہے جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ میقات میں اور محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ شب معراج۔

فاضل لاہوری علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی نے حاشیہ بیضاوی میں اور علامہ سید محمود آلوسی نے روح المعانی میں مستخلف علیہ یعنی انسانوں کے قبول فیض اور اخذ امور و احکام سے قاصر ہونے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

”لما انه في غاية الكدورة والظلمة الجسمانية  
و ذاته تعالى في غاية التقديس والمناسبة شرط  
لقبول الفيض على ما جرت به العادة الالهية فلا  
بد من متوسط ذي جهتي التجرد والتعلق يستفيض  
من جهة و يفيض باخرى - حاشیہ بیضاوی ص ۲۸۸ و  
روح المعانی جلد اول ص ۲۰۲

کیونکہ مستخلف علیہم میں کدورت اور ظلمت جسمانیہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات غایہ تقدس اور نزاہت میں ہے اور قبولیت فیض کے لیے سفیض و مستفیض میں مناسبت کا پایا جانا قانون قدرت اور اس کی

عادت جاریہ کے مطابق ضروری ہے لہذا اللہ تعالیٰ اور عباد کے درمیان ایسے واسطہ کا پایا جانا از بس لازمی اور ضروری ہے، جو مجرد اور نورانی لطیف بھی ہو اور اس میں مادیت بشریت بھی ہو تاکہ نورانیت اور مجرد کے ذریعے ملائکہ اور اللہ تعالیٰ سے استفادہ کر سکے اور جسمانیت و بشریت کے ذریعے مخلوق خدا کو فیض پہنچا سکے علی الخصوص انسانوں کو۔

اسی طرح علامہ محمد بن مصعب الدین القوجومی نے حاشیہ بیضاومی میں قصور عباد کو بیان

کرتے ہوئے فرمایا:

”بَلْ هُوَ مَبْنِي عَلَىٰ قُصُورٍ الْمُسْتَخْلَفِ عَلَيْهِ عَنِ

قَبُولِ فَيْضِهِ تَعَالَىٰ بِالذَّاتِ بِلَا وَاسِطَةٍ مِنْ خِلَافِ جَنْسِهِ وَقَوْلِهِ لِمَ يَتَّبِعُنِي الْمَلَائِكَةُ لِمَ يَجْعَلُ اللَّهُ مَلَكًا رَسُولًا فَإِنَّ الْبَشَرَ لَا يَقْدِرُ عَلَىٰ الْإِسْتِفَاضَةِ مِنَ الْمَلَكِ كَمَا قَالَ تَعَالَىٰ ... الخ ۲۲۱۔

یعنی سلسلہ خلافت کا اجر اللہ تعالیٰ کی ذاتی ضرورت اور احتیاج و افتقار پر مبنی نہیں ہے بلکہ اس کا دار و مدار اس پر ہے کہ مستخلف علیہم یعنی لوگ اپنی جنس کے ماسوا سے بالذات اور بلا واسطہ فیض حاصل کرنے سے قاصر ہیں اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے کسی فرشتہ کو رسول بنا کر نہیں بھیجا کیونکہ بشر ملائکہ سے استفادہ کی قدرت نہیں رکھتے۔

قاضی بیضاومی نے طبیعات میں اس کی تمثیل دے کر اس حقیقت کی نقاب کشائی کرتے ہوئے فرمایا:

”ان العظم لها عجز عن قبول الغذاء من اللحم لها بينهما من التباعد جعل الباري تعه بحكمته بينهما الغضروف المناسب لهما لياخذ من هذا ويعطى

ذالک؛ ( جب ہڈی گوشت سے غذا قبول کرنے سے عاجز و قاصر ہوگئی، کیونکہ ان کے درمیان مناسبت نہیں ) بلکہ ہڈی ٹھوس اور جامد تھی اور گوشت نرم اور ملائم، تو اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے ان کے درمیان ایسے حصے پیدا کر دیے جو شکل میں ہڈی کے مناسب ہوتے ہیں اور نرمی اور ملائمت میں گوشت کے مناسب نرمی کی وجہ سے گوشت سے رس چوس لیتے ہیں اور صورتی مشابہت و مناسبت کے تحت ہڈی کو مہیا کر دیتے ہیں جس طرح یہ غضروف اور نرم ہڈیاں اپنے اندر دوہری صلاحیت استعداد رکھتی ہیں۔

اسی طرح عالم نبوت و رسالت میں بھی ظاہری بشریت اور مادیت اس جہان سے مناسبت کے لیے ضروری ہے اور باطنی تجرد و نورانیت اور لطافت اللہ تعالیٰ اور ملائکہ کے ساتھ مناسبت کے لیے ضروری ہے اور اگر انبیاء علیہم السلام کے ابدان و ارواح بالکل ہماری طرح ہیں تو پھر وہ بھی ملائکہ کو نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ ان سے استفادہ کر سکتے ہیں لہذا ان کے رسول بنانے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی اور جب ملائکہ سے ہی استفادہ و استفادہ ممکن نہ ہو تو اللہ تعالیٰ سے براہ راست کیونکر استفادہ ہو سکتا ہے لہذا ثابت ہو گیا کہ انبیاء علیہم السلام باطن کے لحاظ سے عام انسانوں سے بالکل مختلف ہیں اور جب تک ان میں نورانیت اور تجرد تسلیم نہ کیا جائے اس وقت تک ان کی نبوت و رسالت کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا اور بالخصوص سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت جو ملائکہ جن اور انبیاء علیہم السلام کو بھی شامل ہے لہذا آپ کا نور ہونا لازمی و ضروری ہے۔

## انبیاء علیہم السلام کے ظواہر بشری میں اور بواطن ملکی نورانی

آپ نے دلائل و شواہد کی روشنی میں توضیح اس امر کی ملاحظہ فرمائی ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کا قانون اور عادتہ جاریہ کا تقاضا یہ ہے کہ فیض لینے اور دینے کے لیے مناسبت ضروری ہے لہذا فرشتہ اور نور محض رسول نہیں بنایا جاسکتا اس طرح یہ قانون قدرت اور عالم اسباب کا یہ معمول اس امر کا بھی متقاضی ہے کہ بشر محض رسول نہیں ہو سکتا اور جس طرح کفار نے رسول کے فرشتہ اور نور محض ہونے کا مطالبہ کر کے افراط سے کام لیا ہے۔ علماء دیوبند نے رسول کو بشر محض تسلیم کر کے تفریط سے کام لیا اور ان کے خدا داد امتیازی شان تجرد اور نورانیت سے نیچے گرانے کا اور ان کی تنقیص کا ارتکاب کیا ہے اور اقراط و تفریط سے پاک، صراطِ مستقیم اور راہ اعتدال ہی ہے کہ ان کے ظواہر کو بشری تسلیم کیا جائے اور بواطن کو ملکی و نورانی۔ اب مزید دلائل و شواہد اس پر ملاحظہ فرمائیں:

قاضی عیاض مالکی نے شفا شریف کی قسم ثالث میں انبیاء علیہم السلام کی اس جامعیت کبریٰ اور برزخیت عظمیٰ کو مدلل انداز میں بیان فرمایا:

”فحمد صلے اللہ علیہ وسلم سائر الانبیاء علیہم السلام من البشری ولولا ذلک لہا اطاق الناس مقاومتہم والقبول عنہم ومخاطبتہم قال اللہ تعالیٰ ولو جعلناہ ملکاً لجعلناہ رجلاً ای لہا کان الا فی صورة البشر الذین یکنہم مخالطہم اذ لا یطیقون مقاومۃ الملک ومخاطبتہ ورویتہ اذا کان علی صورتہ وقال اللہ تعالیٰ قل لو کان فی الارض ملائکۃ یشون مطمئنین لنزلنا علیہم من السماء ملکاً رسولاً ای لا یکن فی

سنة الله ارسال ملك الا لمن هو من جنسه او من  
 خصه الله تعالى واصطفاه وقواه على مقاومته كالانبياء  
 والرسول فالانبياء والرسول عليهم السلام وسائط بين  
 الله وبين خلقه (الى) فظواهرهم واجسادهم وبنيتهم  
 متصفة باوصاف البشر (الى) وارواحهم وبواطنهم  
 متصفة باعلى من اوصاف البشر متعلقه بالملاء الاعلى  
 متشابهة بصفات الملائكة سليمة من التغير والافات  
 لا يلحقها غالباً عجز البشرية ولا ضعف الانسانية  
 اذ لو كانت بواطنهم خالصة للبشرية كظواهرهم لها  
 اطاقوا الاخذ عن الملائكة ورؤيتهم ومخاطبتهم  
 ومخالطتهم كما لا يطيقه غيرهم من البشر ولو  
 كانت اجسادهم وظواهرهم متسمة بنعوت  
 الملائكة وبخلاف صفة البشر لها اطاق البشر و  
 من ارسلوا اليه مخالطتهم كما تقدم من قول الله  
 تعالى فجعلوا من جهة الاجسام والظواهر مع البشر و  
 من جهة الارواح والبواطن مع الملائكة - رشفاشريف  
 جلد ثانی ص ۸۰۰، ۸۰۱، تلخیص بعض العبادت

خلاصہ، ترجمہ اور مفہوم یہ ہے کہ محمد کریم اور جملہ انبیاء علیہم السلام بشروں  
 سے ہیں اور ان کے لیے رسول بھی ہیں، کیونکہ اگر وہ بشر نہ ہوتے تو بشر و  
 انسان ان کے سامنے ٹھہر ہی نہ سکتے اور قبول فیض اور مخاطبت سے عاجز  
 و قاصر ہوتے جس طرح قول باری تعالیٰ لو جعلناہ ملکاً

لجعلناہ رجلاً سے ظاہر ہے یعنی فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجتے تو  
 صورت بشر میں بھیجتے، کیونکہ فرشتہ کی تاب لانا اور اس کے سامنے ٹھہرنا  
 اور دیدار و کلام کرنا ان کے لیے ممکن ہی نہیں جب کہ وہ ملکی صورت میں  
 ہو اور اس طرح ارشاد باری ہے: *وقل لو کان فی الارض  
 ملائکة یعنی اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ میں یہ ممکن ہی نہیں کہ ملائکہ  
 کو رسول بنا کر بھیجے مگر انہی کی طرف جو ان کی جنس سے ہوں یا ان کی طرح  
 عند اللہ مخصوص و مصطفیٰ ہوں اور قوت و توانائی کے مالک مثل انبیاء و  
 رسل علیہم السلام کے لہذا انبیاء و رسل اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے درمیان واسطہ  
 ہیں اور ان کے ظواہر اور اجساد و اجسام اور بنیاد جسمانی اوصاف بشر  
 کے ساتھ متصف ہیں اور ان کے ارواح اور بواطن اوصاف بشر سے  
 اعلیٰ صفات کے ساتھ متصف ہیں اور صفات میں ملائکہ کے مشابہ ہیں  
 اور مدار اعلیٰ کے ساتھ متعلق تغیر و آفات سے سالم و محفوظ ہیں صفت  
 بشریت و انسانیت ان کو لاحق نہیں ہوتی، کیونکہ اگر ان کے بواطن خالص  
 بشری ہوتے مثل ظواہر کے تو ملائکہ کی رویت ان سے اخذ و تعلق اور  
 استفاضہ ان کے لیے ممکن نہ ہوتا اور نہ ان سے میل جول اور دوستی و خلت  
 مثل عوام بشر کے اور اگر اجساد و اجسام اور ظواہر بھی ملکی حالت پر ہونے اور  
 بشری حالت کے خلاف تو ان سے میل جول کی طاقت نہ رکھتیں اور  
 ان کی تاب دیدار نہ رکھتیں لہذا ان کو اجسام و ظواہر کے لحاظ سے بشروں  
 کے ساتھ لاحق کیا گیا ہے اور ارواح و بواطن کے لحاظ سے ملائکہ کے ساتھ  
 علامہ خفاجی رحمۃ اللہ علیہ شفا شریف کی شرح میں لا یسکن فی سنۃ اللہ  
 ارسال الملک الالمن ہو من جنسہ او من خصہ اللہ کالانبیاء*

والرسل کے تحت فرماتے ہیں:

فانہم خلقہم اللہ تعالیٰ بابدان بشریۃ و ارواح  
ملکیۃ فکانوا دون غیرہم مستعدین لمقاومۃ  
الملک و مخالطتہ و مخاطبتہ۔ کہ انبیاء و رسل پر ملائکہ کا نزول  
اس لیے ہوتا ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اگرچہ ابدان بشریہ میں پیدا کیا ہے  
مگر ارواح و بواطن ملکی بھی عطا فرماتے ہیں اس لیے وہ ملائکہ کو اصلی صورت میں  
دیکھتے اور ان کے ساتھ اختلاط و میل جول اور دوستی و خلعت کی طاقت  
رکھتے ہیں دوسرے بشر اس صلاحیت و استعداد سے محروم و قاصر ہیں۔  
(نسیم الریاض جلد ۳ ص ۵۴۴)

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اس دعویٰ پر پہلی دلیل اور تائید پیش کرتے ہوئے

فرمایا:

(۱) کہا قال علیہ السلام لو کنت متخذاً من امتی خلیلاً  
لا تخذت اباً بکر خلیلاً و لکن اخوة الاسلام۔ الحدیث  
اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں امت میں سے کسی کو  
خلیل اور قلبی دوست بناتا تو ابو بکر صدیق کو بناتا لیکن امت کے ساتھ بالعموم  
اور حضرت صدیق کے ساتھ بالخصوص اخوت اسلامی اور محبت ایمانی والا  
تعلق ہے۔ و لکن صاحب کمر خلیل الرحمن لیکن تمہارا نبی  
اور رسول صرف اللہ تعالیٰ کا خلیل ہے اور اس کے دل میں اس کا بسیرا  
ہے اور غیر کے لیے گنجائش ہی نہیں۔

علامہ شہاب نے نسیم الریاض میں وجہ استدلال اور جہت تائید

کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا:



وهذا دليل على انه لم يكن مع البشر باطنه  
 فهو لا يعتمد على غير الله ولا يحتاج لاحد سواه (الى)  
 والحاصل ان بواطنهم وقواهم الروحانية ملكية  
 ولذا ترى مشارق الارض ومغاربها وتسمع الميط السماء  
 وتشم رائحته جبرائيل عليه السلام اذا اراد النزول كما شتم  
 يعقوب رائحة يوسف عليه السلام ولذا عرج به  
 صلى الله عليه وسلم الى السماء - نسيم الرياض جلد ۳ ص ۵۲۵  
 یہ حدیث شریف اس امر کی دلیل ہے کہ آپ باطن کے لحاظ سے بشروں کے  
 ساتھ شریک نہیں تھے لہذا نہ آپ کو غیر پر اعتماد کی ضرورت نہ ماسوا کی طرف  
 احتیاج اور خلاصہ یہ ہے کہ ان کے بواطن اور قومی روحانیہ ملکی ہیں اسی لیے  
 مشارق و مغارب اور اطراف و جوانب کائنات کا مشاہدہ کرتے ہیں اور  
 آسمان کے دروازے کھلنے کی آواز بھی سن لیتے ہیں اور جب جبرائیل علیہ  
 السلام سدرہ سے اترنے کا ارادہ کرتے تو ان کی خوشبو انبیاء علیہم السلام کو  
 محسوس ہونے لگتی جس طرح حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ  
 السلام کی خوشبو محسوس ہوئی۔ اور اسی ملکی قوت اور باطنی و نورانی صلاحیت  
 کی وجہ سے ہی آپ کو آسمانی معراج کرایا گیا۔

(۲) دوسری دلیل قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے یہ بیان فرمائی :

وكما قال صلى الله عليه وسلم تنام عيناي ولا  
 ينام قلبي يعني فيا يدل على ان باطنه ملكي و  
 ظاهره بشري.

اس دعویٰ پر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہر بشری ہے اور باطن

ملکی ہے آپ کا یہ قول دلالت کرتا ہے کہ میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار  
رہتا ہے اور قاضی شہاب خجائی فرماتے ہیں:

و كذلك سائر الانبياء تنام اعيانهم دون قلوبهم  
كما ورد مصرحاً به في حديث البخاري يعني دوسرے انبیاء  
علیہم السلام کا معاملہ بھی اسی طرح ہے ان کا حالت نیند میں صرف ظاہر  
مخواب ہوتا ہے اور باطن و قلب بیدار و یقینان جس سے ظاہر و باطن اور  
جسم و روح، بشریت و نورانیت کی امتیازی اور مشترک حیثیات واضح ہیں۔  
وهذا دليل على ان ظاهره صلى الله عليه وسلم بشري  
وباطنه ملكي ولذا قالوا ان نومه لا ينقض الوضوء  
كما صرحوا به ولا يقاس عليه غيره من الامة كما  
توهم وتوضيه بعد نومه استحباباً او تعليماً  
لغيره او لعروض ما يقتضيه - نسيم الرياض  
جلد ۳ ص ۵۲۵

یہ حدیث اس امر کی دلیل ہے کہ آپ کا ظاہر بشری ہے (اسی لیے  
نیند جو عوارض بشری سے ہے اس پر طاری ہوتی ہے، اور باطن ملکی ہے۔  
اور وہ نیند سے پاک اور منزہ ہوتے ہیں۔ یسبحون اللیل والنهار  
وہم لا یفترون۔ شب و روز اور ہر لمحہ و ہر لحظہ تسبیح و تقدیس کرتے  
رہتے ہیں اور تھکتے نہیں ہیں، اسی لیے علماء اعلام نے فرمایا کہ آپ کی  
نیند وضو کے لیے ناقض نہیں تھی اور اس معاملہ میں امت کے کسی بھی  
ارفع و اعلیٰ مرتبت شخص کو آپ پر قیاس نہیں کیا جاسکتا اور نیند سے بیداری  
کے بعد بعض اوقات آپ وضو فرماتے تھے تو وہ بطور استحباب یا تعلیم

امت کے لیے فرماتے تھے یا بیداری میں جس طرح ناقض وضو طاری ہو جاتے تھے اسی طرح کے عوارض کے طاری ہونے کی وجہ سے آپ وضو فرماتے تھے۔

(۳) وقال صلى الله عليه وسلم انى لست كهيئتكم انى اظل عند ربي يطعمنى ويسقيني۔ آپ نے فرمایا کہ یقیناً میں تمہاری طرح نہیں ہوں میں دن کو اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہوتا ہوں وہی مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ اقول اور دوسری روایت میں ابیت عند ربي يطعمنى ويسقيني میں ہر رات رب تعالیٰ کے ہاں گزارتا ہوں وہی مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے لہذا اے میرے صحابہ تم صوم وصال میں میری برابری نہیں کر سکتے۔ تاسی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے اس استدلال کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: هذه القوة تدل على انه صلى الله عليه وسلم ملكى الباطن کہ یہ قوت اس امر کی دلیل ہے کہ آپ کا باطن ملکی ہے اقول اسی طرح بظاہر زمین پر ہونا اور شب و روز اللہ تعالیٰ کے ہاں ہونا بھی اس امر کی دلیل ہے کہ ظاہر بشر ہے اور باطن ملکی ہے۔ اقول امام سیوطی نے الاتقان میں امام اصفہانی کے حوالے سے تنزیل کی دو صورتیں ذکر کی ہیں :

احدهما ان النبي صلى الله عليه وسلم انخلع من صورة البشرية الى صورة الملكية واخذة من جبرائيل عليه السلام والثاني ان الملك انخلع الى البشرية حتى ياخذة الرسول منه والاول اصعب الحالين انتهي۔ ص ۲۳۔

پہلی صورت یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صورت بشریہ کی خلعت اور لباس سے الگ ہو کر صورت ملکی میں ڈھل جائیں اور نورانیت و ملکیت والے تناسب کی وجہ سے وحی کو ہر اہل امین سے اخذ کریں اور دوسری صورت یہ ہے کہ فرشتہ ملکی حالت سے بشری حالت کی طرف انخلاع اور انتقال پذیر ہوتا کہ بشریت میں تناسب کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے وحی اخذ کریں۔ اور پہلی حالت دوسری کی نسبت زیادہ صعوبت والی ہے اور امام سیوطی کے حوالہ سے ہی یہ کیفیت تنزیل و کبر کتب تفاسیر میں منقول ہے۔

فاضل لاہوری نے اپنے مشہور زمانہ حاشیہ بیضاوی میں بھی اس کو نقل کیا ہے ملاحظہ

ہو صفحہ ۱۳۶۔

یہ بھی ذہن نشین رہے کہ علامہ اصفہانی نے اس کلام کا آغاز اتفق اہل السنة والجماعة سے کیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ صرف دو تین علماء کا مسلک و مذہب نہیں بلکہ اہل سنت اس پر متفق ہیں۔ اب اس متفق علیہ مسلک اور نظریہ سے واضح ہو گیا کہ آپ میں نورانیت اور ملکی صفات و صلاحیتیں موجود ہیں بشریوں کو فیض دینا ہوتا ہے تو بشری حیثیت سے فیض دیتے ہیں اور جب وحی حاصل کرنی ہوتی ہے اور عالم بالا سے استفادہ مطلوب ہوتا ہے تو نورانی اور ملکی حیثیت سے استفادہ کرتے ہیں اور ضرورت نورانیت میں جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس کی تائید و تصدیق بھی ہو گئی کہ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں نورانیت نہ ہو تو آپ کا نبی بنایا جانا ہی متصور نہیں ہو سکتا۔ اور قانون قدرت میں افاضہ و استفادہ کے لیے تناسب کا شرط ہونا بھی یہاں سے واضح ہو گیا۔ علاوہ ازیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں انخلاع کے لفظ کا استعمال اس امر کی واضح دلیل ہو گئی کہ آپ کی بشریت ایک خلعت اور لباس کی

حیثیت رکھتی تھی جس طرح کہ جبرائیل علیہ السلام کی بشریت محض ایک لباس عارضی اور روپ ہوتا تھا جس میں جبرائیل علیہ السلام نمودار ہوتے تھے اور یہی وہ حقیقت ہے جس کو شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز نے ”اگر نہ نقاب بشریت پوشیدہ بودے... الخ“ سے تعبیر کیا اور جناب قاسم نانوتوی نے سے

رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت

سے تعبیر کیا۔ اگرچہ بشریت جبرائیل اور آپ کی بشریت میں واضح فرق ہے جس طرح کہ ہم نے تصریح کر دی ہے لیکن اس کا اصل حقیقت کے لحاظ سے مثل لباس اور نقاب ہونا، بہر حال مسلم حقیقت ہے اور وہ بھی جملہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک۔ والحمد للہ علی ذالک۔

الغرض ان دلائل کے ساتھ یہ واضح ہو گیا کہ تمام انبیاء علیہم السلام میں بالعموم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں بالخصوص دوہری صلاحیت و استعداد موجود ہے کہ ظاہر بشریت ہے اور باطن نورانی اور ملکی اور یہی تقاضا ہے، اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ اور اس کے قانون قدرت کا ورنہ رسولوں کی بعثت کا کوئی مقصد نہیں ہو سکتا اور نہ ان پر ملائکہ کے نزول کا کوئی امکان ہو سکتا ہے تو ثابت ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نور ماننا لازم و ضروری ہے اور اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں اور رسل کرام کو بشر محض ماننا کفار و مشرکین کی سنت پر عمل کرنا ہے اور اسی طرح نور ہونے اور ملک ہونے میں عینیت و اتحاد کا گمان بھی کفار و مشرکین کے خیال خام سے ہے اور صحیح راہ اور صراطِ مستقیم یہی ہے کہ وہ بشر بھی ہیں اور نور بھی سے

رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت

نہ جانا تمہیں کسی نے بجز ستار

سوا خدا کے بھلا کوئی تجھ کو کیا جانے

تو شمس نور ہے اور شپہ نمط اولوالابصار

## ہر نبی کا اپنی حقیقت کے لحاظ سے اپنی امت سے مختلف ہونا ضروری ہے

اس ضمن میں آپ امام رازی علیہ الرحمۃ کا پر مغز استدلال اور ارشاد خداوند تبارک و تعالیٰ ان اللہ اصطفیٰ ادم و نوحا و آل ابراہیم و آل عمران علی العالمین، کی تفسیر اور ان مقدس ہستیوں کی وجہ اصطفیٰ ملاحظہ فرمائیں تاکہ یہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے کہ واقعی انبیاء علیہم السلام کا اپنی امتوں سے تعلق اور نفوس کے لحاظ سے مختلف ہونا ضروری ہے، امام موصوف فرماتے ہیں کہ امام علمی نے کتاب المنہاج میں ذکر کیا ہے:

ان الانبياء عليهم السلام لا بد وان يكونوا مخالفيين

لغيرهم في القوى الجسمانية والقوى الروحانية.

بے شک انبیاء علیہم السلام کے متعلق یہ امر لازمی اور ضروری ہے کہ وہ دوسرے لوگوں سے جسمانی اور روحانی قوتوں میں مختلف ہوں، قوی جسمانیہ دو قسم ہیں: مدرکہ اور محرکہ۔ مدرکہ پھر دو قسم میں: حواس ظاہرہ اور حواس باطنہ۔ حواس ظاہرہ پانچ ہیں:

### پہلا حواسہ:

پہلا حواسہ قوت باصرہ ہے اور رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم قوت باصرہ میں انتہائی کمال سے مخصوص ٹھہراتے گئے تھے جس پر ہم دو وجہ سے استدلال پیش کرتے ہیں:

وجہ اول: سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: زویت لی الارض فاریت مشارقہا ومغاربہا، میرے لیے تمام زمین کو سمیٹ دیا گیا ہے اور مجھے اس کے تمام اطراف و جوانب اور جو کچھ ان کے اندر ہے وہ دکھلا دیا گیا ہے۔

**وجہ ثانی:** سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے: اقیسوا  
صفوفکم و تراصوا فانی اراکم من وراء ظہری۔ (اپنی صفوں کو درست  
کرو اور باہم مل کر کھڑے ہوا کرو، کیونکہ میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں) اور اس  
قوت کی نظیر ابراہیم علیہ السلام میں بھی متحقق و موجود تھی جس پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان شاہد عدل  
ہے: وکذا لکن نری ابراہیم ملکوت السموات والارض ولیکون  
من الموقنین: اور ایسے ہی ہم دکھلاتے ہیں ابراہیم کو ملک آسمان اور زمین کا تاکہ  
ہو جائیں عین الیقین والول میں سے۔

مفسرین کرام نے اس کی تفسیر میں ذکر کیا ہے:

انہ تعالیٰ قوی بصرہ حتی شاہد جمیع الملکوت  
من الاعلیٰ والاسفل، کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی قوت باصرہ کو بہت  
قوی اور توانا کر دیا تھا حتیٰ کہ انھوں نے تمام ملکوت اعلیٰ و اسفل اور بالا و اسیست  
کا مشاہدہ کر لیا۔

امام علمی نے فرمایا:

قوت باصرہ کا اس غایت تک پہنچنا عمل تعجب اور مقام استغراب  
نہیں ہے، کیونکہ لوگ قوت ابصار میں متفاوت ہوتے ہیں۔ مروی و منقول ہے  
کہ زرقار پیامہ تین دن کی مسافت سے اشیار کو دیکھ لیا کرتی تھی ان زرقاء  
الیامہ کانت تبصر الشئ من مسیرة ثلاثہ ایام۔  
لہذا نبی خدا کی نگاہ اقدس اگر اس سے اقویٰ اور اس سے زیادہ دور تک  
دیکھ سکے تو اس میں استبعاد اور حیرانگی کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟

دوسرا حاسہ

قوت سامعہ ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس قوت سامعہ میں بھی

سب لوگوں سے اکمل تھے جس کی ایک دلیل آپ کا یہ فرمان واجب الادعان ہے :  
 اطت السماء وحق لها ان تخط ما فيها موضع قدم الا و فيه ملك  
 ساجد لله، آسمان سے پڑ پڑا ہٹ کی آواز آتی ہے اور حق بھی یہی ہے کہ اس سے  
 اس قسم کی آواز آئے، کیونکہ اس میں ایک قدم کی جگہ بھی ایسی نہیں جہاں فرشتہ اللہ تعالیٰ  
 کے حضور سجدہ یزیز ہو۔ اس حدیث شریف سے واضح ہو گیا کہ آپ نے زمین پر تشریف فرما  
 ہوتے ہوئے آسمان سے ملائکہ کے جلال و سجود کی وجہ سے نکلنے والی آواز کو سن لیا۔ اور  
 دوسری دلیل یہ ہے : انه سمع دويا و ذكر انه دوى هو صخرة قذفت في  
 جهنم فلم تبلغ قعرها الى الان کہ آپ نے ایک پتھر کے تیزی سے نیچے  
 گرنے اور حرکت کرنے کی آواز سماعت فرمائی اور اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا :  
 یہ اس پتھر کی حرکت کی آواز ہے جو جہنم میں پھینکا گیا مگر ابھی تک اس کی نہتہ تک نہیں پہنچ  
 سکا بلکہ محو حرکت ہے۔

علامہ حلیمی نے فرمایا : فلا سفر کے لیے اس میں استبعاد کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ  
 وہ خود اس امر کے قائل ہیں کہ فیتا غورث نے ریاضت و مجاہدہ سے اپنے آپ کو اس  
 حد تک پہنچایا تھا کہ زمین پر بیٹھ کر آسمان کی حرکت کی آواز سن لیتا تھا اور اس قوت کی نظیر  
 حضرت سلیمان علیہ السلام میں بھی متحقق تھی جیسے کہ چیونٹی کی آواز سن لینا اور اس پر تبسم  
 فرمانا اور پھر ہنس پڑنا قرآن مجید سے ثابت ہے : قالت نهلة يا ايها النمل  
 ادخلوا مساكنكم لا يحطمنكم سليمان و جنوده وهم لا يشعرون -  
 فتبسم ضاحكا من قولها۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس چیونٹی کا کلام سنا دیا اور  
 اس کے معنی و مفہوم پر بھی مطلع کر دیا۔ اور یہ ارشاد ربانی حضرت سلیمان علیہ السلام کی تقویت  
 فہم کی بھی دلیل ہے اور اس قسم کی قوت فہم سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حاصل تھی۔



جب کہ آپ نے اونٹ اور بھیر پیسے کے ساتھ کلام فرمایا اور ان کے مقصد و مفہوم کو سمجھ لیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے حیوانات کی زبان کا معلوم ہونا علمنا منطلق الطیر سے واضح ہے۔ اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علمک عالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیماً سے اور آپ کے ارشاد گرامی علمت علم الاولین والاخرین سے۔

### تیسرا حاسہ

وقت شامہ، جس طرح کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کے کرتا کی خوشبو کنگان میں بیٹھے ہوئے محسوس کر لی، حالانکہ وہ ابھی مصر سے نکالا ہی گیا تھا بس جو نہی قافلہ مصر سے روانہ ہوا آپ کنگان سے پکارا اٹھے؛ انی لاجد سربیح یوسف لولا ان تفتدون۔ تو آپ نے کئی دن کی مسافت درمیان میں حائل ہونے کے باوجود اس خوشبو کو محسوس کر لیا۔ (اقول اور انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جبرائیل علیہ السلام کی خوشبو اس وقت محسوس ہونے لگتی جب کہ وہ ابھی سدرہ سے نزول کا ارادہ کرتے تھے۔ نسیم الریاض)

کفار کی روحوں کے قبض ہونے پر پھیلنے والی بدبو کا ذکر کیا تو محض اس تصور سے آپ کو بدبو محسوس ہونے لگی اور آپ نے کپڑے کا کنارہ منہ پر دے لیا۔ (مشکوٰۃ شریف)

### چوتھا حاسہ

وقت ذائقہ ہے جس طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے زہر آلود بازو بکرمی کا تناول فرمایا تو فرمایا:

ان هذا الذراع یخبونی انه مسوم ریه بازو مجھے

بتلا رہا ہے کہ میرے اندر زمہ ملی ہوئی ہے۔

اقول بکبری کا گوشت پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

اجد لحم شاة اخذت بغیر اذن اهلها۔ یہ ایسی بکری کا

گوشت معلوم ہوتا ہے جو مالک کی اجازت کے بغیر ذبح کی گئی ہے۔

اور واقع میں بھی اس طرح تھا کہ گھر والا گھر پر نہیں تھا اور اس کی بیوی نے کہہ دیا اے جاؤ  
میں اسے راضی کر لوں گی۔

## پانچواں حاسہ

قوت لامسہ ہے جس طرح کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کا جسد اطہر نار نمود میں پھینکنے  
کے باوجود جلنے سے محفوظ رہا بلکہ آگ کی حرارت اور تپش ہی ختم ہو کر رہ گئی (اور نبی اکرم صلی اللہ  
علیہ وسلم نے جس دسترخوان سے ہاتھ مبارک پونچھے تھے وہ بھڑکتے تنور میں ڈال دیا جاتا  
میل کھیل ختم ہو جاتی مگر اس کا تار بھی نہ جلتا۔ اور حضرت زہرا سے آٹا لے کر روٹیاں بنا کر تنور  
میں لگائیں تو آگ ان کی رطوبت بھی خشک نہ کر سکی۔ اور صحابی کا جو حصہ بدن کا آپ سے  
مس ہوا وہ کبھی دوزخ کی آگ میں داخل نہیں ہو سکتا بلکہ لا تمس النار مسلماً رأی او  
رأی من رأی تو معلوم ہوتا ہے کہ جو نور نگاہ کسی آنکھ سے نکل کر آپ پر پڑے گا تو وہ  
نور اس جسد سے جب مل گیا تو ان نوری شعاعوں اور تاروں کے ربط و تعلق سے نہ صرف وہی  
آنکھ بلکہ آنکھ والا بھی دوزخ کی آگ سے محفوظ بلکہ دیکھنے والے کو دیکھنے والا بھی۔

## حواکس باطنہ

ان میں سے قوت حفظ ہے جس کی امتیازی شان اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے

واضح ہے:

”سنقرک فلا تنسی الاما سنا اللہ“ ہم عنقریب آپ کو پڑھائیں

گے جو آپ کو نہیں بھولے گا مگر جس قدر اللہ تعالیٰ چاہے گا۔

اقول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جب حافظہ کی کمزوری اور نسیان کی شکایت کی تو آپ نے ان کو چادر پھیلانے کا حکم دیا اور دو مرتبہ دونوں کف دست سے چادر پر خدا داد حافظہ کے ڈھیر سے ڈالتے ہوئے ان کو فرمایا: ضمہ الی صدرک (اسے اپنے سینے سے لگا لو) تو اس کے بعد انھوں نے جو سنایا درہا تو جس کی عطا سے غلاموں کے حافظہ کی یہ شان ہو خود ان کے حافظہ کا کیا کہنا۔

## قوتِ ذکر

آپ کی اس قوت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے کہ مجھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کا ہزار باب تعلیم دیا اور میں نے ان میں سے ایک ایک باب سے ہزار ہزار باب علم کا استنباط کیا۔ جب ولی کی یہ شان ہے تو پھر نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ذکر کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔ (وعلیٰ لندا القیاس باقی ہوا اس باطنہ کا حال بھی معلوم ہو سکتا ہے۔)

## قوائے محرکہ

قوائے محرکہ میں انبیاء علیہم السلام کی امتیازی شان کا اندازہ نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج سے ہو سکتا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عروج سماوی سے حضرت ادریس علیہ السلام کے جنت تک تشریف لے جانے سے اور حضرت الیاس علیہ السلام کے رفع سے جیسے کہ روایات میں وارد ہے اور حضرت آصف بن برخیا کے متعلق کلام مجید گواہی دے رہا ہے:

”وقال الذی عندہ علم من الكتاب أنا أتیک به  
 قبل ان یرتد الیک طرفک“ کہ آنکھ جھپکنے کی دیر میں ملکہ بقیس کا تحت  
 جا کر لے آئے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر اور آپ کی امت کے ولی کا یہ  
 مقام اور مرتبہ ہے تو حضرات انبیاء علیہم السلام اور بالخصوص سید الانبیاء صلی اللہ علیہ  
 وسلم کا کیا مقام ہوگا۔

### قوارو حانیہ عقلیہ

جب بدنی اور جسمانی قوار میں اس قدر امتیازی شان حضرات انبیاء علیہم السلام کو حاصل  
 ہے تو روحانی عقلی قوتوں میں غایت کمال اور نہایت الصفا تک واصل ہونا از بس  
 ضروری ہے۔ واعلم ان تمام الکلام فی هذا المقام ان النفس  
 القدسیة النبویة مخالفة بما هیئها السائر النفوس ومن  
 لوازم تلك النفس الکمال فی الذکاء والفظنة والحریة  
 والاستعلاء والترفع من الجسمانیة والشهوات فاذا كانت  
 الروح فی غایة الصفا والشرف وكان البدن فی غایة النقاء  
 والطهارة كانت هذه القوى المحركة والمدركة فی غایة  
 الکمال لانها جاریة مجری انوار فائضة من جوهر الروح  
 واصله الى البدن.... الخ جلد ۲ ص ۲۳۳

خلاصہ کلام اس مقام میں یہ ہے کہ نبی و رسول کے نفس قدسی کا ماہیت و حقیقت  
 میں تمام نفوس کے مخالف ہونا لازمی اور ضروری ہے اور اس نفس کے لوازم سے ہے  
 ذکاوت و فطنت اور حریت و استعلاء اور اس کے لوازم سے ہے جسمانیات و شهوات  
 سے بالاتر ہونا لہذا جب نفس و روح صفاء و شرف میں غایت کو پہنچا ہوا ہوگا اور

بدن بھی تزکیہ و طہارت میں نہایت کوہنپا ہوا ہوگا تو قوائے مدرکہ اور محرکہ بھی غایت کمال تک واصل ہوں گے، کیونکہ وہ مثل ان انوار کے ہیں جو روح کے جوہر سے بدن پر منعکس ہوں اور فائض۔ اور امام رازی نے فرمایا: یہی قول موافق ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے اللہ اعلم حیث يجعل رسالتہ۔ اللہ تعالیٰ اس مقام کو بہتر جانتا ہے جس میں رسالت کو ودیعت فرماتا ہے۔

الغرض امام علمی اور امام رازی کے کلام حقیقت ترجمان سے واضح ہو گیا کہ ہر نبی کا اپنی حقیقت و ماہیت اور روح و نفس کے لحاظ سے امت سے مختلف ہونا ضروری ہے اور یہ ضابطہ بھی معلوم ہو گیا کہ قومی مدرکہ اور محرکہ اور باطنہ یہ سب لوازم نفس اور روح سے ہیں اور ان کا اختلاف دلیل ہے ان کے ملزومات کے اختلافات کی اقول پس سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت سب انبیاء سے مختلف ہے کیونکہ اور جب یہ حقیقت مسلم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جملہ انبیاء علیہم السلام کے نبی ہیں تو پھر آپ کی حقیقت و ماہیت اور آپ کا نفس و روح سب سے مختلف ہونا ضروری ہے اور جب حواس ظاہرہ اور باطنہ میں قوائے محرکہ اور مدرکہ میں کوئی نبی و رسول آپ کا ثانی نہیں ہے تو پھر لا محالہ اس لحاظ سے بھی ان قومی کے ملزوم یعنی نفس و روح مصطفوی کا جملہ انبیاء علیہم السلام سے مختلف ہونا ضروری ٹھہرا بلکہ جب تحقیق یہ ہے کہ آپ ملائکہ کے بھی رسول ہیں تو لا محالہ جوہر روح و نفس اور عنصر نورانی میں ان سے بھی مختلف ہوں گے اس لیے تو جہاں تک آپ نے پرواز کی وہاں تک جبرائیل علیہ السلام کا مرغ و ہم اور شہباز روح بھی نہ جاسکا اور جہاں ان کو سدرہ کے قریب ہی جلنے کا خطرہ درپیش تھا، وہاں حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم بلا خوف و خطر آگے بڑھ کر اور حریم قدس میں پہنچ کر مسکراتے ہوتے دیدار ذات کر رہے تھے تو معلوم ہوا کہ آپ کا نور اقدس اپنی قوت اور توانائی میں اور اہلیت و استعداد میں نور جبرائیل علیہ السلام سے کہیں زیادہ ہے،

اور قبل ازیں یہ حقیقت بھی واضح ہو چکی ہے کہ خالق و مخلوق کے درمیان رسالت و نبوت اور خلافت کی وساطت کیوں ضروری ہے اس حکمت و مصلحت کو سامنے رکھ کر فیصد کر لو کہ جب عوام بشر اور اللہ تعالیٰ کے درمیان رسول کی وساطت اس لیے درکار ہے کہ وہ براہ راست استفادہ نہیں کر سکتے تو پھر انبیاء علیہم السلام کو لتو منن بہ و لتنصر نہ کا پابند کیوں ٹھہرایا گیا، تو معلوم ہوتا ہے اگرچہ وہ اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے درمیان وساطت اور وسائل تھے لیکن جو تکمیل ان کی اس اتباع و اطاعت سے ہونی ہے اس کی شان زالی ہے۔ اس طرح ملائکہ میں سے رسل بالعموم اور جبرائیل علیہ السلام بالخصوص اگرچہ وساطت و وسائل ہیں مگر ذی فترت کے قربت اور فکان قاب قوسین او ادنیٰ کی محفل یگانہ اور فاوحی الی عبدہ ما اوحی کی بزم راز میں محرم اسرار بننے والی ہستی کے ذریعے جو تکمیل مراتب ہوگی اس کی نشان ہی کچھ اور ہوگی۔ لہذا ثابت ہوا کہ کوئی نبی و رسول اور ملک مقرب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حقیقت نوریہ اور جوہر روحانی میں مسابم و شریک نہیں آپ سب سے حقیقت و ماہیت میں مختلف ہیں اور اس پر بھی قبل ازیں تنبیہ کی جا چکی ہے جب کہ اختلاف لوازم بحسب الماہیت ہو تو ملزومات بھی بحسب الماہیت مختلف ہوا کرتے ہیں۔ لہذا ثابت ہوا کہ آپ کی بشریت بھی امت سے حقیقت میں مختلف ہے۔ عوام کو تو چھوڑتے موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا معاملہ ہی سامنے رکھتے صفاتی تجلی کے دیکھنے سے سرطور مدہوش ہو کر گر پڑے ہیں اور سرور انبیاء عین ذات کو سر کی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور بار بار تو ان بشریتوں میں برابری کا دعویٰ کیونکر کیا جاسکتا ہے لہذا آپ روح و جسم نفس و بدن دونوں میں امت سے بلکہ جملہ انبیاء علیہم السلام سے مختلف ہیں۔ خدا و الحمد للہ۔

## مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کا مسلک

آئیے آخر میں ذرا مجدد الف ثانی امام ربانی شیخ احمد سرہندی رضی اللہ عنہ کی زبانی اس حقیقت کا اظہار و بیان سماعت فرماتے جائیے اور سوچئے کہ جب مجدد برحق کا مسلک اور نظریہ یہ ہے تو پھر اس کے مخالفین کس طرح راہ راست پر ہو سکتے ہیں، اور وہ دین کے خادم و مبلغ نہیں ہو سکتے صرف اس میں فی سبیل اللہ فساد کے درپے ہیں، فرماتے ہیں :

”حقیقت محمدی کہ ظہور اول است و حقیقت الحقائق است  
 علیہ من الصلوات افضلها ومن التلیمات اکملها بآں معنی کہ حقائق دیگر  
 چہ حقائق انبیاء کرام و چہ حقائق ملائکہ عظام علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام  
 کا لظلال اندر اور اواد اصل حقائق است قال علیہ و علی آلہ  
 الصلوٰۃ و السلام اول ما خلق اللہ نوری و قال علیہ و علی آلہ  
 الصلوٰۃ و السلام: خلقت من نور اللہ و المؤمنون من نوری۔  
 پس ناچار این حقیقت واسطہ بود درمیان سائر حقائق و درمیان  
 حق جل و علی و وصول بمطلوب احدے را بے توسط او علیہ  
 و علی آلہ الصلوٰۃ و السلام محال باشد فہو نبی الانبیاء و المرسلین و  
 ارسالہ رحمۃ للعالمین ازیں جا است کہ انبیاء اولوالعزم باوجود  
 اصالت تبعیت او می خواہند بآرزو داخل امتاں او میگرددند  
 کما ورد۔ فصلی اللہ علیہ و علیہم وسلم تسلیما کثیرا۔  
 دفتر سوم حصہ نہم ص ۱۲۷ مکتوب نمبر ۱۲۲۔ بحوالہ مسلک مجدد متولفہ حضرت

میاں جمیل احمد صاحب مدظلہ

حقیقت محمدی علیہ افضل الصلوات واکمل التسلیمات جو کہ تعین اول ہے اور حقیقت الحقائق ہے اور اصل حقائق صرف آپ کی حقیقت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اول ما خلق اللہ نوری۔ جس حقیقت کو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا اور کتم عدم سے منصفہ شہود پر جلوہ گر فرمایا وہ میرا نور ہے۔ اور سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: خلقت من نور اللہ و المؤمنون من نوری؛ میں اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا کیا گیا ہوں اور اہل ایمان میرے نور سے پیدا کیے گئے ہیں تو لامحالہ آپ کی حقیقت واسطہ و وسیلہ ہوگی درمیان تمام حقائق (انبیاء و ملائکہ وغیرہ) کے اور درمیان حق جل و علیٰ کے اور کسی کے لیے مطلوب تک رسائی بغیر آپ کے توسط و توسل کے محال و ناممکن ہوگی لہذا آپ نبی الانبیاء ہیں اور آپ کا مبعوث فرمایا جاناسب عالمین کے لیے سراسر رحمت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء اولوالعزم باوجود اہلی نبی ہونے کے آپ کی اتباع و تبعیت کے طلب گار ہیں اور آپ کے امتیوں میں داخل ہونے کے آرزو مند جیسے کہ احادیث میں وارد فصلی اللہ علیہ وعلیہم وسلم تسلیمات کثیرا کثیراً۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نور علی نور ہیں۔

حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز کی مدارج النبوت سے نورانیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق منقول عبارت میں گذر چکا ہے: نور علی



نور یهدی اللہ لنورۃ من یشاء۔ اور قاضی بیضاویؒ کی تفسیر سے انی  
 جاعل فی الارض خلیفہ، کی بحث میں منقول یہ عبارت بھی نظر نواز ہو چکی؛  
 الاتری ان الانبیاء لما فاقت قوتہم واشتعلت قریحتہم بحیث  
 یکاد زیتہا یضیء ولولم تمسہ النار ارسل اللہ الیہم الملائکۃ  
 ان دونوں عبارات میں تلویح بلکہ تصریح موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی کا  
 مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یعنی مثل نورۃ کمشکوۃ فیہا مصباح  
 المصباح فی زجاجة (الآیۃ) اور جس نور کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں اور  
 زمینوں کو منور اور روشن فرمایا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور مثل نورہ میں  
 آپ کے نور کی تمثیل ہے اور آپ کو ہی نور علی نور کہا گیا ہے اور دوسرے مقام پر  
 فرماتے ہیں؛

”در تسمیۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنور تلمیح ہست بقول ولے  
 جل وعلی؛ اللہ نور السموات والارض۔ پس نیست در آسمان  
 وزمین مگر نور الہی کہ ساریست در اکوان و اوست نیر وجود و حیات  
 و جمال و کمال و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منظر اتم آل نور است و  
 واسطہ ظہور اوست“

رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نور کے ساتھ موسوم کرنے میں اللہ  
 تعالیٰ کے اس فرمان کی طرف تلمیح اور اشارہ ہے؛ اللہ نور السموات  
 والارض۔ لہذا آسمان وزمین میں صرف نور الہی ہی کی جلوہ گری ہے  
 اور جملہ موجودات میں وہی جاری و ساری ہے اور وہی نیر وجود و حیات  
 ہے اور نیر جمال و کمال اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے منظر اتم  
 ہیں اور اس کے ظہور کا واسطہ اکمل۔ مدارج النبوت جلد اول ص ۶۳

طبرانی، ابن عدی، ابن مردویہ اور ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ: مثل نوره کمشکوۃ فیہا مصباح المصباح فی زجاجة الزجاجۃ کانہا کوکب درمی الآیۃ میں مشکوۃ (طاق) سے مراد خوف محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور آپ کا اندرون اقدس اور زجاجہ سے مراد آپ کا دل اقدس ہے اور مصباح سے مراد وہ لہجہ ہے جو آپ کے دل اقدس میں ہے۔ والمصباح النور الذی فی قلبہ اور تو قد من شجرة مبارکۃ یعنی اس چراغ کو جس مبارک درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہے وہ درخت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور لاشرقیہ ولاغربیہ سے مراد یہ ہے کہ وہ نہ یہودی ہیں اور نصرانی بلکہ خالص مسلم ہیں۔

عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے ثمر بن عیث سے نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ضرب کعب احبار کے پاس تشریف لاتے اور فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق خبر دیجئے اللہ نور السموات والارض مثل نوره (الآیۃ) تو انھوں نے فرمایا: مثل نور محمد کمشکوۃ المشکوۃ ضربہا مثلاً لفضہ فیہا مصباح والمصباح قلبہ فی زجاجة الزجاجۃ صدرہ کانہا کوکب درمی شبہ صدر محمد بالکوکب الدری (الی) یکاد زیتہا یضئی قال یکاد محمد یبین للناس ولولم یتکلم انہ نبی کہا یکاد ذالک الزيت انہ یضئی ولولم تمسسه النار

درمنثور جلد ۵ ص ۲۹

اس تمثیل سے نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تمثیل مقصود ہے اور مشکواہ طاق کو کہتے ہیں جو یہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ مبارک کی تمثیل ہے۔ مصباح آپ کا

دل اقدس ہے اور زجاجہ سے مراد آپ کا سینہ النور ہے جو کہ کوکب درمی اور چمکتے ستارے کی مانند ہے اور زیتون سے مراد آپ کی علامات نبوت اور شواہد رسالت ہیں جو ہر ایک پر نمایاں ہیں اور آپ کے اعلان نبوت سے پہلے ہی آپ کی نبوت و رسالت کو آشکارا کرنے والی ہیں جیسے کہ زیتون کو جلانے سے پہلے ہی قریب ہے کہ وہ خود جل اٹھے۔

لَوْلَمْ تَكُن فِيهِ آيَاتٌ مَّبِينَةٌ

كَانَتْ بَدَاهَتَهُ تَنْبِيْكَ عَنْ خَبْرِهِ

(روح المعانی جلد ۱۸ ص ۱۵۲)

ابن مردویہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے،  
 ”مثل نورة يا محمد في قلبك كم مثل هذا المصباح  
 في هذه المشكوة (اللہ تعالیٰ کا نور جو آپ کے دل اقدس میں ہے  
 وہ اس چراغ کی مانند ہے جو اس طاق میں ہے (الی) یکاد محمد  
 ينطق بالحكمة قبل ان يوحى اليه بالنور الذي جعل  
 الله في قلبه قريبا ہے کہ آپ حکمت کے ساتھ ناطق اور گویا ہوں  
 قبل اس کے کہ آپ کی طرف وحی نازل کی جائے بسبب اس نور کے جو  
 اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل اقدس میں ودیعت فرمایا ہے؛ وکذا نقل  
 القاضی عیاض فی الشفاء عن ابن عباس وکعب الاحبار و  
 سعید بن جبیر ملاحظہ ہو شفاء مع نسیم الریاض وشرح شفاء  
 لعلی القاری ص ۱۰۹، ۱۱۰۔“

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر سے نقل فرمایا:

مثل نورة قال محمد صلى الله عليه وسلم يكاد

زیتھا یضی قال یکاد من رأی محمد ا یعلم انه رسول  
اللہ و ان لم یتکلم - نور سے مراد ذات رسول اللہ جو اللہ تعالیٰ کے نور

میں اور یکاد زیتھا یضی سے مراد یہ ہے کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ  
وسلم کو ایک نظر دیکھ لے وہ آپ کے بولنے اور دعویٰ نبوت کرنے سے  
پہلے جان لیتا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ (در منثور جلد ۵ ص ۴۹)  
حضرت سہل بن عبد اللہ تستری سے منقول ہے:

مثل نوره کمشکوۃ فیہا مصباح سے مراد ہے مثل

نور محمد اذا کان مستودعاً فی الاصلاب... یعنی مصباح

سے مراد نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور مشکوۃ سے مراد ہر وہ پشت ہے

جس میں آپ کا نور اقدس منتقل ہوا۔ (شرح شفا جلد اول ص ۱۱۱)

الغرض التفسیری اقوال سے ظاہر ہو گیا کہ یہاں پر نور سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم کا نور قلب ہے اور بعض تفسیری اقوال میں یہاں پر نور مومن کی تشبیل مراد ہے اور ظاہر

ہے کہ مومن کے دل میں جو نور ہے وہ عکس اور پر تو ہے اس سراج منیر کے انوار و تجلیات

کا لہذا اگر قلب مومن کے نور والی تفسیر درست اور قابل قبول ہے تو سرور عالم صلی اللہ

علیہ وسلم کے نور قلب والی بطریق اولیٰ بلکہ سراج منیر اور اس مصباح میں جو مناسبت

ہے اس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس مصباح سے مراد ہی فقط نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ

وسلم ہو کیونکہ اس مصباح اور چراغ کے لیے جو شرائط ذکر کئے گئے ہیں یعنی طاق میں

ہونا اور شیشہ کا انتہائی صاف و شفاف ہونا اور جس زیتون سے روشن ہے اس کا استعد

جلنے کی استعداد رکھنا کہ خود بخود جل اٹھے۔ یہ سب امور اس مصباح کی روشنی میں اضافہ

کے لیے اعتبار کیے گئے ہیں اگر ان کا فقدان ہوگا تو اس کی روشنی مدہم ہوگی اور بے سود

اور یہ شرائط اور قیود و صفات موجود ہوں گے تو پھر وہاں روشنی ہی روشنی ہوگی لہذا

آپ کا سراج منیر ہونا بھی اسی تفسیر کا مؤید ہے کہ یہاں تمثیل آپ کے ہی نور اقدس کی ہو۔

علاوہ ازیں آپ صرف اہل ارض کے لیے رسول و نبی نہیں ہیں بلکہ ساری مخلوق ارضی و سماوی اور روحانی و مادی کے لیے رسول ہیں اور اللہ نور السموات والارض کی مناسبت سے مراد ایسا نور ہونا چاہیے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو روشن فرمایا لہذا وہ نور بھی صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہی ہے سے

یک چراغ است دریں خانہ کہ از پر تو آں

ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

**سوال :** جب اللہ نور السموات والارض میں نور کا اطلاق اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہے تو لامحالہ مثل نورہ میں بھی اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا ذاتی نور ہونا چاہیے لہذا اس کے خلاف جو تفاسیر ہیں اس ابتدائی حصہ کے خلاف ہیں لہذا قابل قبول نہیں ہیں؟

**جواب اول :** نور یا ظہور کے معنی ہیں ہے: فان النور عبارة عن الظهور (شرح شفاء علی القاری ص ۱۰۹۔ اور وہ مصدر ہے اور مصدر کا اطلاق ذات پر بغیر تاویل کے درست نہیں ہے لہذا اس کو منور یا ذو نور السموات والارض کے معنی میں کرنا پڑے گا۔ یہی معنی حضرت حسن، ابوالعالیہ اور ضحاک سے مروی ہے اور یہی مفسرین کی ایک جماعت کا مختار ہے اور اس کی تائید اس قرأت سے بھی ہوتی اللہ منور السموات والارض اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر اکابرین کی یہ قرأت بھی اس کی تائید کرتی ہے۔ اللہ نور السموات والارض۔ (روح المعانی جلد ۱۸ ص ۱۴۸)

اور یا نور وہ کیفیت ہے جو خود بخود ظاہر ہو اور دوسروں کو ظاہر کرے بایں معنی بھی اس سے اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس مراد نہیں ہو سکتی تو لامحالہ اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ

پر یہاں مجازی ہے والظاہران اطلاق النور علی اللہ مجازاً ما

بمعنی المنور او استعارۃ۔ (نسیم الریاض جلد اول ص ۱۰۹)

علاوہ ازیں نور کی اضافت سموات والارض کی طرف بھی اس امر کا قرینہ ہے کہ یہاں وہ مخلوق نور مراد ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو روشن فرمایا اور ان سب انوار کا اصل اور سرچشمہ نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جن کے ذریعے زمین و آسمان روشن کیے گئے ہیں لہذا اس سے مراد آپ کی ذات اقدس ہونا بالکل واضح ہے جیسے کہ روح المعانی ص ۱۲۸ پر ہے :

”قیل تنویر السموات بالملائکة علیہم السلام و

تنویر الارض بالانبیاء علیہم السلام والعلماء ونسب الی

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ“ (اور کہا گیا ہے کہ اس آیت کا معنی

یہ ہے کہ آسمانوں کو ملائکہ کے ساتھ اور زمین کو انبیاء علیہم السلام اور علماء کے

ساتھ منور فرمایا۔)

**جواب دوم :** اگر لقبول امام غزالی تسلیم کر لیں کہ اللہ نور السموات والارض

میں نور سے مراد اللہ تعالیٰ کا نور حجت ہے تو بھی مثل نورہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کی ذات اقدس مراد لینا واضح ہے۔ حضرت علی قاری کا کلام بھی اس پر شاہد ہے،

فرماتے ہیں :

”والاظہران یقال المراد بالنور محمد والتقیر

مثل نور اللہ الذی ہو مشرق ظہورہ نورہ فی عالم

الکون بنخلقہ وامرہ حسب قضاءہ و قدرہ کہشکوۃ“

فان النور عبارة عن الظهور وقد انكشف به الحقائق

الالهية والاسرار الاحدية والاستار الصمدية و

به اشراق الكائنات و خرجت عن حيز الظلمات و به  
فسر بعض المفسرين قوله

قد جاءكم من الله نور و كتاب مبين - جداول ص ۱۹

انہریہ ہے کہ کہا جاتے کہ نور سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اور حاصل عبارت یہ ہوگا؛ مثل نور اللہ الذی... یعنی اللہ کے اس نور کی مثال جس کے ساتھ آسمان و زمین روشن ہیں وہ نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو نور آفتاب کا مطلع و مشرق ہیں اور منظر تجلیات و انوار میں عالم کون میں اللہ تعالیٰ کی خلق و ایجاد اور اس کی قضاء و قدر کے مطابق اور وہ نور جو منظر ذات اقدس ہے وہ مثل اس مصباح اور چراغ کے ہے جو طاق میں ہو... کیونکہ نور عبارت ہے ظہور و انکشاف سے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حقائق الہیہ اسرار اعدیہ اور استار صمدیہ منکشف ہوئے اور آپ کی بدولت کائنات روشن ہوئی اور ظلمات کے پردوں سے باہر آئی۔ اور بعض مفسرین نے قول باری تعالیٰ: قد جاءكم من الله نور و کتاب مبين، کی تفسیر بھی یہی کی ہے کہ نور سے مراد آپ کی ذات اقدس ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ و در حسنہ و جمالہ لہذا اللہ نور السموات و الارض میں نور ذات مراد ہونے کے باوجود مثل نورہ میں نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مراد لینا قطعاً درست ہے، کیونکہ آپ اس نور ذات کا مطلع ظہور ہیں اور مشرق نور اور یہی شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا خیال ہے؛

”پس نیست در آسمان و زمین مگر نور الہی کہ ساریست در اکوان و

اوست نیز وجود و حیات و جمال و کمال و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

منظر اتم آن نور و واسطہ ظہور اوست“ (مدارج النبوت جداول ص ۶۳)

نیز اللہ نور السموات و الارض، موضوع و محمول ہیں اور حمل اتحاد کو چاہتا ہے جس سے

لازم آیا کہ اللہ تعالیٰ عین نور ہے اور ان میں بحسب المصداق اتحاد ہے جب کہ مثل نورہ

میں اصناف ہے اور وہ تغایر کی مقتضی ہوا کرتی ہے لہذا اس کا مفاد و مدلول یہ ہوا کہ نور ذات باری تعالیٰ کا غیر ہے اس سے بھی ظاہر کہ مثل نورہ میں نور الگ ہے اور اللہ نور السموات والارض میں مذکور نور الگ ہے۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ بے مثل بھی اور بے نظیر بھی، لہذا اس کے نور ذات کی تمثیل و نظیر کی جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نور کی تمثیل و نظیر اس مصباح کے ساتھ اور اس کے نور کے ساتھ زیادہ موزوں اور النسب ہوگی جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو روشن فرمایا ہے۔

**جواب سوہ :** جن اکابرین صحابہ کرام علیہم الرضوان اور تابعین و تبع و تابعین اور دیگر مفسرین و محدثین اور اہل اللہ حضرات سے یہ تفاسیر منقول ہیں، کیا وہ اس سباق اور ابتدائی حصہ سے بے خبر تھے کہ ہم ان کی تفاسیر کو رو کر میں محض اس مفروضہ پر کہ یہ تفسیر پہلے حصہ کے خلاف ہے آخر جبر امت مفسر صحابہ حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم حضرت کعب احبار شعبی قتادہ شمر بن عطیہ سعید بن جبیر رحمہم اللہ تعالیٰ اور جملہ مفسرین نے اللہ نور السموات والارض کو دیکھے بغیر یہ تفسیر کر دی تھی۔ امام رازی، علامہ آلوسی، قاضی بیضاوی، شیخ عبدالحق، علامہ شہاب خفاجی، علامہ علی القاری، قاضی عیاض اور امام احمد قسطلانی دیگر اکابر اس سے بے خبر تھے علی الخصوص جب کہ تفاسیر میں منقول اقوال باہم متخالف بھی نہیں ہیں، اس سے نور قلب مصطفوی مراد ہو یا نور قلب مومن تو یہ سب نور، نور خداوند تعالیٰ کا عکس اور پرتو ہیں لہذا سبھی مراد ہوں تو اس میں کیا وجہ ہے؟

### تمثیل کے اجزاء کی تشریح اور وجہ اعتبار و تقید

جب اس تفسیر کی صحت و قوت صحیفہ خاطر پر منتقش ہو چکی تو آئیے! اب اس آیت کریمہ سے ثابت ہونے والی تمثیل و تشبیہ کو سمجھیں اور پھر نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم



کی عظمت کو۔

تمثیل میں مشکوٰۃ کا ذکر ہے جس کا اطلاق ہوتا ہے طاق پر اور دیوار میں ایسے خلا اور غار پر جو دوسری جانب سے بند ہو اس کے ذکر میں حکمت و مصلحت یہ ہے کہ مکان کی وسعت اور فراخی سے روشنی میں کمی واقع ہو جاتی ہے اور مکان تنگ اور مجرود ہو تو روشنی زیادہ ہوتی ہے۔

**دوسری چیز** اس تمثیل میں ہے زجاجہ یعنی چراغ کا شیشہ اور اس کا نقص بھی روشنی کو ناقص بنا دیتا ہے اور اس کی عمدگی روشنی کو قوی اور زائد بنا دیتی ہے اس لیے فرمایا: الزجاجۃ کانہا کوب ددی۔ یہ بتی جس شیشہ میں ہے وہ چمکتے دکتے ستارہ کی مانند ہے۔

**تیسری چیز** اس تمثیل میں من شجرة مباركة زيتونة لا شرقية ولا غربية ہے یعنی وہ چراغ ایسے تیل سے روشن کیا جاتا ہے جو زیتون کے مبارک اور بابرکت درخت سے حاصل ہونے والا ہے اور زیتون بھی شرق اوسط اور عرب ممالک کا ہو جو بہترین زیتون شمار ہوتا ہے اور وہ بھی اس قدر صاف و شفاف اور جلنے کی استعداد رکھنے والا کہ آگ لگائے بغیر ہی جل اٹھے اور یہ اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ تیل ناقص ہو اور اس میں جلنے کی استعداد ہی نہ ہو یا ساتھ ساتھ دھواں بھی اٹھتا ہو تو روشنی پھر بھی مدہم ہوگی بلکہ بالآخر شیشہ کو بھی سیاہ کر دے گا اور روشنی کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہے گا جب تیل اس قدر بہترین ہوگا تو روشنی انتہائی قوی ہوگی اور تیز۔ جب یہ ساری قیود و تخصیصات متحقق ہو جائیں تو پھر وہاں پر روشنی ہی روشنی ہوگی

نور علی نور یلہدی اللہ لنورہ من  
یشاء۔

ممثل کے اجزاء و حصص جن کو تمثیل میں مذکور امور سے تشبیہ دی گئی ہے

علامہ آلوسی روح المعانی جلد ۱۸ صفحہ نمبر ۱۵۳ پر فرماتے ہیں:

”والتفصیل انه شبه صدره صلى الله عليه وسلم  
بالمشكاة لانه كالقوة ذوجھتین فمن وجه یقتبس  
النور من القلب المستیزر ومن آخر یفیض ذلك النور  
المقتبس على الخلق... الخ وهذا تشبیہ صحیح قد اشتهر  
عن جماعة من المفسرین“

تفصیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ اقدس کو مشکوٰۃ  
سے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ وہ بھی طاق کی مانند ہے اور اس میں دوسری  
صلاحیت ہے ایک جہت سے قلب النور سے نور کا اقتباس اور استفادہ  
کرتا ہے اور دوسری جہت سے مخلوق پر اس کا افادہ کرتا ہے اور یہ تشبیہ  
بالکل صحیح اور درست ہے اور جماعت مفسرین سے منقول ہے،

روى صحیح السنة عن كعب هذا مثل ضربہ  
الله تعالى لنبيه صلى الله عليه وسلم المشكاة صدره  
والزجاجة قلبه والمصباح فيه النبوة والشجرة  
المباركة شجرة النبوة وروى الامام عن بعضهم ان  
المشكاة صدر محمد عليه الصلوة والسلام والزجاجة  
قلبه والمصباح ما في قلبه من الدين وفي حقائق  
السلمی عن ابی سعید الخراز المشكاة جوف محمد  
صلى الله عليه وسلم والزجاجة قلبه الشريف و

المصباح النورالذی فیہ الخ روح المعانی جلد ۱۸

صفحہ ۱۵۳ -

( امام محی السنۃ نے حضرت کعب سے روایت نقل کی ہے کہ مثل نورہ نبی

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمثیل ہے مشکوٰۃ آپ کا سینہ النور اور

زجاجہ دل اقدس اور مصباح نور نبوت ہے اور شجرہ مبارکہ سے مراد شجر

نبوت ہے اور امام رازی نے بعض سے روایت نقل کی ہے کہ مشکوٰۃ

سینہ اقدس ہے۔ زجاجہ قلب النور اور مصباح نور ایمان و دین ہے اور

حقائق سلمیٰ میں حضرت ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ مشکوٰۃ نبی اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم کا جوف اور اندرون ہے زجاجہ قلب النور ہے اور مصباح سے

مراد وہ نور ہے جو اس میں ودیعت کیا گیا ہے۔

یہی تفصیل شفا اور اس کی شروح میں موجود ہے اور علامہ قسطلانی کو مواہب لدنیہ

اور اس کی شرح میں موجود ہے اور شیخ محقق نے مدارج النبوة جلد اول صفحہ ۶۳

پر بھی اسی کو ذکر کیا ہے۔

ان تصریحات کو ملاحظہ فرما لینے کے بعد یہ حقیقت پوری طرح آپ پر واضح ہو گئی کہ

مثل نورہ کہ مشکوٰۃ فیہا مصباح میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نور قلب

کا بیان ہے اور اسی کی وجہ سے کہیں آپ کی بعثت کو ”قد جاء کد من

اللہ نور“ سے تعبیر کیا گیا ہے اور کہیں سراجاً منیراً اور وہ نور اس قدر عظیم ہے کہ اس

کو اس عظمت کی وجہ سے نور علی نور فرمایا گیا ہے اور اسی عظمت و کثرت کی وجہ سے

اس کو کوثر سے تعبیر کیا گیا ہے جیسے کہ امام رازی نے کوثر کی تفسیر میں فرمایا: نور فی

قلبك ذلك على وقطعك عما سوى“ کوثر آپ کے دل اقدس کا وہ نور

ہے جو آپ کے دل النور میں ودیعت کیا گیا ہے جس نے آپ کو میری طرف رہنمائی کی

آغاز ولادت میں سر بسجود کیا، آغاز تکلم میں میری تسبیح و تقدیس کرائی اور بھرپور شباب میں خلوت گزینی اور گوشہ نشینی کی طرف راغب کیا تحمل وحی اور ثقل رسالت کے لیے آمادہ اور مستعد کیا اور شب معراج جبرائیل و رفرف کے جدا ہونے پر بھی سیدھا حرمِ قدس تک پہنچایا اور ماسوا اللہ سے منقطع کر دیا۔

یہی وہ نور ہے جس سے آسمان و زمین اور اہل السموات و اہل ارض مستنیر ہیں اور

روشن و منور ہے

یہ جو مہر و ماہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا

بھیک تیرے در کی ہے اور استعارہ نور کا

کیونکہ پہلے سماوات و ارض کی نورانیت کا ذکر فرمانا اور بعد میں اس تمثیل کا ذکر کرنا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ یہاں وہی نور ذکر کیا جا رہا ہے جو عالم بالا و پست اور اعلیٰ و اسفل عالم روحانیت و مادیت کو روشن کرنے والا ہے اور آسمان و زمین کی تمام تر وسعتیں اس کی عظمت کے آگے سمٹ سکتے کر مثل طاق کے ہیں اور سینہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ بظاہر مختصر اور محدود ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو اس قدر وسیع و عریض فرمادیا ہے کہ دونوں جہاں اور عالم غیب و شہادت اس کے اندر سمٹے ہوئے ہیں جیسے کہ مفسرین کرام نے قول باری "المنشج لك صدرک" کے تحت فرمایا: المنفسح صدرک حتی حویٰ عالمی الغیب والشہادۃ ہم نے آپ کے صدر اور سینہ اقدس کو اس قدر وسیع اور فراخ کر دیا ہے کہ وہ عالم غیب و شہادت دونوں کو محیط ہے، علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

"وما ارسلناک الا رحمة للعالمین (اور نہیں بھیجا

ہم نے آپ کو مگر جہانوں کے لیے سرِ ایا رحمت بنا کر)

اور یہ بھی فرمایا:

”رحمتی وسعت کل شیء“ (میری رحمت ہر چیز کو محیط ہے۔)  
 لہذا رحمت العالمین کا سموات و ارض کو محیط ہونا اور سب عوالم کا آپ کے اندر سمٹا  
 ہوا ہونا ایک مسلمہ حقیقت ہے کیونکہ جب آپ کے غلاموں کا منصب یہ ہو کہ دس کروڑ  
 جہاں اگر دل کے اطراف و جوانب میں سے کسی ایک گوشہ اور جانب میں رکھ دیتے  
 جائیں تو ان کو کوئی حجم معلوم نہ ہو جس طرح عارف بایزید اور شیخ محی الدین قدس سرما  
 کا ارشاد ہے :

”لو ان العرش وما حواه مائة الف الف مرة  
 القیت فی زاویة من زوايا قلب العارف ما احس به  
 وكيف يحس بالحادث من وسع القديم كما فی  
 الحديث القدسی ولكن وسعتی قلب عبدی المؤمن افلا  
 یكون رسول الله كذلك وهو مركز دائرة النورانية  
 ومظهر تجلیات الرحمانية وعین الحقیقة  
 الانسانية ومنه تستمد عوالم الانسية والروحانية  
 سید احمد عابدین جواہر البحار وکذا فی المرقات  
 جلد اول ص ۵۹ وروح المعانی جلد سوم ص ۱۱“

اور اس دعویٰ پر دلیل دیتے ہوئے فرمایا: ”جو دل ذات قدیم کا احاطہ کر سکتا ہے اور  
 اس کی تجلی گاہ اور عرش جلالت بن سکتا ہے وہ حادث کو اپنے اندر کیوں کر نہیں سمیٹ  
 سکتا جیسے کہ حدیث قدسی میں ہے: (میری گنجائش نہ آسمانوں میں ہے اور نہ ہی زمین میں  
 لیکن بندہ مومن کا دل میری گنجائش رکھتا ہے۔)“

اور جب اہمیتوں میں سے کا ملین کا یہ مقام و مرتبہ ہے تو پھر رسول گرامی صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی وسعت قلب کا اندازہ کون کر سکتا ہے جو مرکز دائرة النورانیہ ہو اور منظر

تجلیاتِ رحمانیہ اور حقیقتِ انسانیت کی چشمِ بینا جن سے تمام عواملِ انسی اور روحانی  
استمداد و استفادہ حاصل کرتے ہیں امامِ اہل سنت احمد رضا صاحبؒ نے

فرمایا ہے

لا مکان تک ہے جس کا اجالا وہ ہے  
ہر مکان کا اجالا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں تھا

اور یہیں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ ہونے کی وجہ بھی واضح ہو جائے  
گی کہ جب آپ کے جسمِ اقدس میں اس قدر عظیم نور ہے اور جسمِ اقدس اس کے لیے مثل  
زجاجہ اور شیشہ کے ہے تو پھر اس کا سایہ کیونکر نظر آ سکتا ہے جیسے کہ امداد السلوک کے حوالہ  
عرض کیا جا چکا ہے۔ اور امام سیوطی نے خصائص کبریٰ میں اس کی تصریح کر دی ہے  
مستقل عنوان قائم کیا الآیۃ فی انہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن لہ  
ظل اور اس کے تحت حضرت حکیم ترمذی کی حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ سے نقل کردہ  
روایت درج کی:

”ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یروی  
لہ ظل فی شمس ولا قمر“ (بے شک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم  
کا سایہ نظر نہیں آتا تھا نہ سورج کی دھوپ میں اور نہ ہی چاند کی چاندنی  
میں) (خصائص کبریٰ جلد اول ص ۶۸، ۷۱)

اور ابن سبع فرماتے ہیں:

”من خصائصہ ان ظلہ کان لا یقع علی الارض و  
انہ کان نوراً فکان اذا هشی فی الشمس او القمر لا

ينظر له ظل“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے یہ بھی ایک خصوصیت ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا اور بے شک آپ نور تھے اس لیے جب آپ دھوپ میں چلتے یا چاند کی چاندنی میں تو آپ کا سایہ نظر نہیں آتا تھا۔ اور بعض حضرات نے اس پر استدلال کرتے ہوئے فرمایا:

”يشهد له قوله صلى الله عليه وسلم في دعائه و

اجعلني نورا“

سایہ نہ ہونے پر دلالت کرنے والی روایت و خصوصیت کی تائید و تقویت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں آپ کی یہ دعا منقول ہے: اے اللہ! خود مجھے بھی نور بنا دے۔ شیخ محقق نے روایت میں صرف سورج اور چاند کے ذکر پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:

”عجب است کہ این بزرگاں ذکر چراغ نہ کردہ اند و نوریکے

از اسماء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم است و نور را سایہ نمی باشد“  
(ان بزرگوں پر تعجب ہے کہ انھوں نے چراغ کا ذکر نہیں کیا حالانکہ

سایہ اس کی روشنی میں بھی نہیں ہوتا تھا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کے اسماء طیبہ میں سے نور بھی ایک اسم ہے (اور وہ محض اسم نہیں

بلکہ بامسمیٰ ہے) اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔ لہذا آپ کا بھی سایہ نہیں تھا۔

علامہ نسفی نے تفسیر مدارک میں سورۃ نور کی آیات افک کے تحت حضرت عثمان

رضی اللہ عنہ کا یہ قول درج کیا ہے جو انھوں نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے

سامنے حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برأت کے اثبات میں عرض کیا: ان

الله ما اوقع ظلك على الارض (بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کا سایہ

زمین پر نہیں پڑنے دیا، جب وہ آپ کے سایہ کی بھی حفاظت کرتا ہے اور اس کے گندی جگہ پر سکنے کی وجہ سے اس کو اٹھا لیتا ہے تو وہ آپ کے حرم کی حفاظت کیونکر نہیں کرے گا۔ الغرض حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ عرض کرنا اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر رد و انکار نہ فرمانا بلکہ ان کی اور دیگر صحابہ کرام کی ان دلیلوں اور اعلان برأت کو تسلیم کرنا حدیث تقریری بن گیا اور آپ کا سایہ نہ ہونا اس حدیث تقریری سے واضح ہو گیا۔  
امام اہل سنت نے فرمایا: ۷

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا  
سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا  
شمع دل مشکوٰۃ تن سینہ زجاہ نور کا  
تیری صورت کے لیے آیا ہے سورہ نور کا

### آنکھ والا تیرے جو بن کا تماشا دیکھے

اگرچہ آپ کا نور نور عظیم ہے اور اس کی شعاعیں اور کرنیں عالم کو منور اور روشن کیے ہوئے ہیں اور صحابہ کرام نے اس کے عجیب عجیب کوشمے دیکھے اور آبا و اجداد میں منتقل ہوتے وقت بھی اس جوہر نورانی کے اثرات نورانیت مشاہدہ کیے گئے اور وقت ولادت میں بھی مگر بائیں ہمہ بشریت کا حجاب اور پردہ بھی موجود ہے اور نظر قاصر اسی پر اٹک کر رہ جاتی ہے اور اس مشکوٰۃ کی صرف وہ جانب دیکھتی ہے جو ابھی بند ہے کشادہ نہیں، اور دوسری جانب جو کشادہ ہے اور جہاں سے انوار کا صدقہ ہر ہر شئی کو مل رہا ہے اس کو نہیں دیکھتی اس لیے فرمایا: تراہم بینظرون الیک وہم لا یبصرون آپ کا خیال ہے کہ کفار آپ کو دیکھ رہے مگر ظاہری آنکھیں کھلی ہونے کے باوجود وہ تمہیں نہیں دیکھ رہے کیونکہ تمہاری اصل حیثیت کا ادراک اور حقیقت کا مشاہدہ چشم



بصیرت سے ہوتا ہے اور وہ اس سے محروم ہیں اور اسی لیے فرمایا: میرا محبوب ہے تو نور علی نور مگر ہر کوئی اس نور کا مشاہدہ نہیں کر سکتا بلکہ صرف وہی لوگ اس کا مشاہدہ کر سکتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ چشم بصیرت اور نور فراست عطا کرے یہودی اللہ لنور من یشاء اور کفار نے جو ما بشر ایشاں بشر کا دعویٰ کیا تھا اس کی یہی وجہ تھی جس طرح حضرت رومی فرماتے ہیں۔

لیکن ندائتند ایشاں از عمی

ہست فرقے در میان بے انتہا

آئیے اب چشم بصیرت والوں میں سے ایک ولی کامل کا بیان سماعت فرماتے جائیے۔ حضرت شیخ عبدالعزیز دباغ قدس سرہ العزیز کا ارشاد ابریز شریف میں اس طرح منقول ہے:

”ان ارباب الکشف والعیان یشاہدون سید الوجود صلی اللہ علیہ وسلم ویشاہدون ما اعطاه اللہ عزوجل وما اکرمہ بہ ربہ لہا لا یطیقہ غیرہ ویشاہدون غیرہ من المخلوقات الانبیاء والملائکة وغیرہم ویشاہدون ما اعطاه اللہ من الکرامات ویشاہدون المادۃ ساریۃ من سید الوجود صلی اللہ علیہ وسلم الی کل مخلوق فی خیوط من نور و فائضۃ من نورہ صلی اللہ علیہ وسلم ممتدۃ الی ذوات الانبیاء والملائکة علیہم الصلوٰۃ والسلام وذوات غیرہم من المخلوقات فی شاہدون عجائب ذلک الاستمداد وخرائبہ“

بے شک ارباب کشف وعیان سید الوجود صلی اللہ علیہ وسلم کا

مشاہدہ کرتے ہیں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا اور جن چیزوں کے ساتھ آپ کو مکرم ٹھہرایا جس کے تحمل کی دوسروں میں استعداد اور لیاقت نہیں ہے اس کا بھی مشاہدہ کرتے ہیں اور آپ کے علاوہ جملہ مخلوقات کا مشاہدہ کرتے ہیں حتیٰ کہ انبیاء اور ملائکہ علیہم السلام کا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان کو عزت و کرامت عطا کی ہے اس کا بھی اور اس حقیقت کا بھی چشم بصیرت سے ملاحظہ کرتے ہیں کہ سید الوجود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہر مخلوق کی طرف سلسلہ امداد جاری ہے اور ان کو نوری مادہ کا فیضان نوری خیوط اور تاروں کی صورت میں ہو رہا ہے جن کا مبداء فیاض نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور وہاں سے کرنوں اور شعاعوں کی صورت میں وہ انوار ذوات انبیاء اور دیگر ملائکہ اور دیگر مخلوقات کی طرف فائض ہیں اور وہ اس استمداد اور استفادہ کے عجائب و غرائب کا مشاہدہ بھی کرتے ہیں۔

”ولقد اخذ بعض الصالحین طرف خبزة لياكله فنظر فيه وفي النعمة التي رزقها بنو آدم فرائی فی ذلك الخبز خيوطا من نور فتبعه بنظرة فراه متصلا بخيط نورة الذي اتصل بنورة صلی الله عليه وسلم فراه الخيط المتصل بالنور الکریم صلی الله عليه وسلم واحدا ثم بعد ان امتد قليلا جعل يتفرع الى خيوط كل خيط متصل بنعمة من نعم تلك الذوات“

بعض صالحین نے روٹی کا ایک ٹکڑا کھانے کے لیے اٹھایا جب اس کو غور سے دیکھا تو اس میں بیکہ بنو آدم کو ملنے والی جملہ نعمتوں میں نوری

خیوط اور تاروں کو دیکھا جب ان کے منبع اور سرچشمہ کی طرف توجہ کی تو کیا دیکھتے ہیں کہ یہ سبھی نوری تاریں ایک تار کی صورت میں نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملی ہوئی ہیں۔ جو وہاں سے ڈرامتدا اور دراز ہوتی ہے تو پھر اس سے مزید تاریں اور خیوط متفرع ہونے لگتے ہیں جن میں سے ایک ایک تار ان ذوات پر اتاری ہوئی نعمتوں کے ساتھ متصل اور پیوست ہے۔

شیخ احمد بن مبارک جو آپ کے تلمیذ ہیں وہ فرماتے ہیں کہ یہاں بعض صالحین سے مراد خود ذات شیخ قدس سرہ ہے اور یہ ان کا اپنا مشاہدہ ہے۔ شیخ موصوف فرماتے ہیں کہ میں نے ایک محروم اور بد بخت شخص کو دیکھا جس نے یہ دعویٰ کیا تھا: لیس لی من سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم الا الہدایۃ الی الایمان واما نور ایہانی فہو من اللہ عزوجل لا من النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ (کہ مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو فیض حاصل ہوا ہے وہ صرف ہدایت و ارشاد و الافیض ہے ورنہ میرا نور ایمان محض اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے نہ کہ نبی علیہ السلام کی طرف سے۔) تو صالحین کا طہین نے اس سے کہا: اچھا یہ بتلا کہ کیا تو اس بات پر رضامند ہے کہ ہم تیرے نور ایمان اور نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جو نوری سلسلہ اور رابطہ ہے اس کو منقطع کر دیں اور صرف وہ ہدایت باقی رکھیں جس کا تو نے ذکر کیا ہے کہ صرف وہی مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حاصل ہوئی ہے، تو اس نے کہا: ہاں، میں اس پر رضامند ہوں۔

فہاتہ کلامہ حتی سجد للصلیب و کفر باللہ و رسوله و مات علی الکفر (بس اس کا یہ کلام ابھی پورا نہیں ہوا تھا کہ ہم نے دیکھا کہ اس نے صلیب کو سجدہ کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفر کا ترکب ہو گیا اور اسی حالت کفر پر مر گیا۔) نسئل اللہ السلامة۔ اور بطور خلاصہ

کلام فرمایا:

« فاولیاء اللہ العارفون بہ عزوجل وبقدر رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یشاہدون جمیع ما سبق  
عیانا کما یشاہدون جمیع المحسوسات بل اقوی  
لان نظر البصیرة اقوی من نظر البصر »

اللہ تعالیٰ کے اولیاء کا ملین جن کو اللہ عزوجل اور قدر رسول صلی اللہ علیہ  
وسلم کا عرفان حاصل ہوتا ہے وہ ان تمام امور کا مشاہدہ کرتے ہیں جو ہم نے  
ذکر کیے ہیں جیسا کہ تم محسوسات کا مشاہدہ کرتے ہو بلکہ اس سے زیادہ قوی اور  
بہتر صورت میں کیونکہ یہ امور چشم بصیرت سے مشاہدہ کیے جاتے ہیں اور وہ  
چشم ظاہر سے قوی اور توانا ہوتی ہے۔ لہذا یہ مشاہدے بھی قوی تر اور زیادہ  
تفصیلی ہوتے ہیں۔ حجۃ اللہ علی العالمین ص ۵۲۔

اگر کسی کو یہ وسوسہ ہو کہ یہ تو صوفیاء کا کلام ہوا علماء ظاہر کا فرمان تو نہ ہوا تو ان کی  
تسلی کے لیے حضرت علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی کا ارشاد پیش خدمت ہے:

« فان ما عرفہ علماء الظواہر منها بافکارہم  
قلیل بالنسبۃ الی ما عرفہ الاولیاء وما عرفوہ  
قلیل بالنسبۃ الی ما عرفہ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم »

( حاشیہ بیضاوی ص ۱۱ )

یعنی اللہ تعالیٰ نے کلام مجید کے ذریعے حقائق و دقائق کو ظاہر فرمایا تاکہ اللہ تعالیٰ  
کے بندوں پر وہ اسرار منکشف ہوں جو اس نے عالم محسوسات اور عالم غیب میں ودیعت  
فرمائے ہیں اور وہ امور خفیہ ان پر واضح ہوں جن کو اس نے اپنے افعال میں مستور کر رکھا  
ہے اور ان میں غور و خوض اور تفکر و تدبر کے بعد انھیں اللہ تعالیٰ کے افعال و

صفات اور ذات کی معرفت حاصل ہو اور نچلے مرتبہ سے اعلیٰ مرتبہ کی طرف ترقی کر سکیں، کیونکہ ان کے حقائق و دقائق سے جو کچھ علماءِ ظواہر نے علم و ادراک حاصل کیا، اور عرفان و ایقان وہ بہت قلیل ہے نسبت اس عرفان کے جو علماءِ بواطن اور اولیاءِ کاملین کو حاصل ہوا۔ اور جو عرفان ان کو حاصل ہوا وہ بہت قلیل ہے نسبت اس کے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ لہذا علماءِ بواطن اور اولیاءِ کاملین کا عرفان جب اکمل ہے تو ان کا قول لامحالہ سند اور حجت ہوگا، کیونکہ وہ جو کہتے ہیں دل کی آنکھ سے دیکھ کر کہتے ہیں بخلاف علماءِ ظواہر کے۔ اور جب انھوں نے دیکھ کر بتلا دیا کہ نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا نور آفتاب کی شعاعوں اور کرنوں کی طرح انبیاء و ملائکہ اور جملہ مخلوقات تک پہنچ رہا ہے تو ثابت ہو گیا کہ مثل نورہ مشکوٰۃ کی بیان کردہ یہ تفسیر علماءِ ظواہر اور علماءِ بواطن کے نزدیک مسلم ہے اور واقعہ کے عین مطالبہ اور حقیقت کی مکمل ترجمانی ہے۔ عذرا والحمد للہ علیٰ ذالک۔

## رحمانی صاحب کی بدحواسی

ہم نے اس امر کی تمثیل کہ نورانیت اور بشریت جمع ہو سکتے ہیں، دیتے ہوئے کہا تھا جس طرح حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت مریم علیہا السلام کے سامنے بشری حالت میں آئے: "فتمثل لها بشرا سويا" وہ ان کے سامنے مکمل بشری صورت میں ظاہر ہوئے اور حضرت مریم نے ان کو واقعی مرد سمجھا اور ان سے پناہ مانگتے ہوئے کہا: انی اعود بالرحمن منك ان كنت تقيا" میں رحمن کا واسطہ دے کر تجھ سے پناہ مانگتی ہوں اگر تجھے کچھ بھی اللہ تعالیٰ کا خوف ہے اسی طرح صحابہ کرام کے سامنے حضرت جبرائیل علیہ السلام کا بشری حالت میں آنا اور ان کا فرمانا: اذ طلع

علینا رجل“ ہم پر ایک مرد طلعت فرما ہوا۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ نورانیت اور بشریت جمع ہو سکتے ہیں اور نور بشری حالت میں رونما ہو سکتا ہے جس سے مقصود صرف اتنا قدر تھا کہ یہ دونوں امر جمع ہونے ممکن ہیں مگر اس کے جواب میں رحمانی صاحب نے فعل متعدی اور فعل لازم کی بحث شروع کر دی کہ ایک حقیقت کو بیان کرنا ہے اور دوسرا مجاز کو قمشل لھا میں اللہ فعل متعدی کو ذکر فرما رہے ہیں کہ اپنی اصل حقیقت میں نہیں اور جس وقت اصل حقیقت ہے تو ساتھ فعل لازم ہے، قل انہا انا بشر مثلکم، کوئی اس شریف آدمی سے پوچھے کہ قل انہا انا بشر مثلکم، میں کہیں فعل کا نام و نشان ہے؟ لازم و متعدی کی بحث تو تب ہو جب فعل ہو اور جب فعل کا وجود ہی نہیں تو اس کے متعلق لازم یا متعدی کی صفت کیسے ثابت ہو سکتی ہے؟ علاوہ ازیں قمشل کو فعل متعدی کہنا یہ بھی بالکل غلط ہے بلکہ وہ لازمی ہے اور بشراً سوياً حال ہے یا تمیز ہے اور متعدی وہ ہے جو مفعول بہ پر واقع ہو لیکن کوئی مفعول بہ ہے ہی نہیں پھر اذ طلع علینا رجل میں تو فعل لازم ہے تو لامحالہ ان کی حقیقت کا بیان پایا گیا ہے؟ حالانکہ قاعدہ یہ ہے کہ زیادتی مبانی اور حروف کی زیادتی معنی پر دلالت کرتی ہے لہذا مثل میں وہ معنی قوت نہیں جو کہ قمشل میں ہے اور پھر سوياً کی تاکید مزید برآں ہے اسی لیے علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

”سوی الخلق کامل البنية لم یفقد من حساس  
نعوت الادمیة شیاً“

لہذا جبرائیل علیہ السلام نورانی ہونے کے باوجود اس وقت بشری حالت میں تھے اور وقت ہی ولیہ کاملہ ان کو دیکھ کر یہی سمجھیں کہ عام مردوں جیسا مرد ہے اور کہیں میسری عصمت کو داعی نہ کرے، لہذا اپنا مانگی۔ یہاں صرف اس قدر بتلانا مقصود تھا وہ بجد اللہ ثابت ہو گیا عہدہ وہ مجازی بشریت تھی یا حقیقی تھی یا تکلف تھی یا بلا تکلف تھی

بشریت و نورانیت کا اجتماع بہر حال موجود ہے اور یہاں اگر بشر مشکم ہے تو ساتھ  
یوحی الٰہی بھی ہے اگر مشکم سے اشتراک ثابت ہوتا ہے تو یوحی الٰہی  
سے امتیاز ثابت ہو رہا ہے اور اسی طرح قد جاءکم من اللہ نور اور  
داعیاً الی اللہ باذنہ وسراجاً منیراً میں نورانیت کا بیان ہے  
اور بشر مشکم میں بشریت کا اگر وہ حقیقی نور ہے اور بشریت مجاز ہے تو یہاں  
بھی حقیقت نور ہے اور بشریت لباس ہے علاوہ ازیں یہ بھی کوئی قاعدہ ہے کہ فعل متعدی  
مجاز کو بیان کرتا ہے مثلاً ضرب ذید عمرواً، میں ضرب فعل متعدی ہے  
مگر یہاں حقیقت ضرب کا بیان ہے، ایاک نعبد میں نعبد متعدی مگر معنی  
حقیقی مراد ہے نہ کہ مجازی خدا جانے یہ نحو مدارس دیوبند میں کب سے پڑھائی جا  
رہی ہے کہ فعل متعدی مجاز کو بیان کرتا ہے اور فعل لازم حقیقت کو مجرد و مزید کو بدحواسی  
میں رحمانی صاحب نے متعدی اور لازمی سے تعبیر کر دیا اور باب تفعیل کے ایک خواصہ  
کو یعنی یہ تکلف ماخذ اور مبدأ اشتقاق کے ساتھ اتصاف ظاہر کرنے کو اس طرح بیان  
کر بیٹھے ورنہ یہاں لازم و متعدی کے فرق کا کیا دخل اور کسی ایک کا مجازہ سے اختصا  
اور دوسرے کا بیان حقیقت میں انحصار تو دنیا کی کسی کتاب اور کسی زبان میں بھی موجود  
نہیں کوئی بھی لفظ جب معنی موضوع لہ میں مستعمل ہو تو حقیقت ہوتا ہے ورنہ مجاز و  
منقول خواہ مجرد ہو یا مزید اور باب تفعیل سے ہو یا کسی دوسرے باب سے۔

علماء دیوبند سے اپیل ہے کہ اپنے ان ترجمانان دیوبندیت کو سمجھائیں کہ وہ  
علماء دیوبند اور مدارس نظریہ دیوبند کی عظمت کا بھانڈا اس طرح پورا ہے میں نہ پھوڑیں  
اور ان کی مٹی پلید نہ کریں بس مخلصانہ مشورہ ہی ہے۔

مانو نہ مانو جان جہاں تمہیں اختیار ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## فہرست مضامین تنویر الابصار

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۵	حرف آغاز	01
۱۳	آغاز تقریر مناظر اہل سنت علامہ محمد اشرف سیالوی	02
۳۴	﴿تمتہ﴾ نورانیت مصطفیٰ اور علمائے دیوبند	03
۵۹	دیوبندی مناظر کی جوابی تقریر	04
۶۶	دیوبندی مناظر کی گستاخی، لوگوں کا اشتعال اختتام مناظرہ	05
۶۸	مصنف عبدالرزاق اور حدیث نور	06
۸۰	کیا احادیث نور میں نور سے مراد روح نبوی ہے؟	07
۹۸	أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمَ کا مفہوم	08
۱۱۱	کیا نور کے لیے کھانا پینا محال ہے؟	09
۱۳۶	نبی الانبیاء ﷺ اور عام انسانوں کی بشریت میں فرق	10
۱۵۳	قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ سے استدلال کی حقیقت	11
۱۵۹	نبی اکرم ﷺ کو نور ماننے کی ضرورت آخر کیوں؟	12
۱۷۴	نبی کا اپنی حقیقت کے اعتبار سے امت سے تفاوت	13
۱۹۸	نہی کریم ﷺ کا سایہ نہیں تھا	14
۲۰۰	آنکھ والا تیرے جو بن کا تماشا دیکھے	15





امام المناظرین شرف العلماء علیہم ابوالحسنات

زید محمد

# محمد شرف سیالوی

کی قابل قدر تصانیف

گلشن توحید و رسالت

ہدایۃ المتذیب الذکران فی الاستعانة باولیاء الرحمن

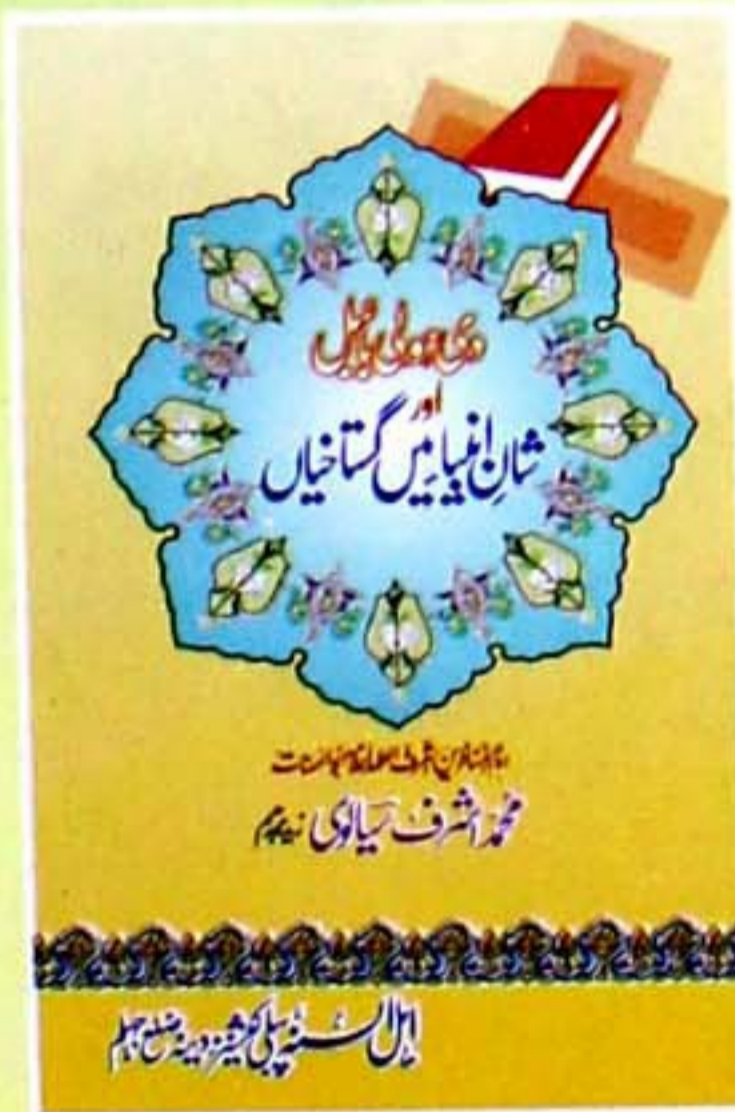
مناظرہ جھنگ

تحفہ  
حسینیہ

کوئٹہ  
الظیارات

جلاء  
الصدور

منعہ  
اور اسلام



اہل سنت پر کوشیز دینہ ضلع جہلم